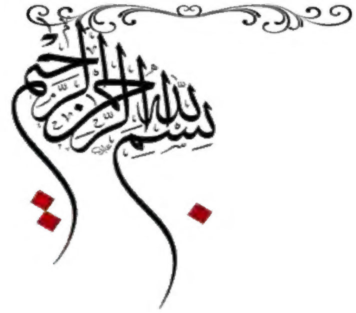

گلہائے افکار

امتہ الرشید بدر

فہرست

عنوان	صفحہ نمبر
پیش لفظ	04
رازِ حقیقت	05

07	نماز لِقائے الٰہی کا پہلا ذریعہ ہے
19	خَیْرُ کُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَ عَلَّمَہٗ
28	الْکَاسِبُ حَبِیْبُ اللّٰہ
39	سادگی اور حیا میں حُسن ہے
48	سوشل میڈیا اور بڑھتی ہوئی بے پردگی
60	مغرب میں ملنے والے حقوق کے بالمقابل اسلام میں عورت کو ملنے والے حقوق
71	رحمی رشتوں کی اہمیت اور احترام
80	کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار
91	عہدیداران کا جذبۂ ہمدردیٔ خلائق
101	ارکانِ دین کی اہمیت
114	حضرت مسیح موعودؑ کے دعاوی اور اُن کی صداقت کے دلائل
124	حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی ہجرت، خدائی تائیدات اور نصرت الٰہی
148	فیضانِ نبوت
150	اردو زبان سیکھنا ضروری ہے
152	شرائطِ بیعت سلسلہ عالیہ احمدیہ کی حقیقت
154	دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی برکات
156	موجودہ حالات اور ہماری ذمہ داریاں
158	کس نے اپنے رُخِ زیبا پہ سے اُلٹی ہے نقاب
160	خوانِ ھُدیٰ ایم ٹی اے
162	ہر اک نیکی کی جڑھ یہ اتقا ہے
164	بزرگوں کا احترام
166	حیا میں حسن ہے
167	بچوں کی تربیت میں گھر کے ماحول کی اہمیت
169	مقامِ حضرت مسیح موعود
171	ہمارا لباس
173	دورِ حاضر کی ایجادات کے منفی پہلو اور ہماری ذمہ داریاں

زندہ نماز وجہ خشیتِ محبت سوز وگداز	175
کچھ درد انگیز حقیقتیں	177
ضبطِ نفس	179
دیں غار میں چھپا ہے	181
علوم ارضی و سماوی ثبوت ہستی باری تعالیٰ	183
کَتَبَ اللّٰہُ لَاَ غْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِی	185
احمدی عورت کی شان	187
نباتات شاہکارِ قدرت	188
اللہ تعالیٰ کی صفتِ مجیب	190

پیش لفظ

گلہائے افکار میری پہلی نثری کتاب ہے۔ دو شعری مجموعے ’’گلشنِ محامد‘‘اور’’قندیلِ شب‘‘پہلے شائع ہو چکے ہیں۔ خدائے رحیم و کریم کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اُس نے ہمیں مسیح آخر الزماں کے انقلاب آفریں دور میں پیدا فرمایااور طوفانِ ضلالت و گمراہی سے خلافتِ حقّہ کے مضبوط حصار کے ذریعے ہماری حفاظت فرمائی۔ نہ صرف حفاظت فرمائی بلکہ روحانی علمی اور دنیاوی ترقّیات کے لاتعداد راستے افرادِ جماعت کے لئے وا کئے جن سے اُن کی شعوری، فکری ،علمی ،روحانی اور دنیاوی استعدادیں صیقل ہونے لگیں۔

یہ عاجزہ بھی خلیفۂ وقت اور خلافت کے عطا کردہ نظامِ جماعت کے زیرِ بار احسان ہے کہ جس کی تحریک پر کچھ لکھنے کے قابل ہوئی۔ سو میں اس بات کا اعتراف بھی کرتی ہوں کہ حضرت مسیح موعود کی قوّتِ قدسیہ کے بغیر اور خلافت کی برکت کے بغیر نہ ہماری زبانوں میں اثر

انگیزی اسکتی ہے اور نہ ہمارے قلم میں وہ طاقت پیدا ہوسکتی ہے کہ جو زمانے کے مسائل کی عکاسی کرسکے۔ سو ہمارا اپنا کچھ بھی نہیں، یہ سب تو حضر ت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ اور احمد مسیح پاک کے باغوں کی خوشہ چینیاں ہیں اور ان ہستیوں کے سمندروں کے چند قطرے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو نافع الناس بنائے۔ اس کی پروف ریڈنگ کے سلسلے میں مربی سلسلہ صہیب احمد صاحب نے بہت معاونت فرمائی ہے ۔ اُن کی تہہِ دل سے مشکور ہوں۔ اللہ تعالیٰ اُن کو دین و دنیا کی سعادتیں عطا فرمائے۔ آمین

امتہ الرشید بدر

رازِحقیقت

وقت غیر محسوس طور پر کتنی تیزی سے گزر جاتا ہے۔ ہر گزرتے دن میں ہونے والا واقعہ قصّۂ پارینہ بن جاتا ہے۔ کتنی تیزی سے انسان بچپن اور جوانی کی حدود پھلانگ کر بڑھاپے کی دہلیز تک پہنچ جاتا ہے۔کتنی تیزی سے زمانے کی صف لپیٹ دی جاتی ہے۔ نظامِ کہنہ مٹتے جاتے ہیں اور اُن کی جگہ نئے نظام لے لیتے ہیں کتنی نئی تہذیبیں پرانی تہذیبوں کو نگلتی جاتی ہیں۔کتنے جوان رعنا شاداب چہرے امتدادِزمانہ سے ڈھلنے لگتے ہیں اور پھر صفحۂ ہستی سے معدوم ہوتے چلے جاتے ہیں ان کی جگہ نئے چہرے لے لیتے ہیں۔ غرض فنا اور تغیّر کا ہاتھ ہر شے کو نگلتا جاتا ہے۔عالمی،قومی یا ذاتی سطح پر گزرنے والا ہر واقعہ درسِ عبرت دیتا چلا جاتا ہے۔ہر رشتہ، ہر تعلق آہستہ آہستہ ساتھ چھوڑتا جاتا ہے اور اگر نہ بھی چھوڑے تو ایک وقت ایسا آتا ہے کہ انسان سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر دارُ الآخرۃ سدھار جاتا ہے۔ یہ تمام چیزیں انسان کو ایک غیر متبدل،باوفا،لازوال اور مقتدر ہستی کی طرف توجہ دلا رہی ہے جس کی خاطر وہ پیدا کیا گیا ہے جس سے ربط بڑھانے کی خاطر وہ پیدا کیا گیا ہے۔ یہ دنیا دارالابتلاً ہے قدم قدم پر انسا ن کے لئے طرح طرح کے مسائل جنم لیتے ہیں جن سے نکلنے کی سعی میں اور اچھے دنوں کے انتظار میں انسان اپنی تمام زندگی گزار دیتا ہے۔ سچی خوشی اور سچی خوشحالی انسان کو حاصل نہیں ہوسکتی جب تک اُسے یہ یقین اور اطمینان حاصل نہ ہوجائے کہ اُسکا ایک معین ومددگار

اور زبردست قدرتیں اور طاقتیں رکھنے والا آقا ہے ،مولا ہے۔ اسے ہر دکھ اور تکلیف سے نجات دے سکتا ہے ۔ آنِ واحد میں اُسے مشکلات و مصائب سے رہائی دلانے کی قدرت رکھتا ہے ۔ دونوں جہاں میں اُس کا معین و مددگار ہے تو دولتِ اطمینان قلب سے وہ مالا مال ہو جاتا ہے ۔ کسی بھی نقصان اورخسارے اور ڈر خوف سے آزاد ہوتا چلا جاتا ہے۔ اسی جہاں میں اُ سکی زندگی جنت نشان بن جاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود اس حقیقت کو اپنے ایک شعر میں یوں بیان فرماتے ہیں۔

اس جہاں میں ہے وہ جنت میں ہی بے
ریب و گماں
وہ جو اک پختہ توکّل سے ہے مہماں
تیرا

(درثمین صفحہ 43)

خداتعالیٰ سے تعلق رکھنے والا جانتا ہے کہ اُس کے خزانے بھرے ہوئے ہیں۔ مانگنے والوں کو عطا کرتا ہے، ٹوٹے بگڑے کاموں کو سنوارتا ہے ، گھبراہٹوں میں امن دینے والا، درد والم کی سیاہ راتوں میں دلوں کو ڈھارس دینے والا، لاعلاج مریضوں کو شفا دینے والا۔اُس کی درگاہ میں نہ نقصان کا ڈر، نہ خسارے کا خوف، ضرورتوں کے وقتوں میں حاجت مندوں کا حاجت روا، اُن راہوں سے رزق عطا کرنے والا ہے جن کے متعلق انسان سوچ بھی نہیں سکتا، تصور بھی نہیں کرسکتا،توکّل کرنے والوں کی عجیب کفالت کرنے والا،70ماؤں سے بڑھ کر محبت کرنے والا، اپنے عاجز نحیف و نزار کمزور بندوں کی دعائیں سننے والا،بڑی عظمتوں اور شان کے باوجود عاجز مخلوق پر رحم کرنے والا، اُس کی دوستی، بے وفائی سے منزّہ ہے۔ حضرت خلیفتہ المسیح الرابع رحمہ اللہ اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں کہ

تو تو ایسا نہیں محبوب کوئی اور
ہونگے
وہ جو کہلاتے ہیں دل توڑ کے جانے
والے
تو تو ہر بار سرِ راہ سے پلٹ آتا ہے
دل میں ہر سمت سے پل پل میرے
آنے والے

سو ہمارا فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جس مقصد کے لئے پیدا فرمایا ہے یعنی اپنا عبد بننے کی خاطر اُس مقصد کو نظر انداز نہیں کرنا

چاہیے ۔ ہر ان اپنے اعمال کا محاسبہ کرتے رہنا چاہیے کہ کیا وہ اس دلبر ازل کے حضور پیش کرنے کے لائق بھی ہے یا نہیں۔

نماز لقائے الٰہی کا پہلا ذریعہ ہے

اللہ تعالیٰ نے اس کارخانۂ عالم کو انسان کی خاطر پیدا کیا اور کائنات کی ہر شے کو اُسکی خاطر مسخّر کیا اور اُس کی خدمت پر لگا دیا ۔اس کو صاحب عقل و خرد اور صاحب شعور ہستی کے طور پرپیدا فرمایا ۔ خیر او رشر کی اُسے پرکھ بخشی ۔ سوچنے ،سمجھنے اور غور وفکر کا ملکہ عطا فرمایا۔ اسی بناء پر اُسے اپنی تمام مخلوقات پر فوقیت اور برتری عطا فرمائی اور اپنے تمام اخلاق اور صفات کا عکس ظلّی طور پر اپنے وجود سے منعکس کرنے کی صلاحیت بخشی ۔ اُسے زمین میں اپنا نائب اور خلیفہ اور جانشین مقرر فرمایا اور اُسکی پیدائش کا مقصد فقط اپنی عبادت ،اطاعت اور بندگی قرار دیا اور فرمایا

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُونِ

اور میں نے جن و انس کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیاہے۔

(سورة الذاريات آيت :57)

یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ہمارا رشتہ عابد اور معبود کا ہے باوجود اُس کے کہ اُس کی ذات عظیم الشان قوتوں اور لازوال طاقتوں اور حسین تر صفات کی حامل ہے ۔ کمال احسان اور رحم فرماتے ہوئے انسان جیسی کمزور ہستی کو اذنِ نماز بخشا نہ صرف اذنِ نماز عطا کیا بلکہ نمازوں کو ہم پر فرض کیا اور قیامِ نماز کے ذریعے اپنے قربِ لقاء اور رؤیت کے سامان پیدا فرمائے۔ نماز اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی کلید اور تمام نعمتوں کی جان ہے۔ دیدارِ ہستی باری تعالیٰ کے لئے بمنزلہ آئینہ کے ہے۔ نماز حیاتِ روحانی کی ضامن ہے اور روحانی زندگی کا سرچشمہ ہے۔ تمام عبادتوں کا مغز ہے ۔ تمام راحتوں کی کنجی ہے ۔ اسی کے ذریعے دیدارِ الٰہی،رویئت

الہٰی کی نعمت میسر اتی ہے۔ نماز بہترین دکرِ الہٰی ہے ۔ بندے کے اللہ تعالیٰ کے سامنے عجزو انکسار ،تذلّل اور عبودیت کے اظہار کا ذریعہ ہے ۔

جس طرح جسمانی بقا کے لئے انسان دن میں کئی بار روٹی،پانی اور دیگر غذائیں استعما ل کرتا ہے، اسی طرح روحانی زندگی اور روحانی بقا کا ذریعہ نماز ہے۔ نماز کے بغیر انسان کی روحانی قوتیں انحطاط پذیر ہونا شروع ہوجاتی ہیں۔ اس کی تمام سوچیں،افکار و خیالات سفلی دنیا کے گرد گھومنے لگتے ہیں۔ ذکرِ الہٰی سے بدذوقی اور بُعد پیدا ہونا شروع ہوجاتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی لِقا روئیت اور محبت اور توجہ سے محروم ہونا شروع ہوجاتا ہے۔ حالت نماز میں آپ اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتے چلے جاتے ہیں۔ کثرت عبادت، کثرت شکر سے انسان کی توجہ الیٰ اللہ میں ترقی ہوتی ہے اور انسان کو لِقاء الہٰی کی نعمت میسر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی لِقأ جب کسی انسان کو حاصل ہوجاتی ہے تو پھر اُس کے آثار بھی ظاہر ہونا شروع ہوجاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عام انسانوں سے ہٹ کر مختلف سلوک اُس سے فرماتا ہے۔اُس کے افضال و انعامات بارش کی طرح اُس پر نازل ہوتے ہیں۔ دنیاوی اور اخروی نعمتوں کے دروازے اُس کے لئے وا کئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی فعلی شہادت کے ساتھ اُس پر جلوہ گر ہوتا ہے ۔ اس سے محبت کا اظہار فرماتا ہے۔ رویائے صالحہ اور کشوف اور تائیدات غیبیہ کے ذریعے اُس پر جلوہ گر ہوتا ہے۔ اُسے مستجاب الدعوات ہونے کا نشان عطا کیا جاتا ہے۔ کثرت سے اُسکی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے۔ اُس کے دوستوں اور بہی خواہوں اہل وعیال کا معین و مددگار ہوتا ہے۔ اُسکے دشمنوں کا دشمن ہوجاتاہے۔ ایسا انسان اسی دنیا میں جنت میں سکونت رکھتا ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں۔

اس جہاں میں ہے وہ جنت میں ہی بے
ریب و گماں
وہ جو اک پختہ توکل سے ہے مہماں تیرا

(درثمین صفحہ 43)

حضرت مصلح موعود□ فرماتے ہیں کہ

سجدہ کا اذن دے کر مجھے تاجور کیا
پاؤں تیرے کہاں میرا ناچیز سر کہاں

الغر ض نماز مقصدِ حیات، تمام عبادات کی جان،دنیا و آخرت کی کامرانیوں کی کلید، سرچشمہ روحانیت ، ایک ایسا حسین سفر جس پر چلتے چلتے منزل لقاءِ الہٰی بالآخر انسان کا مقدّر بن جاتی ہے۔ نماز اذکار مُحامد تسبیح و تحلیل کا مجموعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ احسانِ عظیم ہے کہ اُس نے

انسان کو ادن نماز بخشا۔ وہ عظیم الشان ہستی جس کی سلطنت زمین و اسمان پر حاوی ہے۔ ذرّے ذرّے پر جس کا تصرّف ہے۔ وہ انسان کو اپنے در پر آنے کا نہ صرف اذن دیتا ہے بلکہ جو اس کے دروازے پر آتا ہے اور محبت سے در کھٹکھٹا تا ہے۔ اس کی محبت کا جواب محبت سے دیتا ہے اور انعامات و اکرام سے نوازتا ہے۔ نماز میں انسان اپنے رب کے قریب ترین ہوتا ہےبشرطیکہ نماز اپنی تمام تر شرائط کے ساتھ اداکی جائے۔

نماز کےذریعے انسان لقاء الٰہی کا سفر شروع کرتا ہےاور بالآخر منزل مقصود کو پا لیتا ہے۔ درجہ بدرجہ آگے بڑھتا ہے پہلے سستی اور کسل غالب آنے سے نماز میں ذوق اور حضور کا فقدان ہوتا ہے مگر جب نماز پر دوام اختیار کرتا ہے تو رفتہ رفتہ نماز میں حظ اور لذت پیدا ہونے لگتی ہےاور نماز اُس کا محبوب ترین عمل بن جاتا ہے اور نماز ایسی روحانی غذا بن جاتی ہے جس کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ حقیقی نماز جو اللہ تعالیٰ کے فیوض و برکات کو کھینچتی ہے اور اسکے انعام و اکرام کا حقدار انسان کو بناتی ہے۔ وہ یونہی حاصل نہیں ہوجاتی بلکہ لمبی ریاضتوں اور ایک عمر کی کاوشوں کے بعد حاصل ہوتی ہے جس میں کہ انسان اپنے روبرو خدائے بزرگ و برتر کو دیکھتا ہے اور دیدارِالٰہی کی نعمت سے فیض یاب ہوتا ہے۔

تو نماز جو ہے وہ ان سارے انعامات کی کنجی ہے جب انسان دن میں پانچ مرتبہ اللہ ربُّ العزت کے دربار میں نماز کی صورت میں حاضر ہوتا ہے تو نماز اُس کے ذہن و دل سے اللہ تعالیٰ کی یاد کو محو ہونے نہیں دیتی اور یوں وہ دن میں پانچ مرتبہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرتا ہے مگر ایسی نماز میسر نہیں آسکتی جب تک آپکے یقین اور ایمان کی پختگی کمال تک پہنچی ہوئی نہ ہو۔جب تک انسان رَبِّ اِنِیٔ اَختَرّ تُکَ عَلیٰ کُلِّ شَیٌ کی عملی تصویر نہ بن جائے۔ مَنْ اَ سْلَمَ وَجْھَہٗ لِلّٰہِ وَھُوَ مُحْسِنٌ کی عملی تصویر نہ بن جائے۔ جب تک اپنے سب معاملات خدا کے سپرد نہ کردے یہ وہ حالت ہے جس کے بارے میں ہمارے پیارے نبی حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ فرماتے ہیں۔

ترجمہ: حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺنے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس نے میرے ولی سے دشمنی کی میں اُس سے اعلان جنگ کرتا ہوں۔ میرا بندہ جتنا میرا قرب اُس چیز سے حاصل کرتا ہے جو مجھے پسند ہے اور میں نے اس پر فرض کردی ہے،حاصل کرسکتا ہے اتنا کسی اور چیز سے حاصل نہیں کرسکتا اور نوافل کے ذریعے میرا بندہ میرے قریب ہوجاتا ہے۔ یہاں تک کہ

میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس کو اپنا دوست بنا لیتا ہوں تو میں اسکے کان بن جاتا ہوں ،جن سے وہ سنتا ہے۔ اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اُس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے۔ اُس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے یعنی میں ہی اُسکا کارساز بن جاتا ہوں۔ اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اسکو دیتا ہوں اگر وہ مجھ سے پناہ چاہتا ہے تو میں اُس کو پناہ دیتا ہوں۔

(بخاری کتابُ البَرکات حدیقتہ الصالحین صفحہ 236)

غرضیکہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات یوں تو نہیں کہ جیسے ایک انسان دوسرے انسان سے ملتا ہے یا اپنے عزیزو
اقارب سے ملاقات کرتا ہے بلکہ وہ تو غیر محدود اور بے انتہا عظمتوں والی ہستی ہے۔ اسے انسان انسانی پیرائےمیں
ملاقات کس طرح کرسکتا ہے۔

جیسا کہ سورۃ انعام کی آیت نمبر 104میں فرماتا ہے کہ

ترجمہ:

نظریں اُس تک نہیں پہنچ سکتیں مگر وہ نظروں تک پہنچتا ہے۔ وہ بہت ہی باریک بین اور باخبر ہے۔

مطلب یہ کہ اُس لطیف و خبیر ہستی تک انسان اپنی طاقت اور زور سے نہیں پہنچ سکتا بلکہ اللہ تعالیٰ انسان پر رحم کر کے خود اس تک پہنچتا ہے اُسے اپنے قرب کے اطوار سکھاتا ہے اُس کی ہدایت کےسامان فرماتا ہے۔ انبیاء علیھم السلام کے ذریعے انسان کو اپنی راہوں کی طرف آنے کا عرفان عطا کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی لِقاء توجہ رحم اور تفضّل حاصل کرنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ہماری نمازیں حضورِقلب اور عجزو انکساری کا مرقعّ ہوں۔ فرمانِ رسول عربی حضرت اقدس محمد مصطفیٰ کے مطابق دورانِ نماز ہماری کیفیات ایسی ہوں کہ گویا ہم خدا کو دیکھ رہے ہیں۔ اگر یہ نہ ہوسکے تو یہ تو ہو کہ گویا خدا ہم کو دیکھ رہا ہےپھر یہ ضروری ہے کہ ہم اُسکے احکامات کی عزت کریں۔ اپنے ہر معاملہ کے حل کے لئے ربّ کریم کی طرف رجوع کریں۔ اُس کے احکامات کو اہمیت دیں اُن سے بے اعتنائی نہ برتیں۔ دوسرا یہ کہ اُسکے احسانات کو یاد کرتے رہیں جو دن رات ان گنت بار ہم پر ہور ہے ہیں جب آپ اپنے دلی جذبات کو محبتِ ذکر شکر اور احسان مندی کے جذبات کے ساتھ قیامِ نماز کی طرف توجہ دیں گے تو اللہ تعالیٰ کا سلوک آپ کے ساتھ عام انسانوں سے الگ ہوتا چلا جائے گا۔ عام دنیوی

تعلقات میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ جب ہم اپنے پیاروں کو اہمیت دیتے ہیں بار بار اُن سے ملاقات کے خواہاں ہوتے ہیں اُن کی عزت کرتے ہیں۔ پسِ پردہ اُن کے ذکر اچھے الفاظ میں کرتے ہیں تو ہمارے اُن کے ساتھ تعلقات مضبوط ہوتے چلے جاتے ہیں لیکن جب ہم اپنے قریبی لوگوں سے بے اعتنائی برتتے ہیں اُن سے عدم توجہی کرتے ہیں تو ہم اُن سے قریب ہو کر بھی دور ہورہے ہوتے ہیں۔ سو اللہ تعالیٰ جو تمام رشتوں کی جان تمام محبوبوں سے زیادہ پیارا ہے جس نے ہمیں خلعت وجود بخشا اپنی نعمتوں کو پانی کی طرح ہم پر بہا دیا۔ ہماری پیدائش سے پہلے ہماری بقا کے سامان کے طور پر زمین و آسمان اور ان کی ہر شے کو ہماری خدمت پر لگا دیا۔ تو ہمار ابھی فرض ہے کہ ہم بھی بہت محبت کے ساتھ اُسکا ذکر کریں۔ سو جب ہم اس احسان مندی اور شکر گزاری کے جذبات کے ساتھ ذکرِ الٰہی کرتے ہوئے بار بار اُس کے در پر حاضر ہونگے تو نتیجتاً اللہ تعالیٰ بھی ہم پر رحم و رأفت کا سلوک فرمائے گا۔ ہماری دعائیں اور التجائیں قبول فرمائے گا۔ ناگہانی آفات سے ہماری حفاظت فرمائے گا۔ دشمن کے بداراداوں سے ہمیں محفوظ رکھے گا ۔ اگر ہم اُ س کے احکامات سے بے اعتنائی برتیں گے ، نماز اور دوسری عبادات سے غافل ہونگے، سستی اور کسل رکھیں گے، اس کے بندوں کے حقوق سے غفلت برتیں گے تو سخت کفرانِ نعمت کرنے والے ہونگے اور اس صورت میں ہرگز لقائے الٰہی کی نعمت کو پا نہیں سکیں گے۔اللہ تعالیٰ جو تمام کائنات کا خالق و مالک ہے، تمام ارواح اجسام اور انواع واقسام کی مخلوقات زمین و آسمان اور جو کچھ ان کے درمیان موجود ہے سب اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید اور حمدو ثناء میں رطب اللسان ہے کیوں کہ وہ ہستی ایسی ہے جو تمام عالمیں سفلی اور علوی کو عدم سے وجود میں لانے والی ہے۔ اس لئے ہر شے طبعاً اُس سے محبت کرتی ہے اور اُس کی اطاعت میں فنا ہے اور اُس کی طرف کھینچی چلی آتی ہے لیکن ہم اُن کی تسبیح و تحمید اور حمدو شنا اور صلوٰ ۃ کو سمجھ نہیں سکتے۔ اللہ تعالیٰ اس حقیقت کو قرآن کریم میں ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے کہ

ترجمہ:

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی ہے جس کی تسبیح کرتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے جو زمین میں ہے اور پر پھیلائے ہوئے پرندے بھی ان میں سے ہر ایک اپنی صلوٰۃ اور تسبیح کا طریقہ جانتا ہے اور جو وہ کرتے ہیں۔ اللہ اس کا خوب علم رکھتا ہے۔

(سورۃ النور آیت42)

ہم دیکھتے ہیں کہ جس قدر انبیاء اس دنیا میں گزرے ہیں ان سب کا بعثت کا مقصد ہی قیام توحید اور خدا اور اُسکے بندے کے درمیان تعلق استوار کرنا تھاشرک اور بت پرستی کے اندھیروں میں گم خود تر اشیدہ اصنام کی پوجا سے نجات دلوا کر معبودِ حقیقی کے آستانہ سے جوڑنا تھا۔ خدائے واحدویگانہ کی عبادت کے مناسک اور عبودیت کے اسلوب سکھانا تھا۔ تمام انبیاء نے اس مقصد کے لئے بے انتہا قربانیاں دیں۔ مخلوقِ خدا کو قِسم قِسم کے اندھیروں اور ظلمات سے نجات دلوا کر توحید کے نور سے منور کیا سب سے بڑھ کر حضرت اقدس محمد مصطفیٰ نے اس راہ میں اپنی جان گداز کی۔ قیام نماز اور قیامِ عبادت کے لئے آپ کی تڑپ اور بے قراری کی مثال تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔ قبل از نبوت گھر سے میلوں دور تن تنہا غارِ حرا میں کئی کئی روز یادِ الہٰی اور عبادتِ ربّ دو جہاں کے لئے قیام کرنا، مکہ کی گلیوں میں راتوں کو لا اِلٰہَ اِلاَّ اللہ کا ورد کرتے ہوئے خانہ کعبہ میں نماز تہجد کے لئے تشریف لے جانا آپ کی یہ عاشقانہ حالت دیکھ کر آپ کے جانی دشمن بھی پکار اٹھے کہ عَشِقَ مُحَمَّد رَبَّہ کہ ”محمد اپنے رب کا عاشق ہوگیا“۔کبھی آپ نماز کو آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دیتے ہیں، کبھی قیام و رکوع اتنے لمبے فرماتے ہیں کہ پاؤں مبارک متورم ہو جاتے ہیں۔ آپ کی یہ حالت دیکھ کر حضرت عائشہ بے قرار ہو کر فرماتی ہیں۔

> اے اللہ کے رسول! اللہ نے آپ کے سب اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دئیے ہیں پھر آپ اتنی تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ کیا میں اپنے رب کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

یادِ الہٰی میں آپ کی نمازوں کی کیفیات کا نقشہ آپ کے ایک صحابی حضرت مطرف نے ان الفاظ میں کھینچا ہے آپ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ

ترجمہ:

> حضرت مطرف اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے آنحضور کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے دوران نماز آپ کی گریہ وزاری کی وجہ سے آپ کے سینہ سے ایسی آواز آتی تھی جیسے چکی کے چلنے کی آواز۔

(حدیقہ الصالحین صفحہ 235)

یہ تھے آپ کی عبادت کے رنگ جس کے نتیجے میں ہر آن آپ دیدارِ الہٰی کی حالت میں رہتے تھے۔ آپ کی محبت لقا رؤیت الہٰی کا نقشہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ اس آیت میں بیان فرماتا ہے ۔

ثـمّ دَنـا فـتـدَ لـیo فـکـان قـابَ قـوْ سَیْنِ اوْ ادنـیٰ

ے

ترجمہ:

اور وہ یعنی محمد مصطفیٰ بندوں کے اضطراب کو دیکھ کر اور اُن پر رحم کرتے ہوئے خدا سے ملنے کےلئے اُس کے قریب ہوئے اور خدا بھی محمد مصطفیٰ کی ملاقات کے شوق میں اوپر سے نیچے آگیا اور وہ دونوں دو کمانوں کی شکل میں متحد و تر کی طرح ہو گئے اور ہوتے ہوتے اس سے بھی زیادہ قرب کی صورت اختیار کر لی۔

(سورة النجم آیت9-10)

تو یہ تھے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ کے قرب الہٰی اور لقائے الہٰی کے رنگ جس کے نتیجے میں آپ کو لازوال روحانی رفعتیں عطا کی گئیں۔ آپ کے بارے میں ارشاد ربانی ہے کہ

”اے محمد! اگر تیری پیدائش مقصود نہ ہوتی تو یہ کائنات یہ کون و مکاں پیدا نہ کئے جاتے“

حضرت مصلح موعود نے اپنے ایک شعر میں اس حقیقت کو یوں بیان فرمایا ہے کہ

میں آپ سے کہتا ہوں کہ اے حضرتِ لولاک

ہوتے نہ اگر آپ تو بنتے نہ یہ افلاک

جو آپ کی خاطر ہے بنا آپ کی شے ہے

میرا تو نہیں کچھ بھی یہ ہیں آپ کی املاک

(کلامِ محمود ،صفحہ 287)

پھر حضرت خلیفتہ المسیح الرابعؒ کا یہ شعر اسی مضمون کی عکاسی کرتا ہے ۔آپ فرماتے ہیں

گلشن میں پھول باغوں میں پھل آپ کے لئے

جھیلوں پہ کھل رہے ہیں کنول آپ کے لئے

(کلامِ طاہر)

یعنی یہ دنیا اور اسکی تمام رنگینیاں اور گھما گھمی آپ کے دم سے ہے۔آپ وجہ تخلیقِ کائنات ہیں آپ ہی وہ مرد کامل ہیں جن پر تمام روحانی مراتب ختم ہو گئے ۔ تمام جہانوں کے راہ سلوک کے راہرو آپ کی خاک پا

تک بھی پہنچ نہیں سکتے۔ اپ تو یکتا ہیں۔ اپ کے اصحاب بھی یکتا اور ایسی قوم وہ بن گئے کہ جب سے کائنات تخلیق ہوئی ہے چشمِ فلک نے ایسے جانثار لوگ نہیں دیکھے جنہوں نے اللہ اور اسکے رسول کی خاطر بڑی سے بڑی قربانیاں دیں۔ جہاں تک کہ اُن میں سے ہر ایک قُلْ اِنَّ صَلَا تِی وَنُسُکِی وَمَحْیَا یَ وَمَمَا تِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِینَ کی عملی تصویر بن گیا۔ اللہ اور اسکے رسول کی خاطر اور اسکی راہ میں جان و مال و آبرو لٹانے لگے اور وہ جانثاری کی مثالیں قائم کیں کہ قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے روشن اور رہنما ستارے اور مینارۃ نور بن گئے۔ آنحضورﷺ کی قیام نماز کے لئے بے قراری کی مثالیں جب ہم تاریخ میں پڑھتے ہیں تو بے اختیار زبان پر درود جاری ہوتا ہے کہ کس طرح بسترِ مرگ پر جب تک چلنے پھرنے کی طاقت رہی ، نماز باجماعت ادا کرتے رہے اور جب چلنے کی ، کھڑے ہونے کی سکت نہ رہی تو سہارا لے کر نماز ادا کی۔ پھر آپ کی بسترِ مرگ پر بے قراری اور مضطربانہ نصائح اور صحابہ کو یہ فرمانا کہ یہود و نصاریٰ پر لعنت ہو کہ جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔ دیکھنا میرے بعد تم ایسا نہ کرناپھر حجتہ الوداع میں آپ کی نصائح کہ میں تم میں سرچشمۂ توحید کتاب اللہ قرآن حکیم چھوڑ ے جاتا ہوں اسے مضبوطی سے پکڑو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔

غرض خالق اور مخلوق عابد اور معبود کے درمیان آپ واسطہ بن گئے اور وہ پیارا خدا ہاں وہ پیار اخزانہ جس سے مخلوق خدا ناآشنا تھی آپ نے اس سے مخلوق کو روشناس کروایا۔ انسانیت جو دردوالم اور ظلم و ستم کے اندھیروں میں سسک رہی تھی،بھٹک رہی تھی۔ آپ اُس کے نجات دہندہ بن گئے۔ پیاس سے مرتی ہوئی تڑپتی ہوئی انسانیت کو خالقِ دوجہاں کی رحمتوں کے چشمۂ صافی تک لے گئے اور ایسا کیوں نہ ہوتا کہ آپ مہرِ تاباں جو ٹھہرے۔ سراج منیر کے ہوتے ہوئے ظلمات کب ٹھہر سکتی تھیں۔

آپ کی پیروی صالحیت، شہادت، صدیقیت اور نبوت کے اعلیٰ وارفع مقامات سے امت کے بہت سے لوگوں کو سرفراز کرتی رہی ہے۔ آج بھی کرتی ہے اور قیامت تک کرتی رہے گی۔ خدا کی پاک وحی اور لقا آج بھی آپ کے پیروکاروں کے لئے جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گی۔

حضرت مسیح موعود جو آنحضرتﷺ کے عاشق و صادق اور امتی نبی امام مہدی اور مسیح ابن مریم جیسے روحانی مناصب پر فائز فرمائے گئے ہیں۔ جو آنحضور ﷺ کے اعمال ،افعال اور اقوال کی عکسی تصویر ہیں۔ آپ نے بھی قیام عبادت اور عشقِ الٰہی میں اپنے آقا اور مطاع حضرت اقدس محمد مصطفیٰﷺکے نقوش قدم کی بدرجہ اتم پیروی کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں

انسان کبھی خداتعالیٰ کا قرب حاصل نہیں کرسکتا جب
تک اقامِ الصّلوٰ ۃ نہ کرے۔ نماز ایک ایسا شربت ہے جو ایک بار
پی لے اُسے فرصت ہی نہیں ہوتی اور فارغ رہ ہی نہیں سکتا۔
ہمیشہ اُس سے سرشار اور مست رہتا ہے۔اُسے اس سے ایسی
محویت ہوتی ہے کہ اگر ساری عمر ہزار بار بھی اسے چکھتا
ہے تو پھر بھی اسکا اثر نہیں جاتا۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 346)

سلطان القلم حضرت اقدس مسیح موعود کی تحریرات اعجاز سے کم نہیں۔ روح القدس کی تائید سے لکھی گئی یہ تحریریں دلوں پر گہرا اثر کرتی ہیں۔ دراصل یہ آپ کی وارداتِ قلبی ہیں اور آپ کے دل کی کیفیات ہیں جو آپ اپنی کتابوں میں رقم فرماتے ہیں۔ آپ نماز کے انسانی زندگی پر اثرات اور انسانی زندگی میں اس کی اہمیت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ خدا کی رحمت سے فائدہ اٹھانے کا اصل قاعدہ یہی ہے۔ خدا تعالیٰ کا یہ خاصہ ہے کہ جیسے انسان کا قدم بڑھتا ہے ویسے ہی خدا کا قدم بڑھتا ہے ۔ خدا تعالیٰ کی خاص رحمتیں ہر ایک کے ساتھ نہیں ہوتیں۔ اس لئے یہ جن پر ہوتی ہیں اُن کے لئے نشان بن جاتی ہیں۔ پیغمبرِ خدا کو دیکھ لو کہ نبی کریم□پر اُن کے دشمنوں نے کیا کیا کوششیں آپ کی ناکامیابی کے واسطے کیں مگر ایک پیش نہ گئی۔ حتیٰ کہ قتل کے منصوبے کئے مگر آخر ناکامیاب ہوئے ۔ خدا تعالیٰ یہ تجویز پیش کرتا ہے کہ اپنے دلوں میں خداتعالیٰ کی محبت اور عظمت کا سلسلہ جاری رکھیں اس کے لئے نماز سے بڑھ کر کوئی شے نہیں کیوں کہ روزے تو ایک سال کے بعد آتے ہیں اور زکوٰۃ بھی صاحبِ مال کو دینی پڑتی ہے ۔آپ فرماتے ہیں کہ

اپنی نماز کو ضائع نہ کریں، اسے ضائع نہ کریں اسکے نتیجے
میں آپ کو ایسی طاقت ملے گی کہ آپ کے لئے حسنات پر عمل
کرنا آسان ہو جائے گا۔ آپ خدا کے خاص بندوں میں شمار
ہونگے۔

حضر ت مسیح موعود کی بعثت ایسے وقت میں ہوئی جب اسلام کا نام رہ گیاتھا۔ قرآن کے الفاظ باقی تھے مسجدیں نمازیوں سے خالی اور ویران تھیں ، دلوں میں شرک، کفرو ضلالت اور بت پرستی اور خدا تعالیٰ سے دوری گھر کر چکی تھی۔ آپ نے اسلام کی حیاتِ نو اور نشأۃ ثانیہ ،قیام توحید، قیامِ عبادت کا بیڑہ اٹھایا۔ اللہ تعالیٰ کی محبت دلوں میں قائم کرنے کا بیڑہ اٹھایا۔ خود بھی حد درجہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کی پھر اللہ تعالیٰ نے بھی جواباً اسی محبت کا اظہار فرمایا جس کی نظیر نہیں ملتی۔ اللہ تعالیٰ آپ سے اظہار محبت کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ

اے میرے احمد تجھے بشارت ہو کہ تو میری مراد ہے
اور میرے ساتھ ہے میں نے اپنے ہاتھ سے تیرا درخت لگایا۔تیرا
بھید میرا بھید۔ تو میری درگاہ میں وجیہہ ہے میں نے اپنے لئے
تجھے چنا تو مجھ سے ایسا ہے جیسے میری توحید اور تفرید۔

(تذکرہ ،صفحہ نمبر 315)

پھر فرمایا

”یا احمدی انت مرادی ومعی یحمدک اللہ من عرشہ“

”اے میرے احمد تو میری مراد ہے اور میرے ساتھ ہے اللہ عرش پر سے تیری تعریف کررہا ہے“

(تذکرہ صفحہ 239)

سعئ قیامِ توحید اور قیامِ عبادات اور قیام نماز کی برکت سے یہ تھی اللہ تعالیٰ سے آپکی ملاقات اور آپ پر اللہ تعالیٰ کے افضال و انعامات کی بارشیں جو کہ سو سال سے جاری ہیں اور آج تک ہور ہی ہیں۔ قومیں آپ سے برکت پا رہی ہیں۔آپ کا نام زمین کے کناروں تک گونج رہا ہے۔

حضرت مصلح موعود نماز کے متعلق قرآن کریم کی ایک آیت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

عبادت کا موقع دینا ایک احسانِ الٰہی ہے مگر افسوس ان لوگوں پر جو نماز کو ایک چٹی سمجھتے ہیں۔رسول کریم نے فرمایا نماز اپنے رب کی زیارت ہے اور زیارتِ الٰہی ایک انعام ہے کوئی اپنے محبوب کی زیارت کو چٹی نہیں سمجھے گا۔ آنحضرت نے تو عبادت کی یہ شان بتائی ہے ۔آپ فرماتے ہیں کہ صحیح نماز یہ ہے کہ تو خداتعالیٰ کو دیکھ لے اگر یہ نہ ہوسکے تو کم از کم یہ تصور تو ہو کہ خدا تجھے دیکھ رہا ہے “۔

(تفسیر کبیر جلد چہارم صفحہ 374)

حضرت مصلح موعود ایک عظیم مصلح جن کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ساٹھ کے قریب الہامات ہوئے جن میں موعود بیٹے کی عظیم الشان مساعی اور آپ کی کامرانیوں کی خبریں دی گئیں کہ وہ آئے گا تو توحید کے نور سے دنیا منور ہوگی۔ دین کے شگوفوں کو پھل لگیں گے آپ کا نزول بہت برکت والا ہوگا الغرض بے شمار احسن صفات آپ کی پیشگوئی مصلح موعود میں بیان کی گئیں ہیں۔ مسیح موعود علیہ السلام کی ایک پیشگوئی یہ بھی ہے

خَذ و التَوْحِیْدَ یَا ابْنَائے فارِس

"اے ابنائے فارس توحید کو مضبوطی سے پکڑ لو"

یہ الہام بھی آپ کی ذات میں بڑی شان سے پورا ہوا۔آپ نے دس سال کی عمر میں اپنے رب سے یہ عہد کیا کہ اب ساری عمر نماز نہیں چھوڑوں گا اور نہ صرف اس عہد کو اپنی ذات میں نبھایا بلکہ ساری جماعت کو عبادات پر مضبوطی سے قائم فرمایا۔

آپ نے قیامِ عبادت اور لقائے الہٰی پر شاندار لیکچر دئیے ۔ قیام عبادت اور لقائے الہٰی پر آپ کی شاندار کتابیں ذکرِ الہٰی ،عرفانِ الہٰی اور منہاج الطالبین ہیں جن میں خدا اور بندے کے درمیان تعلق کو ایسے انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ جو بھی ان کا مطالعہ کرتا ہے وہ فقط رسمی عبادت نہیں کرتابلکہ وہ عرفانِ الہٰی او ر دیدارِ الہٰی کی نعمت سے مالا مال ہو جاتا ہے۔ خداتعالیٰ اُس کی دعائیں قبول فرماتا اور اُس پر اپنے فضلوں کی بارش نازل فرماتا ہے ۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نماز کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

> خدا کرے کہ ہم ان نصائح پر عمل کرنے والے ہوں۔ خدا کے نزدیک سچے اور پاک وجود بن جائیں۔ پس چاہیے کہ پورے ذوق و شوق کے ساتھ حقیقی نمازوں پر ایسی نمازوں پرجن کا نتیجہ لقائے الٰہی ،رضائے الہٰی اور اللہ تعالیٰ کے بے انتہا افضال و انعامات ہیں،قائم ہو جائیں اور اپنی اس قیامِ نماز کے لئے سعی کو تیز کردیں جبکہ دنیا کی معمولی معمولی اشیاء کے حصول کی خاطر سخت محنت درکار ہے تو خدا جو ایک قیمتی خزانہ ہے۔ اُسے حاصل کرنے کے لئے کس قدر محنت درکار ہوگی۔

(صلوٰۃ الوسطیٰ صفحہ نمبر22)

یٰا اَیُّھَا الاِ نْسَانُ اِنَّکَ کَادِحٌ اِلٰی رَبِّکَ کَدْ حاً فَمُلٰقِیْہِ ۝

(الانشقاق آیت:7)

اے انسان تو پورا زور لگا کر اپنے رب کی طرف جانے والا ہے اور پھر اُس سے ملنے والا ہے

یہ آیت ہمیں خبردار کررہی ہے کہ خدا کو پانا لقائے الہٰی کا حصول کس قدر مشکل ہے اور کس قدر محنت اور مشقت اس کے لئے درکار ہے۔

قرآن کریم کے آخری پارے میں سورۃ کوثر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

اِنــا اعْطيْـنكَ الــكوْ ثـرَ۝ فـصَلِّ لِـرَبّـِکَ وَ انــحَرْ۝ اِن
شَـا نِـئَکَ ھُـوَ الْاَبْـتَرْ ۝

ترجمہ:

یقیناً ہم نے آپ کو کوثر عطا کی ہے۔ پس اپنے رب کے لئے
نماز پڑھ اور قربانی کر یقیناً تیرا دشمن ہی ابتر رہے گا

(سورۃ الکوثر)

اس سورۃ میں کامیابی کے حصول اور جب کامیابی حاصل ہو جائے دونوں صورتوں میں عبادات اور قربانی اور حصولِ قرب الٰہی کی تلقین فرمائی گئی ہے دینی اور دنیاوی کامرانیوں کا حصولِ قربانی کے بغیر ممکن نہیں پھر منکرین کے لئے قرآن کریم میں بڑی وعید آئی ہے جو مساجدا ور عبادت گاہوں سے روکتے ہیں۔ خدا اور اس کے بندے کے درمیان حائل ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ انہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

کیا تو نے اس شخص پر غور کیا ہے جو نماز سے روکتا ہے ایسے بندے کو جب وہ نماز پڑھتا ہے کیا تو نے غور کیا ہے کہ اگر وہ عظیم بندہ ہدایت پر ہو یا تقویٰ کی تلقین کرتا ہو کیا تو نے غور کیا کہ اگر اس نے پھر بھی جھٹلا دیا اور پیٹھ پھیر لی کیا وہ نہیں جانتا کہ یقیناً اللہ اُسے دیکھ رہا ہے، خبردار اگر وہ باز نہ آیا تو ہم اُسے پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹیں گے ایسی پیشانی جو جھوٹی اور خطاکار ہے۔ پس چاہیے کہ وہ اپنی مجلس والوں کو بلا ئے ہم ضرور دوزخ کے فرشتے بلائیں گے خبردار اُس کی پیروی نہ کر، سجدہ ریز ہوجا اور قرب حاصل کرنے کی کوشش کر۔

(سورۃ علق آیات 10تا20)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ایسے ظالموں کو جونماز سے روکتے ، عبادات میں اور خدا اور بندے کے تعلقات کے مابین رخنہ انداز ہیں وعید سنائی ہے اور عذاب الیم کی خبر دی ہے اورا پنے عبادت گزار بندوں کو ایسے شریروں سے بچنے اور اپنے حضور عبادتیں بجا لانے اور اپنا قرب حاصل کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔

موجودہ دور کے فتنوں اور مظالم سے نجات حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی عبادات اور ایسی نمازوں کی توفیق عطا فرمائے جو زمانے کی کایا پلٹ دے، باطل بھاگ جائے، دین حق تمام ادیانِ باطلہ پر غالب آجائے، صداقت کا بول بالا ہو اور باطل اپنی تمام نہوستوں کے ساتھ بھاگ جائے۔آمین

خَیْرُ کُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَہُ

تم سے بہترین شخص وہ ہے جو قرآن سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔
(صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن باب خیر کم من تعلم القرآن وعلمہ ،حدیث:5027)

اس مضمون کا عنوان حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی ایک حدیثِ مبارکہ ہے۔ جس میں آپ نے قرآن کریم سیکھنے اور دوسروں کو سکھانے والے اس پر عمل کرنے والے اسکو تعویزِ جاں بنانے والے کی قرآنِ کریم سے بے اعتنائی برتنے والے اُسے مہجور کی طرح چھوڑنے والے اور اُسے نہ سیکھنے سکھانے والے پر اُس پر عمل نہ کرنے والے پر برتری اور بڑائی بیان فرمائی ہے ۔ اس کی اس قدر برتری اور بڑائی نبی پاک ﷺ نے کیوں بیان فرمائی ہے اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اس عظیم الشان اور عالمین کے لئے نفع رساں کتاب کے نزول کے تعلق میں کائنات کی خالق و مالک ہستی یعنی اللہ رب العزت کی ذاتِ اقدس کا عمل دخل ہے جو مخلوق کے لئے سراسر شرف ہے اور مخلوقات پر رحم کی غرض سے نازل کیا گیا۔
جیسا کہ فرماتا ہے

ترجمہ:

یعنی یہ اُس ہستی کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے
(سورۃ الشعراء آیت 193)

پھر یہ جس ہستی پر نازل کیا گیا وہ بھی وجہ فخرِ کائنات جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات کو پیدا کیا فرمایا

اگر تیری پیدائش مقصود نہ ہوتی تو یہ زمین و آسمان سب جہاں پیدا نہ کئے جاتے۔

یہ ہے وہ جو ربّ دو جہاں کی محبوب ترین ہستی ہے۔ رحمۃ اللعالمین ہے۔
جیسا کہ فرمایا

نُزِّلَ عَلَى مُحَمَّدٍ

(سورۃ محمد آیت3)

پھر جو اس کو لے کر اترا ہے وہ بھی ملائکہ میں سے بہترین اللہ تعالیٰ کا پیغام رساں فرشتہ جبرائیل علیہ السلام ہے جیسا کہ فرمایا

ترجمہ:

یعنی اس کو لے کر ایک امانت دار فرشتہ تیرے دل پر اترا ہے
(الشعراء:194-195)

پھر یہ کہ کسی چیز یا کسی ہستی کی اہمیت یا تو اُسکے حسن کی وجہ سے ہوتی ہے یا اُس کی خوبیوں کی وجہ سے یا اُس کے نفع رساں ہونے کے سبب سے یہ تینوں کمالات قرآنِ کریم میں بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں ظاہری الفاظ اور عبارت اورحسن اور دلکشی میں یکتا ترین پھر اس کے مضامین عالمِ روحانی اور مادی کا احاطہ کئے ہوئے کوئی دنیاوی یا روحانی مسائل ایسے نہیں جن کا حل قرآن کریم میں موجود نہ ہو کوئی دنیوی یا اخروی ضروریات ایسی نہیں جن کا سامان قرآن کریم میں موجود نہ ہو اس کی نفع رسانیوں کا تو ذکر ہی کیا سچے عاشقوں پر دونوں جہاں کی برکات کے دروازے کھولنے والا ربِّ دو جہاں کے منہ کی باتیں ہدایتوں کا منبع صداقتوں کا چراغ برکتوں کا مجموعہ ہر خیر کی کنجی زندگی کی نوید ہے۔ دنیاوی اور اخروی نعمتوں کی جان ہے۔ آنحضور ﷺ کے فرمان کے مطابق اس کے پڑھنے پڑھانے والے اس پر دل و جان سے عمل کرنے والے زندہ اسے پسِ پشت ڈالنے والے مردہ پاک سرشت متّقیوں کے لئے ہدایت اور رحمت اور اُن پر حقائق دقائق اور معارف کے موتی لٹانے والا بد باطن کج رو کو گمراہی میں اور بھی بڑھانے والا ایسا زندہ اور طاقتور کلام کہ جس کی حفاظت کا ذمہ خود خدائے قادر اور توانا نے لیا۔ 1400سال سے تمام عالم کو اپنی مثل لانے کا چیلنج دے رہا ہے مگر کسی کو طاقت نہیں کہ اس کی مثال لا سکے اگر کوئی اس کی مثل لانے کا دل میں ارادہ بھی کرے یا اس کی اہانت کا مرتکب ہو، فی الفور دو جہانوں میں اس کی بیخ کرنے والا، اس کا ہر ہر حرف روشنیوں کا چراغ کفر وضلالت اور گمراہی کی تاریکیوں کو ملیا میٹ کرنے والا، متقیوں اور محبت کرنے والوں پر معارف اور حقائق کے موتی لٹانے والا، سفلی خیالات کی بیخ کنی کرنے والا،عقل و خرد کو جِلادینے والا، روحانی اور جسمانی قوتوں کو اور استعدادوں کو نشوونما دینے والا، قوتِ بصارت کو اور ذہن کو طاقت دینے والا، شرک کے ایوانوں میں زلزلہ برپا کرنے والا،قیامِ توحید کے لئے چمکتا ہوا سورج مصائب و آلام دکھوں اور تکالیف کے اندھیروں میں اپنے عاشقوں کی پناہ گاہ ، ہر مسئلے کے حل کے لئے مادرِ مہربان سے زیادہ ہمدردانہ نصائح کرنے والا ہے۔ انتہائی شفیق ناصح، گھٹیا اور نیچ اخلاقیات سے نجات دے کر خلقِ عظیم پر فائز کرنے والا، اپنے سچے پیروکاروں اور عاشقوں کو کبھی تنہا نہ چھوڑنے والا، روحانی اور جسمانی مریضوں کو شفا دینے والا، اطمینانِ قلب کا خزانہ دلوں کا نور اور سرور سچی اور حقیقی خوشیوں کا خزانہ علوم عالمیں کی کنجی

کائنات کے اسرار ورموز کھولنے والا، رب دو جہان کی فولی کائنات 1400سال سے اللہ کی حفاظت میں اور ایسی شاندار حفاظت کہ نہ اس کی ظاہری عبارت اور الفاظ میں کوئی دخل دے سکے نہ اس کی معنوی صداقتوں میں کوئی رخنہ اندازی کرسکے۔

حفاظت الٰہی کی کیا شان ہے۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ

(الحجر:10)

کی آیت اس کے گر د حصار کئے ہوئے کھڑی ہے۔ خدائے کریم کی نظر کے سامنے ہے یہ کتاب 1400سال سے لاکھوں بندگانِ خدا اس کو پڑھ کر اس پر عمل کر کے اپنی دنیا و آخرت سنوارتے چلے آئے ہیں۔ حسن اور نور اور علم و معرفت کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندرحضرت اقدس محمد مصطفیٰ□ کی ذاتِ اقدس کی عکسی تصویر یہ وہ کتاب ہے جو اعلیٰ وارفع مقامات تک انسان کی رسائی کرتی چلی آئی ہے اس کتاب کی پیروی کے نتیجے میں حضرت اقدس مسیح موعودؑکو نبوت کے مقام پر سرفرار فرمایا گیا۔ آپ حسنِ قرآن کریم کے عاشقِ صادق اور ایک عالم کو قرآن پاک کے عشق میں سرشار کرنے والے ہیں۔

آپ کس وارفتگی کے عالم میں قرآن کریم سے محبت کا اظہار فرماتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے

جمال و حُسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

کیا وصف اس کے کہنا ہر حرف اس کا گہنا
دلبر بہت ہیں دیکھے دل لے گیا یہی ہے

حضرت مسیح موعودؑ اس کے پڑھنے سیکھنے سکھانے والے کے متعلق اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں ۔

قرآں کتاب رحماں سکھلائے راہِ عرفاں
جو اس کے پڑھنے والے اُن پر خدا کے فیضاں

الغرض قرآنِ کریم میں عجب روحانی تاثیریں ہیں اس کا شغف رکھنے والے اسے سیکھنے اور سکھانے والے علمی اور اخلاقی لحاظ سے دوسروں سے ممتاز ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پر ایمانی قوتیں اُن کی بڑھتی چلی جاتی ہیں۔ اُن کا توکل عجیب شان رکھتا نقشِ دوئی اُنکے دلوں سے محوہوتا چلا جاتا ہے توحید اور اللہ تعالیٰ کی ”وحدانیت“کے پرستار بنتے چلے جاتے ہیں۔ باطل کے بڑے بڑے طوفانوں سے ٹکرانے کا حوصلہ اُن میں پیدا ہوتا چلا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ابتلاؤں اور مصائب کے پہاڑ بھی اُن کی راہ میں اُن کی ترقیات کی راہ میں روک نہیں بن سکتے۔

آنحضور کی حدیثِ مبارکہ

ترجمہ:

یعنی جو شخص قرآن کو اچھی مہارت کے ساتھ پڑھتا ہے وہ بڑی عزت والے فرشتوں اور نبیوں اور عاشق قرآن بزرگ صحابہ کے ساتھ ہوگا اور جو قرآن کو کوشش اور محنت کر کے پڑھتا ہے اسے دوگنا ثواب ہوگا کیوں کہ ایک تو قرآن پڑھنے کا ثواب دوسرا محنت اور مشقت کرنے کا بھی اجر ہے۔

(سنن ابو داؤد حدیث: 1454)

پھر پیارے نبی حضرت اقدس محمد مصطفیٰ نے فرمایا کہ اللہ کے گھر میں اکٹھے ہو کر جب لوگ تلاوتِ کلامِ پاک کرتے ہیں قرآن کریم خود سیکھتے اور دوسروں کو سکھاتے ہیں تو ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سیکنت نازل ہوتی ہے اور ان کو رحمتِ خداوندی ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے اُن پر سایہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا اپنے پاس بیٹھے ہوؤں سے ذکر کرتا ہے۔ پھر یہ نہیں کہ قرآن کریم کی برکات اور اسکے فیضان صرف اس کے پڑھنے والے اور اس پر عمل کرنے والے تک ہی محدود رہتے ہیں بلکہ اس کے اہل و عیال عزیز و اقارب دوستوں تعلق داروں پر بھی وسیع ہوتے چلے جاتے ہیں۔ آنحضور کی حدیثِ مبارکہ

جس شخص نے قرآن پڑھا اس پر عمل کیا تو اس کے ماں باپ کو قیامت کے دن دو تاج پہنائے جائیں گے جن کی روشنی سورج کی چمک سے بھی زیادہ ہوگی پھر جب اسکے ماں باپ

کا یہ درجہ ہو تو خود اس شخص کا جس نے قران سیکھا ہوگا کیا درجہ ہوگا۔

(سنن ابوداؤد باب قراءۃ القرآن حدیث:1453)

یہ حدیثِ مبارکہ ہمیں یہ ترغیب دلاتی ہے کہ ہم نہ صرف خود قرآن کریم سیکھیں اس کی تلاوت سے اپنے شب و روز منور کریں بلکہ اپنے بچوں کو بھی اس نعمت سے متمتع کریں اُن کو قرآن کریم سکھانے اور قرآن کریم کی محبت اُن کے دلوں میں پیدا کرنے کی ترغیب دلائیں کیوں کہ یہ ایک ایسی نعمت ہے جس کے آگے تمام دنیا کی نعمتیں ہیچ ہیں یہ ایسی نعمت ہے جو انسان کو زمین کی پستیوں سے نکال کر ترقیات اور عزتوں کے بلند مینار تک پہنچاتی ہے کیوں کہ غلبہ اور رفعتیں اس پاک کتاب کا مقدر ہیں ۔ حدیثِ مبارکہ ہے

ترجمہ:

کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے بعض اقوام کو ترقیات عطا کرے گا اور بعض اقوام کو تباہ و برباد کرے گا۔

یہ حدیثِ مبارکہ ہمیں خبردار کررہی ہے کہ اگر ہم نے خداتعالیٰ کی رضا اُس کے قرب حاصل کرنا ہے دنیا و آخرت کی نعمتوں اور برکات سے حصہ لینا چاہتے ہیں تو ہمیں قرآن کریم کو حرزِ جان بنانا ہوگا،تعویزِ جان بنانا ہوگا۔ قرآن کریم کو عزت دینا ہوگی تبھی ہم آسمان پر عزت پانے کے حق دار ہونگے۔ آج مسلمانوں کی ذلت و نکبت اور ادبار کی وجوہات یہی ہیں کہ اُنہوں نے قرآن کریم کو پسِ پشت ڈال دیا ہے ۔ قرآن کریم محض زبانوں تک محدود ہے اور حلق سے نیچے نہیں اترتا ہے دل پر اثر انداز نہیں ہوتا اعمال میں نہیں ڈھلتا یہی وجہ ہے کہ وہ روز بروز ذلت کی گہرائیوں میں گرتے چلے جاتے ہیں۔اخلاقی حالتیں تباہ ہوتی چلی جاتی ہیں دل سے تقویٰ اور خوفِ خدا مفقود ہواجاتا ہے بڑے بڑے جرائم اور بڑے بڑے گناہوں پر دیدہ دلیری پیدا ہورہی ہے۔ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی مثال اور حالات کامطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن شریف پر عمل کی بَرَکت سے اُنہوں نے دنیا جہان کے علوم پر عبور حاصل کیا۔علمی اور اخلاقی لحاظ سے تمام عالم پر چھا گئے۔اُن کی فتوحات اور ترقیات کے کارناموں سے تاریخ کے صفحات بھرے پڑے ہیں۔اُن کی قابلِ تقلید داستانیں زبانِ زد عام ہیں آج اگر مسلمان دوبارہ ترقی کرنا چاہیے ہیں ،دوبارہ وہی عروج اور رفعتیں حاصل کرنا چاہتےہیں تو اُن کو قرآن کریم کی طرف دوبارہ رجوع کرنا ہوگا۔ قرآن کریم کو اپنی زندگی کا مقصد بنانا ہوگا۔جب ہی وہ دنیا میں پہلی سی رفعت اور شان و شوکت حاصل کرسکتے ہیں۔ایک بہت ہی خوبصورت حدیثِ مبارکہ ہے۔فداہِ نفسی حضرت اقدس محمد مصطفیٰ فرماتے ہیں:۔

ترجمہ:

یعنی قرآن کو پڑھنے والے اور اس پر عمل کرنے والے خدا تعالیٰ کے اہل ہیں گویا اس کے گھر کے افراد ہیں۔

اب جو لوگ خدا تعالیٰ کے گھر کے افراد بن جائیں اُن کو تو دنیا کے ہموم و غموں سے نجات مل جائے گی وہ خدا تعالیٰ کی پناہ اور حصار عافیت میں آجائیں گے خدا تعالیٰ اُن کی ضروریات کا متکفل ہو جائے گا اُن کا تو ہر روز روزِ عید ہوگا ہر شب شبِ برات ہوگی اس لئے کہ زمین و آسمان کا بادشاہ جس کے قبضۂ قدرت میں زمین وآسمان کی کنجیاں ہیں وہ اُن کی ہر ضرورت اور ہر حاجت کو پورا کرنے کی قدرت رکھتا ہے پھر اُن کو دنیا وآخرت میں کیا غم ہوگا خوشیاں ہی خوشیاں اُن کا مقدر ہونگی۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

"قرآن میں وہ انواع و اقسام کی خوبیاں جمع ہیں کہ وہ انسانی طاقتوں سے بڑھ کر معجزہ کی حد تک پہنچ گیا ہےاور ہمیشہ کے لئے بشارت دی کہ اس دین کی کامل طور پر پیروی کرنے والے ہمیشہ آسمانی نشان پاتے رہیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ہم یقینی اور قطعی طور پر ہر ایک طالبِ حق کو ثبوت دے سکتے ہیں کہ ہمارے سیّدو مولیٰ آنحضرت کے زمانہ سے لے کرآج تک ہر ایک صدی میں ایسے باخدا لوگ ہوتے رہے ہیں جن کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ غیر قوموں کو آسمانی نشان دکھلا کر ان کو ہدایت دیتا رہا ہے------ان لوگوں کا ہزار ہا تک عدو پہنچتا ہے۔"

(کتاب البریۃ روحانی خزائن جلد 13صفحہ 91-92)

پھر فرماتے ہیں

اللہ جل شانہٗ کا وہی کلام ہے جو الہٰی طاقتیں اور برکتیں اور خاصیتیں اپنے اندر رکھتا ہے سو آؤ جس نے دیکھنا ہو دیکھ لے وہ قرآن شریف ہے جسکی صد ہا روحانی خاصیتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ سچے پیرو اس کے ظلّی طور پر الہام پاتے ہیں اور تادم مرگ رحمت اور برکت ان کے شامل ہوئی ہے سو یہ خاکسار اسی آفتاب حقیقت سے فیض یافتہ ہے اور اسی دریائے معرفت سے قطرہ بردار ہے۔

(شحنہ حق روحانی خزائن جلد نمبر2صفحہ 373-374)

آپ برکات قرآن کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

یاد رکھو قرآن کریم سے دل اطمینان پکڑتے ہیں جو لوگ قرآن کے تابع ہو جائیں ان کے دلوں میں ایمان لکھا جاتا ہے اور روح

القدس انہیں ملتا ہے روح القدس نے ہی قران کو اتارا ہے تا قرآن ایمان داروں کے دلوں کو مضبوط کرے۔

(مکتوباتِ احمد جلد سوم ایڈیشن اول صفحہ 37-38)

پھر قرآن شریف کی پیروی کرنے والوں اسے اپنے تمام دنیاوی اور دینی معاملات میں مقدم رکھنے والوں اسے سیکھنے اور دوسروں کو سکھانے والوں کیلئے حضرت مسیح موعود کی مندرجہ ذیل تحریر میں کیا شاندار خوشخبریاں ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ

ایک معجزہ قرآن کریم کا اس کی روحانی تاثیرات ہیں جو ہمیشہ اس میں محفوظ چلے آتے ہیں یعنی یہ کہ اس کی پیروی کرنے والے قبولیت الہٰی سے مشرف کئے جاتےہیں خدا تعالیٰ ان کی دعاؤں کو سنتا ہے انہیں محبت اور رحمت کی نظر سے جواب دیتا ہے بعض اسرارِ غیب پر نبیوں کی طرح انہیں مطلع کرتا ہے اپنی تائید اور نصرت کے نشانوں سے اپنی دوسری مخلوقات سے ممتاز کرتا ہے یہ بھی ایسا نشان ہے جو قیامت تک امتِ محمدیہ میں قائم رہے گا اور ہمیشہ ظاہر ہوتا چلا آیا ہے اور اب بھی موجود اور متحقق ہے مسلمانوں میں سے اب بھی ایسے لوگ دنیا میں پائے جاتے ہیں جن کو خدا تعالیٰ اپنی تائید خاصہ سے مؤید فرما کر الہامات صحیحہ ورویائے صادقہ و مبشرات و مکاشفات غیبیہ سے سرفراز فرماتا ہے ۔

(مکتوبات احمد جلد نمبر 3صفحہ 53)

حضرت مسیح موعود کی وجد آفرین تحریرات جو قلبِ انسانی پر سحر طاری کرتی ہیں اور عجیب عالمِ روحانی کی سیر کراتی ہیں اور دلوں کو بقعئہ نور بناتی چلی جاتی ہیں کس حسین پیرائے میں آپؑ فرماتے ہیں۔

”لاکھوں مقّدسوں کا یہ تجربہ ہے کہ قرآن شریف کی اتباع سے برکاتِ الہٰی دل پر نازل ہوتی ہیں اور ایک عجیب پیوند مولیٰ کریم سے ہوجاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے انوار اور الہام ان کے دلوں پر اُترتے ہیں اور معارف اور نکات اُن کے منہ سے نکلتے ہیں ایک قوی توکل اُن کو عطا ہوتی ہے اور ایک محکم یقیں اُن کو دیا جاتا ہے اور ایک لذیذ محبتِ الہٰی جو لذت وصال سے پرورش یاب ہے ان کے دلوں میں رکھی جاتی ہے اگر ان کے وجودوں کو ہاون مصائب میں پیسا جائے اور سخت شکنجوں میں دے کر نچوڑا جائے تو ان کا عرق بجز حُبُ اللّٰہ کے اور کچھ نہیں دنیا ان سے ناواقف اور وہ دنیا سے دور تر و بلند تر ہیں خدا کے معاملات ان سے خارق عادت ہیں انہیں پر

ثابت ہوا ہے کہ خدا ہے انہیں پر کھلا کہ ایک ہے جب وہ دعا کرتے ہیں تو وہ ان کی سنتا ہے جب وہ پکارتے ہیں تو وہ انہیں جواب دیتا ہے جب وہ پناہ چاہتے ہیں تو وہ اُن کی طرف دوڑتا ہے وہ باپوں سے زیادہ اُن سے پیار کرتا ہے اور ان کے درو دیوار پر برکتوں کی بارش برساتا ہے پس وہ اسکی ظاہری و باطنی و روحانی و جسمانی تائیدوں سے شناخت کئے جاتے ہیں اور وہ ہر ایک میدان میں ان کی مدد کرتا ہے کیوں کہ وہ اس کے اور وہ ان کا ہو جاتا ہے۔"

(سرمہ چشم آریہ روحانی خزائن جلد 2صفحہ 79حاشیہ)

تو یہ ہیں قرآن کریم کو سیکھنے اور سکھانے اس پر عمل کرنے اس کو ہر شے پر مقدم کرنے والوں کے فضائل۔ آج حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی برکت سے قرآن عظیم جو کہ انوارِ الہٰی کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے اور آفتاب ہدایت ہے پوری آب وتاب سے اُفق عالم پر چمک رہا ہے اب قرآن کی دلوں پر حکومت ہے وہ قرآن کہ جس کے بارے میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ نے فرمایا تھا کہ 1400سال بعد قرآن دنیا سے اُٹھ جائے گا اسلام کا نام رہ جائے گا قرآن کے الفاظ رہ جائیں اور ابنائے فارس میں سے ایک شخص یا چند اشخاص اگر ایمان قرآن اور اسلام ثریا پر بھی جا پہنچا تو وہ رجل فارس اُسے دوبارہ واپس لے آئے گا اور قرآن کی حکومت کو دلوں میں قائم کرے گاسو ایسا ہی ہے آج قرآنی علوم پر خلافت کی برکت سے مسیحائی برکت سے بہار آئی ہوئی ہے ۔ دین کے شگوفوں کو پھل پھول عطا ہور ہے ہیں قرآن کے سینکڑوں زبانوں میں تراجم ہو رہے ہیں۔ قومیں اس کے سیکھنے اور دوسروں کو سکھانے اور اس کی آیات کو اپنے اعمال میں ڈھالنے سے بہتر سے بہتر ہوتی چلی جارہی ہیں ہر قوم قرآن کریم کے چشمۂ صافی سے بھر بھر کے جام پی رہی ہے اورا پنی دنیا و آخرت کو سنوارتی چلی جارہی ہے۔ قرآن کریم پر عمل کرنے والے اس کے منکر ین سے ممتاز ہوتے چلے جاتے ہیں اور ہر لحاظ سے ان پر غالب آتے چلے جاتے ہیں۔ روحِ انسانی پر بہاروں کا دور چل رہا۔ قرآنی انوار کی بدولت شرابِ محبتِ الہٰی کے جام لنڈھائے جار ہے خدا اور بندوں کے درمیان نہ ٹوٹنے والے ربط استوار ہو رہے ہیں۔زندگی کی نوید قرآن کریم کی اشاعت کی بدولت نوعِ انسانی کو سنائی جارہی ہے ۔ اللہ تعالیٰ کی توحید کے ترانوں سے زمین و آسمان گونج رہے ہیں۔ قرآنی انوار کی بدولت آسمان کا خدا زمین پر اتر آیا ہے
۔

قلبِ مومن پہ ہے انوار سماوی کا نزول
روشن اس جگ کو یہ اللہ کا دیا کرتا ہے

(کلامِ محمود ،صفحہ 227)

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قرآن کریم سیکھنے اور دوسروں کو سکھانے کی توفیق عطا فرماتا چلا جائے تا چراغ سے چراغ روشن ہوتے چلے جائیں جن کی روشنی سے عالم بقعۂ نور بنتا چلا جائے۔
اے اللہ! تو ایسا ہی کر۔
آخر میں محاسنِ کریم پر چند شعر پیش کروں گی۔

ہیں رنگ و نور اور نکہت بھر قرآن کی باتیں
کہ ہیں سرو و شمن ریحان و سنبل یاسمیں باتیں
تیرا ہر فعل حرف کُن تیرا ہر قول اعجازی
نہ ایسے کام دنیا میں نہ ہیں ایسی کہیں باتیں
تیرے ہر حرف کے صدقے اندھیرے نور سے بدلیں
دلوں میں روشنی بھر دیں تیری نورِ یقیں باتیں
بہت اونچی تیری شانیں تخاطب پھر بھی بندوں سے
ہیں شاہد خلق ارفع کی تیری یہ دلنشیں باتیں

اَلْکَاسِبُ حَبِیبُ اللّٰہِ
”اپنے ہاتھ سے روزی کمانے والا اللہ کا دوست ہے“۔
(مسند احمد بن حنبل حدیث:17265)

اس حدیث کامطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ محنت سے رزق حلال کمانے والے سے محبت کرتا ہے۔ محنت کے لغوی معنی ہیں۔رنج ،دکھ ،تکلیف،کوشش، مشقت، ریاضت، مزدوری، کام کاج، کام کی اجرت۔

دنیا میں آج ہم جتنی ترقی یا سہولیات دیکھتےہیں یہ سب اُن محنتی انسانوں کی مشقتوں اور محنت کا نتیجہ ہے جو وہ قرنوں اور زمانوں سے کرتے چلے آرہے ہیں۔ مشہور مقولہ ہے کہ حرکت زندگی اور جمود موت ہے۔ ہم کوئی بھی مادی یا روحانی ترقی حاصل نہیں کرسکتے جب تک محنتِ شاقہ کو اپنا شعار نہ بنا لیں۔ محنت ، کوشش، سعیٔمسلسل سے ہی اعلیٰ دنیاوی اور روحانی مراتب ملتے ہیں۔ دونوں جہان کے تمام انعامات محنت،مشقت اور ریاضت کے مرہونِ منت ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:۔

اَنْ لَّیْسَ لِلْاِ نْسَانِ اِلاَّ مَا سعیٰ

ترجمہ:

یعنی انسان کے لئے کچھ نہیں سوائے اُس کے جو اُس نے کوشش یا سعی کی۔
(سورۃ النجم آیت 40)

بعض لوگوں کی طبیعت پر سستی یا کاہلی کا عنصر زیادہ ہوتا ہے۔ آرام طلبی اُن کی ہڈیوں، گوشت پوست اور خون میں سرایت کرجاتی ہے۔ کسی بھی خیر خواہ کی کوئی نصیحت اُن پر کارگر نہیں ہوتی۔ بیوی بچوں کی تنگدستی اُن پر اثر نہیں کرتی۔ جس کے نتیجے میں آہستہ آہستہ غیرت و حمیّت بھی اُن کے دل سے رخصت ہونے لگتی ہے۔ دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلانے کو وہ عار نہیں سمجھتے۔ دوسروں کے محنت سے کمائے ہوئے مال اور خوشحالی سے حسد کرنے لگتے ہیں اور اُنہیں حرام کمائی کا طعنہ دیتےہیں۔ خود جس اولاد کو مانگے کے لقمے کھلا کھلا کر پالتےہیں ۔ اُن کےاندر سے پیدائشی طور پر سوال سے کراہت ختم ہوجاتی ہے اس طرح معاشرہ بے کار،بے فائدہ اور دوسروں پر بوجھ بنے ہوئے لوگوں سے بھر جاتا ہے۔ جن کو فقط ایک ہی فکر ہوتی ہے کہ کسی گھر سے کہیں سے آجائے تو پیٹ کا دوزخ بھر لیں کسی کی اترن آجائے تو تن ڈھانک لیں۔ بے کار وجود وہ ہیں جن سے نہ معاشرے کو کوئی فائدہ پہنچے نہ اُن کے اہلِ خانہ کو۔ یہاں تک کہ وہ اپنی جان کے مفاد کو بھی پسِ پُشت ڈال دیتےہیں۔ وہ اُس آکاس بیل یا طفیلیوں کی طرح ہوتے ہیں جو دوسروں کی طاقتیں اور خون چوس کر زندہ رہتےہیں اس طرح اُن لوگوں کا حق کھاتے ہیں جو واقعی مستحق ہیں ، جو مسکین ہیں، یتیم ہیں یا اسیر ہیں یا مقروض ہیں اور کوئی راہ نہیں پاتے کہ اپنے حالات اچھے کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں زکوٰۃ کو اپنی عبادت کے بعد دوسرے نمبر پر رکھا ہے یعنی :۔

وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ

(البقرہ:44)

کا حکم دے کر ۔ یہ اُن اللہ کے کمزور بندوں کے لئے مختص قوی اموال میں حصہ دار بننے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ اپنی خداداد صلاحیتوں ، ہنر یا تعلیم ، عقل یا جسمانی طاقتوں کو کام میں لا کر اپنے وجود کو بے کار بننے سے بچا سکتے تھے۔ دنیا میں جب ہم عظیم لوگوں کی زندگیوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ کس طرح اُنہوں نے سخت محنت اور اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر دنیا میں انقلاب عظیم بر پا کئے ۔ دنیا کی کایا پلٹ دی۔ تمام انبیاء اولیاء اور دنیاوی یا سیاسی لیڈر کس قدر محنت اور مشقت سے اپنا نصب العین حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ روحانی میدان میں سب سے بڑھ کر ہمارے پیارے نبی حضرت محمد □ قابلِ تقلید نمونہ ہیں۔ جب کہ دنیاوی اور سیاسی میدان میں قائداعظم رحمتہ اللہ، سلطان صلاح الدین ایوبی اور بےشمار روحانی اور دنیاوی مشاہیر جن کی تعداد اور جن کے کارناموں کی فہرست طوالت کے خوف سے بیان کرنی ناممکن ہے۔ کس طرح ان کی زندگیاں معمورالاوقات تھیں۔ کام، کام اور فقط کام اُن کا نصب العین تھا۔ نبی کریم □ کسی چھوٹے سے چھوٹے کام کو بھی عار نہ سمجھتے۔آپ اپنی امت سے بھی یہی توقع رکھتے۔ حضرت ابوہریرہ□ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت □ نے فرمایا

”ہر نبی نے قبل از بعثت بکریاں چرائی ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا کہ کیا حضور نے بھی چرائی ہیں۔آپؐ نے فرمایا ہاں کچھ معاوضہ پر میں بھی مکہ والوں کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔“

(صحیح بخاری باب رعی الغنم علی قراریط)

حضرت مقداد بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ □ نے فرمایا کہ

اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کوئی روزی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی کھایا کرتے تھے۔

(صحیح بخاری کتاب البیوع باب کسب الرجل وعملہ بیدہ)

حضرت ابنِ عمر□ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت □ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا لوگوں کو سوال سے بچنا چاہیے۔ اوپر والا ہاتھ جو خرچ کرنے والا ہے نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب بیان ان الیہ العلیا خیر سن الیہ الفلیٰ)

آنحضور □ نے سوال سے بچنے کی بہت تاکید فرمائی یہاں تک کہ اپنی اولاد کے لئے بھی آپ نے سوال سے کراہت اور محنت مشقت کی زندگی کو ترجیح دی۔

حضرت ابنِ اعبد بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی□ نے کہا کہ کیا میں تجھے اپنا اور فاطمہ بنتِ رسول □ کا ایک واقعہ نہ

سناؤں۔حضرت فاطمہ انحضورؐ کو اپنے تمام رشتہ داروں سے زیادہ پیاری تھیں۔ میں نے کہا کیوں نہیں ضرور سنائیں اس پر حضرت علی نے فرمایا کہ چکی چلا چلا کر فاطمہ کے ہاتھ میں گٹے پڑ گئے اور پانی ڈھو ڈھو کر سینے پر مشکیزہ کے نشان پڑ گئے گھر میں جھاڑو دینے کی وجہ سے کپڑے میلے کچیلے ہوجاتے۔ اس عرصہ میں حضورؐ کے پاس کچھ خادم آئے میں نے کہا فاطمہ حضورؐ کے پاس خادم آئے ہوئے ہیں اگر مانگو گی تو ایک مل جائے گا جاؤ جا کر کوئی خادم مانگ لو۔ جب وہ حضورؐ کے پاس آئیں تو دیکھا کہ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں آپ واپس آگئیں دوسرے دن پھر گئیں حضورؐ نے پوچھا کیسے آئی ہوتو آپ پھر خاموش رہیں۔ حضرت علی نے کہا میں بتاتا ہوں یہ کس لئے آئی ہیں۔ چکی چلا چلا کر ہاتھ میں گٹے پڑ گئے ہیں اور مشک اُٹھا اُٹھا کر سینے پر نشان پڑ گئے ہیں۔آپؐ نے فرمایا تھا کہ اگر میرے پاس خادم آئے تو میں تمہیں دوں گا پس آپ اسے کوئی خادم دے دیں تاکہ یہ اس جانکاہ محنت سے بچ جائے۔ آنحضور یہ سن کر فرمانے لگے فاطمہ اللہ سے ڈرو۔ اپنے رب کے فرائض ادا کرو۔ گھر کے کام کاج خود کرو۔ جب رات کو سونے لگو تو 33بار سبحان اللہ 33بار الحمدللہ اور 34 بار اللہ اکبر کا ذکر کرو۔ یہ کل سو بار ہوئے یہ نوکر چاکر کی تمنا سے بہتر ہے۔ اس پر فاطمہ نے عرض کیا کہ میں اللہ اور اُس کے رسول کی رضا پر اضی ہوں۔

(سنن ابوداؤد کتاب)

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بات پر بھی قادر ہے کہ انسان کو بیٹھے بٹھائے سب کچھ مل جاتا اور اُسے کچھ بھی نہ کرنا پڑتا اس صورت میں اچھے اعمال کی صورت میں ترقی کی دوڑ اور دوسروں سے سبقت لے جانے کی خواہش ختم ہوجاتی اگر محنت نہ ہوتی تو زندگی کی امنگ ختم ہوجاتی۔ زندگی کے مقاصد ختم ہوجاتے جبکہ اللہ تعالیٰ تو یہ چاہتا ہے کہ انسان اُس کی دی ہوئی تمام صلاحیتوں کو بُروئے کار لا کر اپنی دنیاوی اور اخروی زندگی کو سنوارے خوب سے خوب تر بناتے ہوئے آگے سے آگے بڑھتا چلا جائے۔ جیسا کہ قرآن کریم سورۃ الانشقاق آیت نمبر7 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

یٰـا اَیُّـھَـا الْاِنْـسَـانُ اِنَّـکَ کَـا دِحٌ اِلـیٰ رَبِّـکَ کَـدْ حًـا فَـمُـلٰقِـیْـہ

(الانشقاق:۷)

”اے انسان تو پورا زور لگا کر اپنے کی طرف جانے والا ہے اور پھر اُسے ملنے والا ہے“

غرض دنیا کی اور آخرت کی کوئی نعمت بغیر محنت کوشش کے حاصل نہیں ہوسکتی۔

ہم دیکھتے ہیں کہ کسان زمین میں بیج ڈالتا ہے۔ فصل کو پانی دیتا ہے کھاد ڈالتا ہے ۔ سال یا چھ ماہ تک راتوں کے اوقات میں اور دن کو فصل کی دیکھ بھال کرتا ہے اگر وہ محنت نہ کرے تو یہ جو اناج ،پھل ،سبزیاں ،کپاس بازاروں سے مفقود ہونا شروع ہو جائیں اور انسان، حیوان ،چرند، پرند بھوکے مرنے لگیں۔ اگر مزدور کارخانوں میں کام نہ کریں تو انواع و اقسام کی ضروریاتِ زندگی کی اشیاء مارکیٹ سے غائب ہو جائیں۔ پھر معمار اگر فارغ بیٹھ جائیں تو ہمارے سر پر چھت نہ ہو، نہ کوئی مکان بنے ، نہ دوکان ، نہ کوٹھیاں، نہ بنگلے، نہ حویلی، نہ جھونپڑی۔ گرمی،سردی،بارش سے سر چھپانےکو جگہ نہ ملے۔ پھر لوہار اگر لوہے کی اشیاء بنانا چھوڑ دے تو نہ چھری ، نہ کانٹا، نہ ہتھوڑا ، نہ چھینی ، نہ کانڈی ، نہ گرمالا،نہ درانتی ، نہ گنڈاسا بنے۔ ان اشیاء کے بغیر ہی زندگی مفلوج ہو جائے۔ آج جو معیارِ زندگی بلند ہوا ہے طرح طرح کی مشینیں ایجاد ہوئی ہیں جنہوں نے زندگی کو بہت سہل اور آسان بنا دیا ہے۔ یہ لمبے عرصے تک بہت سے محنتی انسانوں کی محنت مشقت اور کوشش کا ثمر ہےجن سے گھنٹوں کا کام منٹوں میں اور منٹوں کا کام سیکنڈوں میں ہوتا ہے۔اب سفری سہولتوں کو ہی لے لو اگر انسان محنت نہ کرتا تو یہ موٹریں ، کاریں ،ہوائی جہاز ، ریل گاڑیاں، بحری جہاز، موٹر سائیکل اور بائیسکل وغیرہ وجود میں نہ آتے جن کی بدولت مہینوں کا سفر چند گھنٹوں میں اور گھنٹوں کا سفر منٹوں میں طے ہوجاتا ہےذرائع رسل و رسائل تو جادوئی دنیا میں لے جاتےہیں۔ جب ایک بٹن دبانے یا انگلی ٹچ کرنے سے انسان زمین کے دورے کنارے پر بیٹھے ہوئے انسان سے گفتگو کرسکتا ہے اُس کے حالات دریافت کرسکتا ہے۔ انٹرنیٹ بھی کیا چیز ہے اور کیا حیرت انگیز ایجاد ہے۔ معلومات کا خزانہ ہے جو چیز بھی آپ سیکھنا چاہیں اس میں موجود۔ جو بھی آپ کا ذہن استفسار کرتا ہے وہ چیز حاضر ہے۔ لمبے عرصے سے محنتی انسانوں کی کوششوں کا یہ ثمرہ ہے جو اس نفع رساں چیز کی صورت میں نوع انسان کو مل رہا ہے۔ کمپیوٹر نے زندگی کے ہر شعبے میں انقلاب برپا کردیا ہے محنت کے بل بوتے پر ہی انسان نے خلاء کو تسخیر کرلیا ہے ،چاند تک جا پہنچا،سیاروں تک کمندیں ڈال رہا ہے۔ دور حاضر کی زندگی بہت تیز ہے ہر کوئی دوسرے سے آگے

نکل جانے کی فکر میں ہے۔ دنیاوی میدان میں بھی انقلاب برپا ہورہے ہیں اور روحانی میدان میں بھی جو محنت سے جی چراتا ہے سہل پسند ہے وہ پیچھے رہ جاتا ہے۔ سیّدہ صاحبزادی امتہ القدوس بیگم صاحبہ ایک نظم میں اس حقیقت کی عکاسی یوں فرماتی ہیں:۔

سست رو راہ رو جانتے کیا نہیں
وقت کا کارواں کب رکا ہے کہیں
جن کے بھی یاں ذرا ڈگمگائے قدم
چھوڑ پیچھے اُنہیں قافلے بڑھ گئے

(ہے دراز دستِ دعا میرا صفحہ 192)

کائنات کی ہر شے متحرک ہے کیوں کہ حرکت زندگی ہے اور جمود موت۔ انسان تو انسان آپ جانوروں،پرندوں ،حشرات الارض کو دیکھ لیں کس طرح صبح سے شام تک اپنے رزق کی تلاش میں نکل کھڑے ہوتے ہیں اور شام کو خوب سیر ہو کر اپنے اپنے گھونسلوں کی طرف لوٹتے ہیں۔ اب چیونٹی کی مثال دیکھ لیں وہ نہ صرف روز کا روز ہی اپنی خوراک کی تلاش کرتی ہے بلکہ جاڑوں کے لئے ذخیرہ بھی کرتی ہے ۔ تلاشِ رزق کے لئے اور اپنی بقاء کے لئے اُس کی جدوجہد مثالی ہے۔

چیونٹی کے بارے میں 22جون 2001ء کے الفضل میں صفحہ نمبر 5 پر دلچسپ مضمون شائع ہوا تھا اور حیرت انگیز تحقیق تھی جس میں بیان کیا گیا تھا کہ چیونٹیوں کا طرزِ رہائش عین انسان کی طرز پر ہے ۔ چیونٹیاں سخت محنت مشقت سے زندگی بسر کرتی ہیں۔ یہ درختوں کے تنوں کی چھال میں یا زیرزمین کالونیاں بنا کررہتی ہیں جو زیرِ زمین سرنگوں کے ذریعے ملی ہوئی ہوتی ہیں۔ ان میں وہ کھانے کے کمرے،آرام کرنے کےکمرے، بچوں کی پرورش کے کمرے، خوراک جمع کرنے اور ملکہ کی رہائش کے لئے الگ الگ کمرے بناتی ہیں۔ کمروں میں نمی ہوتو بچوں کو اٹھا کر خشک جگہ پر لے جاتی ہیں۔ ان کالونیوں میں کئی قسم کی چیونٹیاں ہیں کچھ تو خوراک جمع کرنے اور کالونیاں بنانے کا کام کرتی ہیں۔ کچھ چیونٹیاں کھیتی باڑی بھی کرتی ہیں یہ چھوٹی چھوٹی کھمبیوں کو باقاعدہ اپنی کالونی میں کاشت کرتی ہیں اس فصل کو کھاد دینے کے لئے باقاعدہ باہر سے درختوں کے پتے لا کر فصل کی جڑوں میں ڈالتی ہیں۔کھمبیوں کے بڑا ہونے پر انہیں کھایا جاتا ہے بعض اقسام باقاعدہ دودھ کےلئے بھینس پالتی ہیں۔ یہ چھوٹا سا

سر میں پڑ جانے والی جُوں جتنا کیڑا ہوتا ہے جسے لائنس پلانٹ کہتےہیں۔ یہ پودے کا رس چوس کر اسے میٹھے لعاب میں تبدیل کردیتا ہے جو اس کی اپنی ضرورت سے زیادہ ہوتا ہے چیونٹیاں اس کی حفاظت کرتی ہیں اور دوسرے جانوروں کو اس کے قریب نہیں آنے دیتیں اس کے بدلہ میں وہ انہیں دودھ فراہم کرتی ہیں چیونٹیاں اس لائس کو اُٹھا کر اپنی کالونیوں میں لے جاتی ہیں جس طرح ہم بھینس کا دودھ دوہتے ہیں اسی طرح لائس کےجسم سے نکلنے ولا میٹھا لعاب لے کر شوق سے کھاتی ہیں۔

(الفضل 22جون 2001ء صفحہ 5-6)

تو حیرت ناک ہے یہ ننھا سا کیڑز کس قدر مشقت اٹھا کر یہ اپنی بقا کا سامان کرتا ہے غرض ہرچھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا جاندار اپنی بقا کے لئے جدوجہد میں مصروف ہے۔ پرندے کیسی لمبی اُڑانیں بھرتے ہیں اپنی خوراک کی تلاش کے لئے الغرض ہر روحانی یا مادی نعمت کوشش اور سخت جدوجہد کی طالب ہے وگرنہ منزل مقصود تک رسائی ناممکن ہے۔ یہ تو انواعِ جاندار کی چند مثالیں تھیں کائنات کا ذرہ ذرہ حرکت میں ہے اگر ایک لمحے کےلئے کائنات پر جمود طاری ہوجائے تو فی الفور یہ کارخانۂ عالم نیست و نابود ہو جائے اور اس جہاں کی صف لپیٹ دی جائے۔ سورج چاند ستارے اپنے اپنے مداروں پر رواں دواں رہتےہیں جو تمام کائنات کی بقا کے ضامن ہیں تمام مخلوقات پر اُن کے اثرات ہیں بلکہ مخلوقات عالم کی زندگی کا انحصار ہی اُن کی گردش پر ہے۔ فرض کیجئے اگر سورج ساکن ہو جائے یا چاند یا زمین اپنی اپنی گردش روک دیں تو فی الفور کائنات کی صف لپیٹ دی جائے ۔ کس طرح سورج ایک لمحے کی تاخیر کے بغیر طلوع ہوتا ہے جو زندگی کی بقا کا ضامن ہے۔ دھوپ سے فصلیں پروان چڑھتی ہیں پودوں میں کلوروفل بنتا ہے جو تمام جانداروں کی زندگی ہے۔ بیماریاں پیدا کرنے والے جرمز ہلاک ہوتےہیں۔ سورج ، سمندروں ، دریاؤں ،جھیلوں ،ندی نالوں سے بخارات اُٹھاتا ہے جو تازہ میٹھے پانی کی صورت میں خلقِ خدا کی سیرابی کا موجب ہے ایک عالم کی پیاس بجھتی ہے گویا ہمیں خوراک اور پانی سب کچھ سورج ہی مہیا کرتا ہےپھر چاند کی اپنی تاثیریں ہیں سبزیوں و پھلوں کی نشوونما میں اپنا کردار ادا کرتا ہے۔ مدوجزر کے ذریعے سمندروں کے پانیوں کی حرکت میں رکھتا ہے اور پانی سڑتا نہیں جو سمندری مخلوق کی بقاء کے لئے ضروری ہے۔ ستاروں کی اپنی تاثیریں ہیں وہ بھی مخلوقات پر اچھے اثرات ڈال رہے ہیں۔پھر اللہ تعالیٰ نے ہواؤں کو

کام میں لگایا ہوا ہے ۔ کیا کیا کام ہوائیں کرتی ہیں بادلوں کو اٹھاتی ہیں تمام عالم میں اللہ کی رحمت کو پھیلاتی ہیں ہر جگہ برستی ہیں بیجوں کو اٹھاکر دور دور پھینک دیتی ہیں جس سے زمین میں جنگلات کی تخمریزی ہوتی ہے موسموں کو ٹھنڈا اور خوشگوار بناتی ہیں پانیوں کا نظام بھی حرکت کا مرہونِ منت ہے ۔ ندی نالے دریا حرکت میں ہیں جب ہی تو فصلوں کو پانی پہنچتا ہے پہاڑوں سے برف پگھل پگھل کر پانی رواں ہوتا ہے جو ڈیموں کی صورت میں محفوظ کیا جاتا ہے۔ جن چیزوں کو ہم جامدو ساکن سمجھتے ہیں وہ بھی حرکت میں ہیں۔ قرآن کریم کی سورتے نمل میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ۚ صُنْعَ اللَّهِ الَّذِىْ اَتْقَنَ كُلَّ شَئٍ ۚ

(النمل:89)

"تم پہاڑوں کو سمجھتے ہو کہ زمین میں گڑے ہوئے ہیں حالانکہ وہ بادلوں کی طرح چل رہے ہیں یہ اللہ کی صنعت ہے جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا۔"

اس میں زمین کے سورج کے گرد گردش اورا پنے مدار پر گھومنے کی طرف اشارہ ہے جو ہمارے سمیت ہر چیز کو لے کر گھوم رہی ہے ان مثالوں سے واضع ہوتا ہے کہ کائنات میں کام کام اور فقط کام ہورہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

میں نے کائنات کی ہر شے کو تمہاری خدمت پر لگایا ہے اور تمہارے لئےکام پر لگایا ہوا ہے تو پھر اے انسانوں میں نے تمہیں بھی بے کار پید انہیں کیا کام کے لئے اور دنیا میں اعلیٰ اعمال کے لئے تمام کائنات کو تسخیر کرنے اوراپنے نشانات پر غوروفکر کے لئے پیدا فرمایا۔ اپنی عبادت کے لئے اپنی مخلوق کی خدمت کے لئے پیدا فرمایا ہے اور بہت اعلیٰ مقاصد ہیں تمہاری پیدائش کے تاکہ تم اپنی جسمانی بقا کے لئے رزقِ حلال کی تلاش کر کے سخت محنت کرواوراپنی کوششوں کو انتہا تک پہنچا دو اور روحانی بقاء کے لئے بھی سعی و کوشش جاری رکھو تاکہ تمہیں میری خوشنودی نصیب ہو۔

سورۃ آل عمران آیت نمبر 195 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

ترجمہ:

اے ہمارے رب ہمیں وہ وعدہ عطا فرما جو تونے اپنے رسولوں پر ہمارے حق میں فرض کردیا تھا یعنی ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کرنا یقیناً تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ پس اُن کے رب نے

ان کی دعا قبول کرلی یہ کہتے ہوئے کہ میں تم میں سے کسی
عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں کروں گا خواہ مرد ہو
یا عورت۔

یہ آیت اشارہ کرتی ہے کہ دوسرے نیک اعمال اور عباداتِ الٰہیہ کی طرح حلال روزی کمانے والا،رزقِ حلال سے اپنے بچوں کی پرورش کرنے والا، رزقِ حلال سے اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ ڈالنے والا بھی اللہ کا پیارا ہے اور خدا تعالیٰ ایسے شخص پر محبت کی نظر ڈالتا ہے ۔ اللہ ایسے لوگوں کے اعمال ضائع نہیں کرے گا بلکہ اُنہیں بہت بڑے درجات ملیں گے ۔بعض لوگوں کے پاس وسائل ہوتے ہیں انہیں ضرورت نہیں ہوتی نان و نفقہ کے لئے کمانے کی انہیں بھی فارغ نہیں بیٹھنا چاہیے بلکہ جماعتی کام یا رفاعِ عامہ کے یا نوعِ انساں کی بہبودی کے کام کرنے چاہیں۔

آنحضور ﷺ کے زمانہ میں بعض صحابہ کے پاس کچھ بھی راہِ خدا میں خرچ کرنے کو نہ ہوتا تو وہ محنت مزدوری کر کے خدا کی راہ میں خرچ کرتے۔

حضرت ابو صعود روایت کرتے ہیں کہ جب آیت صدقہ نازل ہوئی تو ہم مزدوری کے لئے چلے جاتے اور مال کماتے تاکہ راہِ خدا میں خرچ کرسکیں۔ اور جو بھی کماتے آنحضورؐ کی خدمت میں پیش کردیتے۔ حضرت ابو عقیل ایک مرتبہ مجاہدینِ اسلام کے لشکر کی تیاری میں حصہ لینے کے لئے ساری رات مزدوری کرتے رہے اور دو صاع یعنی سات سیر کھجوریں حاصل کیں آدھی اپنے گھر والوں کو دے دیں اور آدھی آنحضورؐ کی خدمت میں پیش کردیں۔ آنحضورؐ کی حرم محترمہ حضرت زینب ؓ بنت حجش کاریگر تھیں وہ چمڑے کو رنگتیں اور سی لیا کرتی تھیں اور اس کسب کے ذریعے اللہ کی راہ میں خرچ کرتی تھیں۔

ایک روایت میں حضرت عائشہ ؓ بیان فرماتی ہیں کہ

حضرت زینب ؓ سوت کاتتی تھیں اور اس کی آمد سے راہ خدا میں خرچ کرتی تھیں۔

(الفضل سالانہ نمبر 1999ء صفحہ نمبر 60)

ام المومنین حضرت سودا ؓ طائف کی کھالیں بناتی تھیں اس سے ہونے والی آمدنی مکمل طور پر صدقہ و خیرات میں صرف کردیتی تھیں۔

(الفضل سالانہ نمبر 1999ء صفحہ 60)

محنت کی عظمت پر سیدنا حضرت خلیفتہ المسیح الرابعؒ کی زندگی کے واقعات کس قدر قابلِ تقلید ہیں۔ آپ فرماتے ہیں

میں نے خود زمینداری کی ہوئی ہے احمدنگر میں اور میں اتنی محنت کیا کرتا تھا کہ آپ میں سے بہت سے نہیں کرسکتے۔ اکیلا ڈھائی من کی بوری اپنی پیٹھ پر لاد کر ٹرالی میں ڈالا کرتا تھا اور مسلسل لادتا تھا تاکہ مزدوروں کو پتہ چلے کہ یہ کوئی ایسا کام نہیں جو میں اُن کو دیتا ہوں اور آپ نہیں کرسکتا۔ اسی طرح زمین سے پیداوار اپنے سائیکل پر لاد کر خود اپنے گھر پہنچایا کرتا تھا بعض دفعہ فصل پکنے پر 18-18گھنٹے اپنی زمین پر محنت کرتا تھا تو یہ خیال نہ کریں کہ جو باتیں میں آپ سے کہتا ہوں خود اس سے ناآشنا ہوں بلکہ میں یقین رکھتا ہوں کہ بہت سی ایسی محنتیں ہیں جو میں نے کی ہیں جن میں سے آپ میں سے اکثر نہیں کرسکتے۔

یورپ کے ماحول میں میرا یہ دستور تھا کہ گرمیوں کی چھٹیوں میں ایک مہینہ سیر کی خاطر محنت کر کے کمائی کرتا تھا اور ایسی سخت محنت کی ہوئی ہے کہ جس کے تصّور سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ اخبار کے بہت بھاری پیکٹ گاڑیوں میں لادنے ہوتے تھے اور رات سے صبح تک پورے آٹھ گھنٹے مسلسل کام کرنا ہوتا تھا۔ ہم سمجھتے تھے کہ اب ٹرک ختم ہوا تو عین اُس وقت دوسرا ٹرک پہنچ جاتا تھا۔ ساری رات صبح آٹھ بجے تک کمر اتنی دکھنے لگتی تھی کہ واپس آکر بخار چڑھ جاتا اور میں سوچا کرتا کہ شائد اب مجھے دوبارہ واپس جانے کی توفیق نہ مل سکے لیکن کچھ آرام کر کے جب تھکاوٹ ذرا دور ہوتی تو رات کو دوبارہ پھر وہی مسلسل کام اس لئے یہ نہ سمجھیں کہ میں محنت کی قیمت نہیں جانتا اور اپنے ہاتھ کی کمائی میں جو برکت ہے اس سے ناآشنا ہوں۔ اب میں آپ کو ایک اور بات سمجھاؤں کہ اب بھی اللہ کے فضل سے آپ لوگوں کی خاطر ہر قسم کی محنت کرتا ہوں جسمانی محنت بھی آپ مجھ سے ملاقاتیں کرتے ہیں آپ کو شائد اندازہ نہیں کہ اس میں کتنی محنت کرنی پڑتی ہے پھر رات کو آپ کے لئے دعائیں کرنا آپ کے غم میں غمگین ہونا آپ کی

خوشیوں میں شریک ہونا جتنی اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دی ہے میں کبھی اس سے باز نہیں آیا۔

(الفضل سیدنا طاہر نمبر 27دسمبر 2003ء)

آخر میں سیدنا حضرت مصلح موعود کی ایک فکر انگیز نظم پر اپنے مضمون کو ختم کرتی ہوں جس میں آپ نے ہمیں مسلسل کوشش جدوجہد و غیر ت و حمیت اپنے اندر پیدا کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے اور آپ کی یہ آرزو ہے کہ ہر احمدی اپنی محنت اور کوشش سے اپنی صلاحیتوں کو کمال تک پہنچا دے اور ترقی یافتہ اقوام کی صف میں شامل ہوجائے ۔آپ فرماتے ہیں

میں اپنے پیاروں کی نسبت ہرگز نہ کروں گا پسند کبھی
وہ چھوٹے درجہ پر راضی ہوں ان کی نِگہ رہے نیچی

وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر شیروں کی طرح غرّاتے ہوں
ادنیٰ سا قصور اگر دیکھیں تو منہ میں کف بھر لاتے ہیں

وہ چھوٹی چھوٹی چیزوں پر امید لگائے بیٹھے ہوں
وہ ادنیٰ ادنیٰ خواہش کو مقصود بنائے بیٹھے ہوں

گیدڑ کی طرح وہ تاک میں ہوں شیروں کے شکار پہ جانے کی
اور بیٹھے خوابیں دیکھتے ہوں وہ انکا جوٹھا کھانے کی

ہے خواہش میری الفت کی تو اپنی نگاہیں اونچی کر
تدبیر کے جالوں میں مت پھنس کر قبضہ جا کے مقدر پر

میں واحد کا ہو دلدارہ اور واحد میرا پیارا

ہے
گر تو بھی واحد بن جائے تو میری آنکھ
کا تارا ہے

تو ایک ہو ساری دنیا میں کوئی ساجھی
اور شریک نہ ہو
تو سب دنیا کو دے لیکن خود تیرے ہاتھ
میں بھیک نہ ہو

(کلام محمود صفحہ 142)

حضور اس نظم میں فرماتے ہیں کہ ہمیں اپنے ارادوں عزم و ہمت کو بلند رکھنا چاہیے۔ ہمارے اندر اعلیٰ اوصاف ہونے چاہیے ہمارے مقاصد چھوٹے نہ ہوں بلکہ دنیا و آخرت میں اعلیٰ مقام کے حصول کے لئے جدوجہد کرنی چاہیے اور اپنی طاقتوں اور صلاحیتوں کو کمال تک پہنچاتے ہوئے ترقی کی منازل طے کرتے چلے جانا چاہیے۔ آپ فرماتے ہیں تُواس مقام پر پہنچے جس تک دوسروں کی رسائی ممکن نہ ہو سب دنیا کو دینے والا ہو اور تیرے ہاتھ کسی کے آگے پھیلے نہ ہوں اس طرح تو مجھے پیارااورمیری آنکھوں کا تارا بن سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کی نصائح پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

سادگی اور حیا میں حُسن ہے

سادگی اور حیادو ایسے اوصاف ہیں جو انسان کو روحانی ،پاکیزگی اور خوبصورتی عطا کرتے ہیں۔ ایک سادہ اور باحیا انسان تصنع ،بناوٹ ،رعونت ،تکبر ،نخوت ،ریا ،فضول خرچی، فخرو مباہات، مال و دولت میں

ایک دوسرے سے سبقت لے جانے اور بے جا خواہشات اور ہواؤہوس سے دور رہتا ہے۔ قناعت اور تقویٰ جیسے اوصاف کا حامل ہوتا ہے۔ تسکین کی دولت سے مالا مال ہوتا ہے اب میں ان دواوصاف کا الگ الگ ذکر کروں گی۔

سادگی:۔

انسان کے روحانی حسن اور خوبصورت میں اضافہ کرتی ہے سادہ انسان کے مقاصدِ زندگی بہت بڑے ہوتے ہیں وہ سفلی خواہشات کی قیود سے مبّرا ہوتا ہے اس میں بے نفسی اور بے نیازی کے اوصاف نمایاں ہوتے ہیں۔ وہ کسی کے مال کسی کے اچھے لباس یا حالات پر حسرت زدہ نہیں ہوتا نہ کسی کا نقال ہوتا ہے۔ اگرأسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے تو وہ بے جا اسراف نہیں کرتا وہ اپنے مال کو اللہ تعالیٰ کا انعام عطیہ اور اُس کی امانت تصور کرتے ہوئے عین ضرورت کے وقت اُس کو خرچ کرتا ہے۔ وہ اپنی ذات پر واجبی اور قومی کاموں اور خلقِ خدا کی راہ میں زیادہ خرچ کرتا ہے۔ سادہ زندگی سے یہ مراد ہرگز نہیں کہ انسان اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقتوں اور صلاحیتوں کو ضائع کردے اور ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ رہے بلکہ اُسے چاہیے کہ اپنی دینی اور دنیاوی ترقیات کے لئے کوششوں کو انتہا تک پہنچا دے تاکہ نوعِ انسان کے لئے نفع رساں وجود بنے اگر تاجر ہے تو تجارت میں نام پیدا کرے اگر زراعت کا پیشہ ہے تو اُسے کمال تک پہنچائے وکالت ہے ،کنسٹرکشن ہے یا جو بھی شعبہ ہے اُس میں ترقی کر کے کمال حاصل کرے پھر سادگی کو بھی اپنی ذات میں اپنائے رکھے ۔ جس قدر بھی نامور ہستیاں جو مخلوقات کے لئے ابرِ بہار بن کر برسیں اپنی ذات میں انتہائی سادہ تھیں۔ اس کی مثال ہمارے پیارے نبی حضرت اقدس محمد مصطفیٰ کی ذات اقدس میں ملتی ہیں۔ باوجود اس کے کہ دو جہان کے سردار اور بادشاہ دنیا جہان کے مالِ غنیمت اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائے مگر آپ کی آپ کے اہلِ بیت کی سادگی کی مثال دنیا میں نہیں ملتی۔ حدیثِ مبارکہ جو حضرت علی سے مروی ہے کہ

ترجمہ:

حضرت علی بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ کو چکی پیسنے کی وجہ سے ہاتھوں میں تکلیف ہوگئی ان دنوں حضرت رسول کریمؐ کے پاس کچھ قیدی آئے تھے۔ حضرت فاطمہ حضور کےپاس گئیں لیکن مل نہ سکیں حضرت عائشہ سے ملیں اور آنے کی وجہ بتائی جب حضور باہر تشریف لائے تو حضرت عائشہ نے حضرت فاطمہ کے آنے کا ذکر کیا۔ حضرت علی کہتےہیں اس پر آنحضرت ہمارے گھر تشریف لائے ہم بستروں میں لیٹ چکے تھے۔ حضور کے

تشریف لانے پر ہم اٹھے اپ نے فرمایا نہیں لیٹے رہوحضورؐ ہمارے درمیان بیٹھ گئے یہاں تک کہ حضوؐر کے قدموں کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے پر محسوس کی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں تمہارے سوال سے بہتر چیز نہ بتاؤں۔ جب تم بستروں پر لیٹنے لگو تو 34دفعہ اللہ اکبرکہو، 33مرتبہ سبحان اللہ کہو، 33مرتبہ الحمدللہ کہو یہ تمہارے لئے نوکر سے بہتر ہے یعنی ان کلمات کی وجہ سے اللہ تمہیں برکت دے گا اور تم اس قسم کے سوال سے بے نیاز کئے جاؤ گے۔

(حديقة الصالحين صفحہ 631)

پھر آنحضور ؐ حسنِ سادگی کے بارے میں فرماتے ہیں:

ترجمہ:

عبیداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا جس شخص نے دلی اطمینان اور جسمانی صحت کے ساتھ صبح کی اور اُس کے پاس ایک دن کی خوراک ہے اس نے گویا ساری دنیا جیت لی اور اس کو ساری نعمتیں مل گئیں۔

(حديقة الصالحين صفحہ 629)

ترجمہ:

حضرت ابو موسیٰ اشعری بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے ہمیں آنحضرتؐ کی موٹی کھدر کی چادر اور تہبند نکال کر دکھائی اور فرمایا حضور نے وفات کے وقت یہ کپڑے پہن رکھے تھے۔

(حدیقہ الصالحین صفحہ 41)

آنحضورؐ کی حیاتِ طیبہ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی زندگی عسرت اور فراخی
دونوں حالتوں میں سادگی کا مرقّع تھی آپ کا گھر آپ کا لباس آپ کی خوراک رہن سہن میں سادگی ہی سادگی نظر
آتی ہے۔

سادگی انسان کو معصومیت اور حسن عطا کرتی ہے جبکہ ایک فیشن پرست دنیادار آدمی کو یہی فکر لاحق ہوتی ہے کہ لوگوں کی نظر میں خوبصورت ،دولت مند اور نمایاں مقام کا حامل نظر آؤں وہ اسی تگ و دو میں رہتا ہے کہ اُ سکے گھر کی آرائش و زیبائش دوسروں کے لئے متاثر کن ہو اُس کالباس زیادہ قیمتی اور منفرد ہو،اُس کے پاس زیورات ہوں ان خواہشات کی تکمیل میں وہ لگا رہتا ہے اس لئے اپنی آمد سے زیادہ خرچ کرلیتا ہے۔ ایسا شخص ریاکار اور اللہ کو چھوڑ کر لوگوں سے ڈرنے والا ہوتا ہے۔ لغو

اخراجات لغو کاموں میں خرچ کرتا ہے اسے نہ خدا کی راہ میں چندوں کی فکر ہوتی ، نہ رضائے الہٰی کے حصول کی طرف توجہ ہوتی ہے۔ سادگی کے فقدان کی وجہ سے چونکہ وہ دوسروں کو متأثر کرنے کی فکر میں رہتا ہے اس لئے اُس کی روح اُس کادل بے قرار اور بےچین رہتا ہےسو ان خیالات کا اُس کی روح پر اثر پڑتا ہے نتیجۃً وہ پرسکون زندگی، فطری حسن اور معصومیت سے عاری ہوتا چلا جاتا ہے۔ سادگی جب کسی معاشرے میں رواج پاجاتی ہے تو وہاں امیر غریب اور اونچ نیچ کا فرق ختم ہوجاتا ہے اور یوں سوسائٹی میں پھیلی ہوئی فرسٹریشن اور ڈپریشن کا سدباب ہونے لگتا ہے۔سادہ تہذیب و تمدن کبرو غرور کی بیخ کنی کرتا ہے اور عجزو انکسار اور فروتنی سکھاتا ہے جس کا فائدہ امراء کو بھی ہے اور غرباء کو بھی۔سادگی امراء کے اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کرتی ہے۔ جب وہ عمداً اپنی ذات کے لئے اپنی ضروریات کو محدود کرلیتے ہیں تو ان کے اندر غرباء کی تکالیف اور تنگی کا احساس پیدا ہوتاہے اور غرباء کے لئے ان کے دلوں میں ہمدردی اور رحم کے جذبات ابھرتے ہیں۔ اس کی مثال ہماری جماعت میں چوہدری سر ظفر اللہ خان صاحب کی ہے۔ جو جماعتی اور عالمی سطح پر بلند مقام پر فائز ہیں۔ مختلف اخبارات و رسائل میں آپ کے متعلق ذکر آتا ہے کہ بے شمار وسائل کے باوجود آپ کی ذاتی زندگی انتہائی سادہ تھی۔ آپ کا ایک کوٹ جو سالہا سال سے آپ کے زیرِ استعمال تھا جو کہ کافی پرانا ہو گیا تھا مگر آپ اُسے مرمت کروا کے دوبارہ استعمال کرتے۔آپ کے متعلق ذکر آتا ہے کہ غسلخانے میں صابن کے جو چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بچ جاتے آپ اُن کو اکٹھا کر کے دوبارہ صابن بنا لیتے اور اسے استعمال کرتے اور اپنی دولت اور مال کو آپ نے خدا تعالیٰ کی راہ میں وقف کیا ہوا تھا۔ بے شمار طالبعلموں ، بیواؤں اور مساکین کے وظائف مقرر کئے ہوئے تھے۔ پھر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب جو پاکستان کا فخر ہیں۔ جن کو سائنسی خدمات کے صِلے میں نوبل پرائز دیا گیا۔ آپ نے بھی اپنی تمام دولت اپنی ذات پر خرچ کرنے کی بجائے قومی کاموں اور غرباء پر خرچ کی۔ پھر جماعت کی ایک صاحب حیثیت خاتون جن کا نام بیگم مجیدہ شاہنواز ہے جو شیزان فیکٹری کی مالکن تھیں۔ اتنی سادہ اور بے نفس تھیں کہ اپنے خادموں کے کوارٹرز میں جاتیں اور اُن کے دکھ سکھ میں شریک ہوتیں اور اُن کے ساتھ بیٹھ کر اچار اور چٹنی سے روٹی تناول فرماتیں۔ سادگی اُمراء کے اعلیٰ اخلاق کی ضامن ہے مگر غرباء کے لئے بہت سی مشکلات سے نجات کا سبب بنتی ہے۔ وہ اپنی محدود آمدنی میں قناعت اور سادگی سے بہت اچھا گزارا کرسکتے ہیں۔ کچھ رقم پس انداز کر کے آئندہ ضرورتوں کے وقت کام میں لاسکتے ہیں جو کہ

بچوں کی شادیوں تعلیم یا کسی اچانک ضرورت کے وقت کام اسکتی ہے۔ حضرت مصلح موعود نے ایک ولولہ انگیز تحریک"تحریک جدید"کے نام سے جاری فرمائی جس میں آپ نے جماعت سے بہت سی قربانیوں کا مطالبہ فرمایا اور بہت سی شرائط اور پابندیاں جماعت پر عائد کیں جن کا مقصد جماعت کے ہر فرد کو اپنی ذاتی ضروریات کو کم کر کے جماعتی ضروریات کو پورا کرنے کو ترجیح دینا تھا۔ ان شرائط میں سے آپ نے ایک شرط سادہ زندگی کی بھی رکھی۔ آپ فرماتے ہیں کہ

> اس زمانہ میں مالی قربانی کی بہت ضرورت ہے اس لئے سب مرد اور عورتیں اپنی زندگی کو سادہ بنائیں۔اخراجات کم کردیں تاکہ جس وقت قربانی کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئے وہ تیار ہوں۔ قربانی کےلئے صرف تمہاری نیت ہی فائدہ نہیں دے گی جب تک تمہارے پاس سامان مہیانہ ہوں۔ ایک نابینا جہاد کا کتنا ہی شوق رکھتا ہو اُس میں شامل نہیں ہوسکتا۔ ایک غریب آدمی اگر زکوٰۃ دینے کی خواہش بھی کرے تو نہیں دے سکتا۔ ایک مریض کی خواہش خواہ کس قدر ہو وہ روزے نہیں رکھ سکتا پس اگر سامان مہیا نہ ہوں تو ہم وہ قربانی کسی صورت میں بھی پیش نہیں کرسکتے جس کی ہمیں خواہش ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم میں سے ہر ایک سادہ زندگی اختیار کرے تاکہ وقت آنے پر وہ اپنے آپکو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کرسکے۔
>
> پھر فرمایا
>
> سادہ زندگی کی تحریک کوئی معمولی نہیں بلکہ آئندہ زندگی کے امن کی ضمانت اور بنیاد اسی پر ہے۔ پھر فرماتے ہیں ایک کھانا کھانے اور سادہ لباس پہننے میں یہ حکمت بھی ہے کہ اس طرح امارت غربت کا سوال جاتا رہتا ہے نیز یہ کہ جب مشکلات کا وقت آئے تو نہ کھانے کی روک ہماری راہ میں حائل ہو نہ لباس کی روک تکلیف میں مبتلا نہ کرسکے بلکہ وہ یہ خیال کریں کہ اگر ہمیں وطن چھوڑنا پڑے تو ہم پہلے ہی وطن چھوڑنے کے عادی ہیں اگر کھانے یا لباس میں دقتیں حائل ہیں تو ہم پہلے ہی تھوڑا کھانے اور سادہ لباس کے عادی ہیں۔ پس وہ خوشی اوردلیری سے مشکلات کا مقابلہ کرنے کے عادی ہیں اور اپنے دل میں گھبراہٹ اور تکلیف محسوس نہیں

کریں گے۔ یہ اس مطالبہ سادہ زندگی کا مذہبی پہلو تھا کہ دوئی کو مٹایا جائے۔

(مطالبات تحریک جدید صفحہ 20)

حیاء:

ایک حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ حیاء کے بارے میں فرماتے ہیں۔
حضرت زید بن طلحہ حضور ﷺ کی طرف منسوب کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہر دین و مذہب کا اپنا ایک خلق ہوتا ہے اور اسلام کا یہ خاص خلق حیاء ہے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ653)

ترجمہ:

حضرت ابو مسعود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی شرم دل میں ہو جیسا کہ اس سے شرم کرنے کا حق ہے۔صحابہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اُس نے ہمیں شرم بخشی حضور نے فرمایا یوں نہیں جو اللہ کی شرم رکھتا ہے وہ اپنے دل میں سمائے ہوئے خیالات کی حفاظت کرے۔ پیٹ اور اس میں جو خوراک وہ بھرتا ہے موت اور ابتلاء کو یاد رکھے جو شخص آخرت پر نظر رکھتا ہے وہ دنیاوی زندگی کی زینت کے خیال کو چھوڑ دے پس جس نے یہ طرزِ زندگی اختیار کیا اس نے واقعی اللہ تعالیٰ کی شرم کی۔

(سنن الترمذی باب صنعۃ القیامۃ)

ان احادیث میں آنحضور ﷺ نے انسان کے اندر شرم وحیا کی اہمیت بیان فرمائی خصوصاً اللہ تعالیٰ سے شرم وحیا کی تاکید فرمائی ہے دراصل شرم وحیا ایک ایسا وصف ہے جو انسان کو گناہوں سے روکنے اور بے اعتدالیوں سے دور رہنے میں مدد دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے شرم وحیا کا تعلق درحقیقت ایمان باللہ سے ہے۔ جس قدر انسان کا اللہ تعالیٰ پر یقین اور ایمان پختہ ہوگا قوی ہوگا۔ اس قدر وہ اللہ تعالیٰ کی شرم رکھے گا۔ جس طرح انسان لوگوں کو حاضر ناظر جان کر اُن کے سامنے بدی کے ارتکاب سے شرماتا ہے اُسی طرح جب اللہ تعالیٰ کے بارے میں انسان کو یہ یقینِ کامل ہوتا ہے کہ خدا میرے سامنے ہے ہر جگہ ہر گھڑی مجھے دیکھ رہا ہے تو ضرور وہ اللہ تعالیٰ کی شرم وحیا رکھے گا۔ اسی لئے آنحضور ﷺ نے حیا کو ایمان کا حصہ قرار دیا۔ دنیا کی انگشت نمائی کا خوف رکھنے والا یا دنیا سے حیا کرنے والا انسان تو پھر بھی اُن سے چھپ کر یا اُن سے دور جا کر برائی کا ارتکاب کرسکتا ہے۔ بظاہر لوگوں سے پوشیدہ رہتا ہے اُس کے اندر ونہ سے ناواقف لوگ بظاہر اُس کو اچھا بھی سمجھتے ہیں۔ جب تک اُس کا باطن ظاہر نہ ہو جائے اُس کی عزت بھی کرتے ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ کی حیا رکھنے کا

معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے۔ خدا تعالیٰ کی حیاء رکھنے کے لئے اپنے دل کو پاتال تک پاک وصاف رکھنا پڑتا ہے کیوں کہ اللہ ہر جگہ، ہر وقت، ہر حالت میں میں اُس کے ساتھ ہے اُس کے زبان کے گناہوں ، ہاتھوں سے کمائی ہوئی برائیوں کا نہ صرف مشاہدہ کرنے والا ہے بلکہ اُس کی نظر تو دل و دماغ کے نہاں خانوں میں گزرنے والے اُن خیالات پر بھی ہے جو اُس نے کسی کو دکھ دینے کسی کا حق غضب کرنے کسی کو نقصان پہنچانے یا اُسے رسوا کرنے کے لئے سوچے تھے۔ اس لئے جب انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ سے حیا پیدا ہوجائے تو اُس کا اندرونہ دھو یا جاتا ہے اور وہ اندر سے پاک و صاف ہونا شروع ہوجاتا ہے پھر اُس کے دل میں بدی کا یا بدراہوں کا گمان تک نہیں گزرتا اور وہ کوئی برائی کوئی گناہ کرہی نہیں سکتا۔ اس لئے کہ جب وہ پاک ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی قدّوست کے سائے میں آجاتا ہے ۔اللہ اُس سے محبت کرتا ہے اور وہ خدائے کریم ورحیم کا پسندیدہ وجود بن جاتا ہے۔ اس حدیث سے یہی مراد ہے

ترجمہ:

حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت□ نے فرمایا ہر مرتکب کو حد سے بڑھی ہوئی بے حیائی بدنما بنا دیتی ہے اور شرم وحیا ہر حیاء دار کو حسنِ سیرت بخشا ہے اور اُسے خوبصورت بنا دیتا ہے ۔

(سنن ترمذی کتاب البرو الصلۃ باب فی الفمش)

احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ حیا انسان کی شخصیت میں حسن اور معصومیت

پیدا کرتاہے۔ ایک حیادار، بااخلاق ،پاک باطن شخص اپنی سیرت کی وجہ سے ہر دلعزیز اور حسین معلوم ہوتا ہے۔ معاشرہ اُسے عزت اور تکریم کی نگاہ سے دیکھتا ہے جبکہ بے حیائی انسان کو بدصورت اور بد نما بنا دیتی ہے اور اُسکی شخصیت اور حسن کو مسخ کردیتی ہے۔ حیاء سے عاری بد باطن اور بد اخلاق شخص خواہ بظاہر خوبصورت بھی ہو بد زیب دکھائی دیتا ہے۔ چونکہ انسان کے خیالات، اعتقادات ،اعمال کے اثرات اُ س کے چہرے پر ظاہر ہوتے ہیں اس لئے باحیا، نیک اور پاک باطن لوگوں کے چہروں پر حسن اور نور جھلکتا ہے۔ انسان کا اندرونی حسن یا قبح اُ سکی صورت سے عیاں ہوجاتا ہے۔ فاسقوں اور فاجروں کے چہروں پر ظلمات اور تاریکیوں کے سائے لہراتے ہیں قانون نافذ کرنے والے ادارے بہت حد تک مجرموں کو اُن کے چہروں کے خدوخال اور حرکات وسکنات سے پہچان لیتے ہیں اور اُن کو پہچان کر گرفتار کرلیتے ہیں۔ حیا سے عاری شخص شتر بے مہار کی طرح ہوتا ہے ۔آنحضور □ ایک حدیث میں فرماتے ہیں گزشتہ انبیاء کے اقوال جو ہم تک پہنچے ہیں اُن میں یہ بھی ہے کہ

”اگر تجھ میں حیا نہیں تو جو چاہے کرتا پھر“
یعنی بے حیا شخص ہر برائی ہر ناپاکی کا ارتکاب کرسکتا ہے اُس کا ضمیر مسخ ہوجاتا ہے۔ نیکی بدی کی پہچان ختم ہو جاتی ہے۔

موجودہ دور میں جو بدیوں اور بے حیائی کا طوفان آیا ہوا ہے وہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں۔ الیکٹرونک میڈیا پرنٹ میڈیا یا انٹرنیٹ جتنے بھی ادارے ہیں سب بے حیائی، بے غیرتی کی تشہیرمیں پیش پیش ہیں۔نوجوان نسل کو فحاشی، عریانی کا سبق دے کر جنسی بے راہ روی کی دلدل میں دھکیلا جارہا ہے ۔ اخلاقی قدریں دم توڑ رہی ہیں۔ اسلاف کی روایات پسِ پشت ڈال دی گئیں ہیں۔ گزشتہ نسلیں حسرت سے یہ دلخراش مناظر دیکھ رہی ہیں۔مغربی تہذیب کی اندھی تقلید نےدلوں کو اندھا کردیا ہے ۔ وہ فحاشی اور بے حیائی جو فلموں اور ڈراموں تک محدود تھی اب گھر گھرمیں ہورہی ہے۔بے حیائ کے پرچار کے باعث ظلم اور گناہ کے سیلاب کے بند ٹوٹ گئے ہیں۔ عزتیں سرِ عام نیلام ہو رہی ہیں۔ انسان کی گندی ہوس معصوم بچوں تلک کو نہیں چھوڑ رہی اخبارات ظلم و ستم کی خبروں سے سیاہ ہوگئے ۔ معصوم، بے گناہ عامۃ الناس کا کوئی پرسانِ حال نہیں ۔ قانون نافذ کرنے والے ادارے عدل و انصاف کے مراکز سب اندھیروں کی آماجگاہ بن گئے ہیں ۔ کیوں کہ آج کا انسان ذلت اور ظلمات کی گہرائیوں میں گر گیا ہے ۔ ذاتی مفاد کو قومی مفاد پر ترجیح دی جاری ہے۔

نوجوان نسل جو قوم کی ریڑھ کی ہڈی ہوتے ہیں نشے پر لگا کر تباہ کئے جارہے ہیں۔ عورتیں باوجود لباس کے برہنہ نظر آتی ہیں ۔ رقص وسرور کی محافل معاشرے میں عام ہیں۔ امانت اٹھ چکی ہے ۔ خالص چیز بازاروں سے مفقود ہوچکی ہے ۔ ملاوٹ والی اشیاء استعما ل کر کے انسان طرح طرح کی بیماریوں کا شکا رہورہا ہے ۔ علماء جو قوم کی ہدایت کے ضامن ہوتے ہیں شرم و حیاء سے عاری ہو چکے ہیں منبروں پر اُن کی زبانیں جھوٹ،مذہبی منافرت اور قتل وغارت کی تعلیم دیتی ہے ۔اُن کے دلوں سے خوفِ خدا، تقویٰ اور شرم وحیا رخصت ہوچکے ہیں۔ یہ اُس حدیث کے مصداق بن چکے ہیں کہ جب تجھ میں حیا باقی نہیں تو جو چاہے کرتا پھرے۔ یہ معاشرے کے دردناک حقائق ہیں جن کو مزید بیان کرنے کی ہمت نہیں ۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس قوم کے اندر شرم وحیا کا وصف پیدا ہوجائے۔ ہمارے پیارے نبی جن کی غلامی اور محبت کا یہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں اور آپ کی سنت کو آپ کی تقلید کو پسِ پشت ڈالتےہیں۔ ہمارے پیارے نبی کے متعلق روایات میں آتا ہے کہ آپ کنواری عورتوں سے زیادہ حیا رکھتے تھے۔ آپ کو اگر کوئی بات ناپسند بھی ہوتی اظہار نہ

فرماتے بلکہ اپ کے چہرے سے ظاہر ہوتا تھا ۔ اپؑ کا قول جو کہ حضرت عثمان کے بارے میں ہے ۔آپؑ فرماتے ہیں ”عثمان میں حیا بہت ہے“۔اسی طرح حضرت مصلح موعود حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے بارے میں ایک تقریر میں فرماتے ہیں جس میں آپ کا اشارہ تھا کہ تیسرے خلیفہ جماعت میں حضرت مرزا ناصر احمد ہونگے۔ آپ کےبارے میں حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان کی طرح میرے لڑکے ناصر احمد میں حیا بہت ہے۔ اپنی ایک تقریر میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ شرم وحیا کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ حیاسے حسن پیدا ہوتا ہے۔ کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ ٹی وی پر فحش عورتیں جو بظاہر خوبصورت ہوتی ہیں انتہائی بدصورت اور بدنما ہوتی ہیں۔ میں تو ایسے حیا سوز نظارے دیکھ کر آنکھیں بند کرلیتا ہوں۔ اس میں آپ نے ہمیں یہ سبق دیا کہ فحش نظاروں کو دیکھنے سے احتراز کیا جائے کہ وہ روح کو ناپاکی کی طرف لے جاتےہیں۔ ایک مومن جو کہ سادگی اور شرم و حیا کا مرقّع ہوتا ہے اس کے بارے میں اللہ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَسْعَى نُورُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۚ

(الحدید:13)

جس دن تو مومن مردوں اور مومن عورتوں کو دیکھے گا کہ اُن کا نوراُن کے آگے آگے اور
ان کے دائیں طرف تیزی سے چل رہا ہے تمہیں آج کے دن مبارک ہوں ایسی جنتیں جن
کے دامن میں نہریں بہتی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہونگے یہی بڑی کامیابی ہے ۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی رضا کی راہوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ ہم اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اس روحانی حسن اور نور سے حصہ پانے والے ہوں۔آمین

سوشل میڈیا اور بڑھتی ہوئی بے پردگی

آج بے پردگی، بے حیائی اور بے راہ روی کی طرف راغب کرنے میں سوشل میڈیا کا بہت عمل دخل ہے۔ سوشل میڈیا سے مراد موبائل فون، انٹرنیٹ ،فیس بک، اخبارات بے شمار نجی چینلز ہیں۔ جن میں مرد عورت کا آزادانہ اختلاط عورت کو حجاب سے آزاد نہیں بلکہ برائے نام لباس میں دکھانا اور ایسے ڈرامے اور حیا سوز فلمیں دکھانا جن کا ہماری تہذیب اور تمدن سے دور کا واسطہ نہیں وہ ایجادات جو اللہ تعالیٰ نے انسان کے فائدہ کے لئے دینِ حق کی نشرو اشاعت اور تمام بنی نوع انسان کو امتِ واحدہ بنانے اور رسل و رسائل کی سہولیات کے ذریعے انسانی زندگی کو آسان بنانے سیاسی، اقتصادی، معاشی اور معاشرتی خوشحالی اور ترقی کی رفتار تیز کرنے علوم و معارف کو آسان طریق پر تمام نوع انسان پر آشکار کرنے کائنات کے اسرار و رموز کے اظہار اور نشاناتِ خداوندی کے اظہار کے لئے پیدا فرمائیں اتنے اعلیٰ مقاصد کی حامل ایجادات میں شیطان نے اپنے عمل دخل سے مخلوقِ خدا کو گمراہ کرنے کا بیڑا اُٹھایا ہے اور اُسے اپنے نفس کے فائدہ سے غافل کردیا ہے ۔ حضرت مسیح موعود اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں:۔

نوع انسان میں بدی کا تخم بونا جرم ہے
وہ بدی آتی ہے اُس پر جو ہو اُس کا

کاشتکار

(درثمین صفحہ 145)

آج سوشل میڈیا بدی اور بے حیائی کے بیج انسانی معاشرے کے اندر بونے میں پیش پیش ہے۔ آج سوشل میڈیا بے پردگی، بے حیائی، بے راہ روی کی تشہیر کی آماجگاہ بنا ہوا ہے اس کے سبب گناہوں کا سیلاب نوعِ انسانی پر امڈا چلا آرہا ہے۔ اسلاف کی روایات سے بے اعتنائی برتی جارہی ہے بلکہ ان روایات سے بغاوت پر اُتر آیا ہے۔ اخلاقی قدریں سسک رہی ہیں دم توڑ رہی ہیں۔ بے پردگی، بے حیائی ،بے غیرتی کی تشہیر کا گھن ملت کی جڑوں کو کھوکھلا کررہا ہے جس کے نتیجے میں گھروں کا امن و سکون، چین غارت ہورہا ہے۔ بے قراری اور بے چینی کا زہر معاشرے کی رگوں میں گھولا جارہا ہے ایک ایسے تہذیب و تمدن کا حامل معاشرہ متعارف کروایا جارہا ہے جسکا دینِ حق پیغمبرِ دین حق اور قرآن حکیم سے دور کا واسطہ بھی نہیں۔ موجودہ نسل کی حالت اس طوفانِ ضلالت ، طوفانِ بے حیائی اور بے غیرتی کے تھپیڑوں کی تاب نہ لاتے ہوئے قابلِ رحم ہورہی ہے اُسے کچھ سجھائی نہیں دے رہا صراطِ مستقیم پر پہرے بٹھا دئیے گئے ہیں۔ عقلوں پر بے حسی کے دبیر پردے ڈال دئیے گئے ہیں۔ زمانہ مسیحِ پاک کے اس شعر کا مصداق ہوتا جارہا ہے کہ

ڈوبنے کو ہے یہ کشتی آمیرے اے
ناخدا
آگیا اس قوم پر وقتِ خزاں اندر بہار

(درثمین صفحہ 128)

پرنٹ میڈیا پر نیکی ،تقویٰ ،دین حق کی اشاعت کا بیڑا اُٹھانے والے رسائل جرائد اور لٹریچر پر تو پابندی لگا دی گئی ہے مگر نوجوان نسل کے ہاتھ میں اُسے تباہ و برباد کرنے کے لئے موبائل فون تھما دیا گیا ہے۔ پھر انٹرنیٹ کے ذریعے مخلوط مجالس کی فراہمی اور مردوں،عورتوں کے آزادانہ رابطے یو ٹیوب اور فیس بک کا استعمال کچے ذہنوں پر زہرِ قاتل کا کام کر رہے ہیں۔ بے مقصدیت اور آوارگی اور منشیات کو فروغ دے کر قوم کو ذلت و نکبت کے گڑھے میں اُتار رہے ہیں۔ سوشل میڈیا روائتی بے پردگی سے بہت دور عورت کے ننگ دکھانے اور لباس کو جسموں پر برائے نام دکھانے ،بازاری معاشقے اور فحش رقص و سرود دکھانے میں پیش پیش ہے کہ دردمند دل ایسے حیا سوز مناظر دیکھنے تاب نہیں رکھتے ۔ آنکھیں ایسے قبیح مناظر کو دیکھنے کی طاقت نہیں پاتیں۔

اے کاش! کوئی تو ہو جو معاشرے کی اصلاح کا بیڑا اُٹھائے اور اُس سے یہ قباحتیں دور کرے۔

کانٹوں کی زبان سوکھ گئی پیاس سے
یارب
اک آبلہ پا وادئ پُر خار میں آوے
(دیوان غالب ،صفحہ 184)

سو انٹرنیٹ میں دوسری ایپس کے علاوہ جو سب سے قبیح ایپ ہے وہ فیس بک ہے۔ فیس بک پر جو ہورہا ہے اور جو لوگ کررہے ہیں وہ نِری تباہی اور بربادی کو دعوت دیتے ہیں جن سے اُنکی عائلی زندگیاں برباد ہوجاتی ہیں۔ فیس بک پر انجان لوگوں سے دور دراز کے علاقوں اور دور دراز کے لوگوں سے دوستیاں کرتے ہیں اُن سے پرسنل معاملات شئیر کرتےہیں۔ ذاتی انفارمیشن اُن کو دیتے ہیں اپنی اور اپنے گھرانے کی تصاویر شئیر کرتے ہیں۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ اپنے تمام معاملات اپنی عزت و ناموس کو دوسروں کے ہاتھ میں دینا پھر اُس کے بعد وہ آپ کو بلیک میل کرے آپ کی عزت و ناموس کی دھجیاں اُڑائے یا جو چاہے آپ کے ساتھ سلوک روا رکھے۔ آپ کے حالات معاملات کے علاوہ آپکا بنک اکاؤنٹ بھی ہیک ہوسکتا ہے جس سے آپ اپنی عمر بھر کی جمع پونجی سے محروم ہو سکتے ہیں۔پس ہمیں چاہیے ان اشیاء کے ضرور رساں پہلوؤں سے خود بھی بچیں اور اپنی نسلوں کو بھی ان سے دور رکھنے کی کوشش کریں۔

اب میں دوبارہ اصل موضوع کی طرف آتی ہوں۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے مردو عورت کے ذہن و دل کی پاکیزگی کے لئے پردے کا حکم صادر فرمایا ہے اور عورت کی ناموس عزت و عصمت کی حفاظت کے لئے پردے کا حکم دیا ہے بلکہ رسولِ عربی کی بعثت کا مقصد ہی یہ قرار دیا ہے کہ انسان اس رسول کی تعلیمات پر عمل کر کے علم وحکمت ،پاکیزگی نفس اور پاک باطنی حاصل کرے۔چنانچہ سورۃ الجمعہ آیت 3میں ارشادِ ربانی ہے
ترجمہ:

یعنی وہ (خدا) ہی ہے جس نے اُمیّ لوگوں میں انہی میں سے رسول مبعوث فرمایا وہ اُن پر اُس کی آیات تلاوت کرتا ہے اور اُنہیں پاک کرتا ہے اُن کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے جبکہ اس سے پہلے وہ کھلی کھلی گمراہی میں تھے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ بعثت رسول اور نزولِ کتاب الٰہی کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے رسول اُنہیں اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور اُن کو پاک کرتا ہے یعنی آیاتِ الٰہی سن کر اُن کے نفوس اور اُن کے دل پاک ہونے لگتے ہیں اور یہ کہ اُنہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے اوامر نواہی سے اُنہیں خبردار کرتا ہے جس پر عمل کے نتیجے میں وہ پاک ہونے لگتے ہیں۔ اس آیت کے مطابق نزولِ دین حق کا مقصد ہی پاکیزگی

نفس حاصل کرنا ہے کیوں کہ وہ پاک ذات ہے اور کوئی نفس لِقائے الٰہی حاصل نہیں کرسکتا جب تک کہ ظاہری باطنی اور ذہن و دل اور خیالات کی پاکیزگی حاصل نہ کرے چنانچہ حضرت مسیح موعود ''کشتی نوح صفحہ نمبر 20''میں فرماتے ہیں کہ

''ہر ایک ناپاک آنکھ اُس سے دور ہے ہر ایک ناپاک دل اُس سے بے خبر ہے۔''

اس حقیقت کو اپنے ایک شعر میں یوں بیان فرماتےہیں کہ

کوئی اُس پاک سے جو دل لگاوے
کرے پاک آپ کو تب اُس کو پاوے

(درثمین صفحہ 54)

چنانچہ پردہ احکاماتِ الٰہی میں سے ایک نہایت اہم حکم ہے جو کہ ظاہری، باطنی اور ذہنی ودل کی پاکیزگی
کے حصول میں اہم کردار ادا کرتا ہے چنانچہ اس میں ایک حکم پردہ تو بغیر مردو عورت کی تفریق کے سب مومنوں کو مخاطب کر کے دیا گیا ہے اور اُس میں اللہ تعالیٰ مومنوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۔

یعنی مومنوں کو کہہ دے کہ اپنی آنکھیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کیا کریں۔ یہ بات اُن کے لئے زیادہ پاکیزگی کا موجب ہے یقیناً اللہ وہ جو کرتے ہیں اُس سے باخبر ہے۔

(النور:31)

یعنی اس آیت میں سب مومنوں کو عام حکمِ پردہ ہے اور وہ دل و نظر کی پاکیزگی کا یعنی نامحرم کے مقابل غضِ بصرنظر خفی سے کام لیں اور اپنے فروج کی حفاظت کریں۔ جب کہ دوسری آیت میں حکم پردہ خاص عورتوں کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ النور آیت نمبر 32 میں مومن عورتوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ

وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ ۔

اور مومن عورتوں سے کہہ دے کہ وہ اپنی آنکھوں کو نیچا رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت

ظاہر نہ کریں سوائے اس کے کہ جوان میں سے ازخود ہو اور
اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈال لیا کریں اور اپنی زینتیں
ظاہر نہ کیا کریں۔

(سورۃ النورآیت32)

اس آیتِ کریمہ میں عورت کی عزت و عصمت کی حفاظت کے لئے کتنے واضع احکامات عطا کئے گئے ہیں کس شدت سے آج مسلمان عورتیں اس آیت کریمہ سے منحرف ہوتے ہوئے نافرمانی پر اُتر آئی ہیں،بغاوت پر اُتر آئی ہیں جو اپنی زینتیں اپنی ننگ و ناموس دوسروں پر ظاہر کرتے ہوئے ذرا بھی خوف ذدہ نہیں ہوتیں۔ مغربی تہذیب اور سوشل میڈیا تہذیب کی اندھا دھند تقلید کرتی ہیں۔ یہ آیت تو اُن کو تنبیہہ کررہی ہے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں ،اپنی زینتیں اغیار پر ظاہر نہ کریں زمین پر زور سے پاؤں نہ ماریں تاکہ وہ چیز ظاہر ہوجائے جس کو وہ چھپا رہی ہیں مگر مسلمان عورتیں آج بناؤ سنگھار کر کے تنگ اور برائے نام لباس میں تمام جہان کو دعوتِ نظارا دیتی پھرتی ہیں۔انجام کارِ ذلت و رسوائی کے گڑھے میں دھکیل دی جاتی ہیں۔ عرصۂ حیات اُن پر تنگ کردیا جاتا ہے طعن وتشنیع اغیار سے ثُمَّ لَایَمُوْتُ فِیْهَا وَلَا یَحْیٰ (الاعلیٰ:14)کی تصویر بن جاتی ہیں۔ انجام کار بڑی حسرت سے مرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ بندیوں پر بہت مہربان ہے وہ عورت کی جبلّی کمزوری اور نزاکت کے پیش نظر معاشرے کے ہر دکھ درد سے اُسے بچانا چاہتا ہے اُس پر فقط گھر گرہستی کی ذمہ داری ہی ڈالنا چاہتا ہے چنانچہ مردوں کا فرض قرار دیتا ہے کہ اُن کے نان ونفقہ کی تمام ذمہ داری اُن کے سر پر ہے تاکہ اُسے معاشرے کے ہر دکھ درد سے سردو گرم سے اور بری نظر سے بچایا جائے۔ دراصل اللہ حکم پردہ عطا فرما کر پاک صاف معاشرہ تشکیل دینا چاہتا ہے چنانچہ پردہ مردو عورت کے لئے حفاظتی حصار ہے اور ایسا قلعہ ہے جس میں داخل ہوکروہ ہر بدی، بے حیائی سے نجات پا جاتا ہے اُ س کا دل پاکیزگی کے محفوظ قلعہ میں داخل ہوجاتا ہے جہاں شیطان کا عمل دخل نہیں رہتا۔

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ

”اسلامی پردہ کی یہی فلاسفی اور یہی ہدایت شرعی ہے خدا کی
کتاب میں پردہ سے یہ مراد نہیں کہ فقط عورتوں کو قیدیوں کی
طرح حراست میں رکھا جائے یہ ان نادانوں کا خیال ہے جن کو
اسلامی طریقوں کی خبر نہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ عورت
مرد دونوں کو آزاد نظر اندازی اور اپنی زینتوں کے دکھانے
سے روکا جائے کیوں کہ اس میں دونوں مرد اور عورت کی
بھلائی ہے۔ بلآخر یاد رہے کہ خوابیدہ نگاہ سے غیر محل پر

نظر ڈالنے سے اپنے تئیں بچا لینا اور دوسری جائزالنظر چیزوں کو دیکھنا اس طریق کو عربی میں غضِّ بصر کہتے ہیں اور ہر ایک پرہیز گار جو اپنے دل کو پاک رکھنا چاہتا ہے اس کو نہیں چاہیے کہ حیوانوں کی طرح جس طرف چاہے بے محا بانظر اُٹھا کر دیکھ لیا کرے بلکہ اُس کے لئے اس تمدنی زندگی میں غضِّ بصر کی عادت ڈالنا ضروری ہے اور یہ وہ مبارک عادت ہے جس سے اُسکی یہ طبعی حالت ایک بھاری خلق کے اندر آجائے گی اور اس کی تمدنی ضرورت میں بھی فرق نہیں پڑے گا یہی وہ خلق ہے جس کو احصان اور عفت کہتے ہیں۔‘‘

(اسلامی اصولوں کی فلاسفی روحانی خزائن جلد 10صفحہ 344)

اسلامی اصولوں کی فلاسفی صفحہ 35-36مزید عفت اور احصان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

’’خداتعالیٰ نے ہمیں یہ تعلیم نہیں دی کہ ہم نامحترم عورتوں کو بلا تکلف دیکھ تو لیا کریں اور ان کی تمام زینتوں پر نظر ڈال لیں اور ان کے تمام انداز ناچنا وغیرہ مشاہدہ کرلیں لیکن پاک نظر سے دیکھیں۔ اور نہ یہ تعلیم ہمیں دی ہے کہ ہم ان بیگانہ جوان عورتوں کا گانا بجانا سن لیں اور ان کے حسن کےقصے بھی سنا کریں لیکن پاک خیال سے سنیں بلکہ ہمیں تاکید ہے کہ ہم نامحرم عورتوں کو اور ان کی زینت کی جگہ کو ہرگز نہ دیکھیں نہ پاک نظر سے اور نہ ناپاک نظر سے اور انکی خوش الحانی کی آوازیں اور ان کے حسن کے قصے نہ سنیں نہ پاک خیال سے اور نہ ناپاک خیال سےبلکہ ہمیں چاہیے کہ ان کے سننے اور دیکھنے سے نفرت کریں جیسا کہ مردار سے تا ٹھوکر نہ کھاویں کیوں کہ ضرور ہے کہ بے قیدی کی نظروں سے کسی وقت ٹھوکریں پیش آویں سو چونکہ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہماری آنکھیں اور دل اور ہمارے خطرات سب پاک رہیں اس لئے اُس نے یہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم فرمائی۔ اس میں کیا شک ہے کہ بے قیدی ٹھوکر کا موجب ہوجاتی ہے۔ اگر ہم ایک بھوکے کتے کے آگے نرم نرم روٹیاں رکھ دیں اور پھر امید رکھیں کہ اس کتے کے دل میں خیال تک ان روٹیوں کا نہ آوے تو ہم اپنے اس خیال میں غلطی پر ہیں۔سو خدا تعالیٰ نے چاہا کہ نفسانی قویٰ کو پوشیدہ کارروائیوں کا موقع بھی نہ ملے اور ایسی کوئی بھی تقریب پیش نہ آوے جس سے بد خطرات جنبش کر سکیں۔‘‘

اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ 35حضرت مسیح موعود اپنی اس پاکیزہ تحریر میں کس زور سے پردے کی حکمت اور اس کی فلاسفی بیان فرماتے ہیں یہ تحریر خصوصاً آپ کے پیروکاروں کے لئے لمحۂ فکریہ ہے خاص طور پر اُن لوگوں کے لئے جو دن رات سوشل میڈیا پر نامحرم عورتوں کے فحش ڈانس اور گانا بجانا سنتے ہیں اور اُن کے حسن کے قصے سنتے ہیں اور اُن زینت کی جگہوں کو دیکھتے ہیں ایسی قبیح حرکات کا مشاہد ہ روحانیت پر بہت بُرااثر ڈالتا ہے۔بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو پردے کو بے وجہ قید اور ترقی کی راہ میں روک سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عورت پردے کے اندر رہتے ہوئے ترقی نہیں کرسکتی ۔ حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ

"کہا جاتا ہے کہ پردہ کی وجہ سے عورتیں ترقی نہیں کرسکتیں۔ ان کی صحت خراب رہتی ہے
مگر یہ درست نہیں وہ عورتیں جو بے پردہ پھرتی ہیں وہ کیا کرتی ہیں جو پردہ کرنے والی نہیں کرسکتیں جس وقت عورتیں اسلام کے احکام کے مطابق پردہ کرتی تھیں تو ان کی صحتیں بھی اچھی تھیں مگر اب بے نقاب پھرنے والی کچھ نہیں کررہیں دراصل صحت امید اور امنگ سے قائم رہتی ہے پہلے عورتیں جنگوں میں شامل ہوتی تھیں دشمن کو مارتی تھیں مگر اب بے نقاب پھرنے والی کچھ نہیں کررہیں دراصل صحت امید اور امنگ سے قائم رہتی ہے جب کسی میں امنگ ہی نہ ہوتو چاہے اُسے پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا کر دو وہ نیچے ہی گری ہوئی ہوگی اور اگر امنگ اور امید ہو تو خواہ لحاف اوڑھا دو پھر بھی وہ بلند ہوتی جائے گی۔"

(اوڑھنی والیوں کے لئے پھول صفحہ 205-206)

پھر بعض لوگ چہرے کے پردے کو حکم پردہ میں شامل نہیں سمجھتے وہ کہتے ہیں بس سکاف لے لو یا چادر یہی پردہ اسلامی پردہ ہے ۔ حضور مزید فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کا یہ حکم ہے کہ

زینت کو چھپاؤ اور سب سے زیادہ زینت کی جگہ چہر ہ ہے وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ چہرہ چھپانے کا حکم نہیں اُن سے ہم پوچھتے ہیں کہ پھر زینت ہے کیاچیز جسے چھپانے کا حکم ہے۔

(اوڑھنی والیوں کے لئے پھول صفحہ 207)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں کہ اور کن درد انگیز الفاظ میں بے پردگی کے نقصانات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

”جب سختیاں کی جاتی ہیں تو کیوں اور کس طرح کی جاتی ہیں وہ میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں حقیقت یہ ہے کہ مجھے نظر آرہا ہے اگلی نسلیں انتہائی خطرناک دور میں داخل ہونے والی ہیں ہر طرف بے حیائی کا دور دورہ ہے ہر طرف ایسے حالات پیدا ہورہے ہیں کہ اگرآپ نے پردے کی خاص حفاظت نہ کی تو اتنے خطرناک حالات سے آپکی اگلی نسلیں دوچار ہونگی کہ آپ اسے حسرت سے دیکھیں گی اور ان کو واپس نہیں لاسکیں گی۔آپ زندگی کے فیشن سے دور جس کا حضرت اقدس کے الہام میں ذکر ہے دور جارہی ہیں اور جب آپ کو آپ کے فائدے کےلئے روکا جاتا ہے تو جواب میں زخم لگا کر چر کے لگا کر اپنے دکھ دوسروں کے دل میں منتقل کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ میں نے ایسا کیوں کہا اس لئے کہ قرآن کریم فرماتا ہے“

ترجمہ:

یعنی وہ لوگ جو چاہتے ہیں مومنو نمیں بدی بے حیائی پھیلے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ان کے لئے درد ناک عذاب مقدر ہے اورا للہ جانتا ہے ،تم نہیں جانتے۔

(سورۃ النور 20)

آپ فرماتے ہیں کہ پردے کی ساری کوششیں انسانی قدروں کی حفاظت اور اسلامی معاشرے کی حفاظت کی ساری کوششیں صرف تمہیں پاک کرنے کی خاطر کی جاتی ہیں اور یاد رکھو کہ اگر اللہ تعالیٰ کافضل اور اُس کا رحم شامل حال نہ ہوتاتو تم میں سے کبھی کوئی پاک باز نہ ہوتا اللہ جسے چاہتا ہے پاک کرتا ہے ۔ اللہ بہت سننے والا اور بہت جاننے والا ہے۔

(سورۃ النور 20)

جلسہ سالانہ 1982ء حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا خواتین سے خطاب احمدی مستورات بے پردگی کے خلاف جہاد کا اعلان کریں۔ اللہ کے اس منادی سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے 38برس قبل جن خطرات کو محسوس کیا اور بے پردگی کے بارے میں جن حالات کی پیش گوئی فرمائی تھی وہ آج حرف بحرف پوری ہورہی ہے سوشل میڈیا کی اندھی تقلید سے معاشرے میں بے پردگی کی وباء پھیل رہی ہے اس کے نتیجے میں بے شمار قباحتیں جنم لے رہی ہیں نیکی بدی اور پاکی ناپاکی کی پہچان اُٹھتی جارہی ہے ۔نوجوان نسل کے اوقات جو خدمت دین خدمتِ خلق اور اپنے مستقل کو سنوارنے کے کاموں

میں صرف ہوتے تھے اب اوارکی،لغویات،بے راہ روی کی ندر ہورہے ہیں اور حضرت مسیح موعود کا یہ الہام کہ ''زندگی کے فیشن سے دور جاپڑے''پورا ہورہا ہے زندگی کا فیشن تو نیکی تقویٰ عبادات کا قیام، اطاعت امام اور روحانیت میں ترقی کرنا تھا مگر آج معاشرہ کن گمراہی کی راہوں پر گامزن ہے زندگی کے کس فیشن کو اُس نے پالیا ہے جسے دیکھ کر ہر درد مند دل روتا ہے۔

حضرت خلیفتہ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ معاشرے کی اس درد انگیز حالت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

''ایک احمدی کے حیاء کا یہ معیار جو نہیں ہونا چاہیے اور ٹی وی اور انٹرنیٹ پر جو کچھ ہورہا ہے، یہ حیا نہیں ہے بلکہ ہواؤہوس میں گرفتار ی ہے۔ بے حجابیوں اور بے پردگی نے بعض شریف احمدی گھرانوں میں بھی حیاء کے جو معیار ہیں الٹا کے رکھ دئیے ہیں تفریح کے نام پر بعض ایسی باتیں کی جاتی ہیں بعض ایسی حرکتیں کی جاتی ہیں جو کوئی شریف آدمی دیکھ نہیں سکتا۔ چاہے میاں بیوی ہوں بعض ایسی حرکتیں ہیں کہ جب وہ دوسروں کے سامنے کی جاتی ہیں تو کوئی شریف آدمی دیکھ نہیں سکتا وہ نہ صرف نا جائز ہوتی ہیں بلکہ گناہ بن جاتی ہیں اگر احمدی گھرانوں نے اپنے گھروں کو ان بے ہودگیوں سے پاک نہ رکھا تو پھر اُس عہد کا بھی پاس نہ کیا اور اپنا ایمان بھی ضائع کرلیا جس عہد کی تجدید اُنہوں نے اس زمانے کے امام کے ہاتھ پر کی ہے آنحضرت ﷺ نے بڑا واضع فرمایا ہے کہ

اَلْحَیَاءُ مِنَ الْاِیْمَانِ

کہ حیا بھی ایمان کا ایک حصہ ہے

(صحیح البخاری کتاب الایمان باب الحیاء من الایمان حدیث 24)

پس ہر احمدی نوجوان کو خاص طورپر یہ پیش نظر رکھنا چاہیے کہ آج کی برائیوں کو میڈیا پر دیکھ کر اس کے جال میں پھنس نہ جائیں ورنہ ایمان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں گے انہی بے ہودگیوں کا اثر ہے کہ پھر بعض لوگ جو اس میں ملوث ہوجاتے ہیں تمام حدود پھلانگ جاتےہیں اس وجہ سے پھر بعضوں کو اخراج از جماعت کی سزا تجویز بھی کرنی پڑتی

ہے۔ ہمیشہ یہ بات ذہن میں ہو کہ میرا ہر کام خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے ہے۔

(خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 15جنوری 2010ء)

قرآن کریم کی سورۃ الشمسؔ آیت 10-11میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا Åo وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ؕ

(الشمسؔ :11،10)

یعنی کامیاب ہوگیا وہ شخص جس نے اپنے نفس کو پاک کیا اور ناکام ہوگیا وہ شخص جس نے اسے مٹی میں گاڑدیا۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے کامیابی حاصل کرنے کے لئے پاکیزگیٔ نفس کے حصول کو ضروری قرار دیا ہے اور پاکئی نفس حاصل نہیں ہوسکتی جب تک اللہ تعالیٰ کے تمام احکامات پر عمل نہ کیا جائے۔

سو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہنا چاہیے کہ وہ ہمیں نفس امّارہ کی یورشوں سے بچائے اور توفیق عطا کر ے کہ ہم ہمیشہ صراطِ مستقیم پر گامزن رہیں اور اپنے نفس کا محاسبہ کرتے رہنا چاہیے کہ شیطان ہمیں کسی قسم کے دھوکے میں مبتلا نہ کرے اور ہمیں مغربی تہذیب اور سوشل میڈیا کی خرافات ورغلا کر نیک راہوں سے دور نہ لے جائیں وہ نیک راہیں جو کامیابی کی راہیں ہیں جو آئندہ نسلوں کے امن کی ضامن ہیں اور وہ شخص تو ناکام ہو جاتا ہے جو اپنے نفس کو کھُلاکھُلا اور بے مہار چھوڑ دے اور وہ زمین کی طرف جا گرتا ہے اور اپنے نفس کو مٹی میں گاڑ دیتا ہے ۔ سو اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے تمام احکامات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔آمین

پردہ

یہ پردہ جو ہے
جو کہ ہے حکمِ یزداں
نہیں قید زنداں
یہ آزادئ روح
یہ آزادئ جاں
یہ ہے دین و ایمان
زمانہ قیامت نشاں بن گیا ہے
ہوائے نفس میں ہر اک مبتلا ہے
فحاشی کی ہر سمت پھیلی وباء ہے
ہوا یاں ہے مفقود جو ہر حیا کا
نہیں فرق نیک اور بد میں ذرا سا
نہ تقویٰ ہے کچھ اور نہ خوفِ خدا ہے
یہ پردہ جو ہے

یہ تو ہے حکمِ یزداں
یہ ہے رحمِ رحماں
نہیں ہے یہ زنداں
یہ عورت کی عزت
عورت کی عصمت
عورت کی عظمت کی
اس سے بقا ہے
وہ جانِ جہاں جو مہِ دلبراں ہے
وہی رازداں ہے
کہ وہ بندیوں پر بڑا مہرباں ہے
وہ خِلقت کی انکی بناوٹ نزاکت
سبھی جانتا ہے
وہ اندر کے حالوں سے واقف بڑا ہے
کہ ماں باپ سے بڑھ کے وہ خیر خواہ ہے
وہ بد بیں کی بدنظریوں پہ ہے
گھری نظر رکھنے والا
وہی ہے نگہبانمحافظ ہمارا
سراسر ہماری بھلائی کی خاطر
سراسر ہماری حفاظت کی خاطر
دیا حکم پردہ ہماری ہی خاطر
مگر شرط یہ ہے کہ ہو دل کا پردہ
نگاہوں کا پردہ
جبھی زیب دیتا ہے
ظاہر کا پردہ

مغرب میں ملنے والے حقوق کے بالمقابل
اسلام میں عورت کو ملنے والے حقوق

ابتدائیہ:

آج مغربی معاشرہ حقوقِ نسواں اور آزادئ نسواں کے نام پر بلند و بانگ دعوے کر رہا ہے کہ جو حقوق مغربی معاشرے کی طرف سے عورت کو حاصل ہیں وہ اسلام اُسے نہیں دے رہا اُن کا یہ اعتراض بھی ہے کہ اُسے مردوں کے شانہ بشانہ ترقی کی دوڑ میں شامل ہونے نہیں دیا جاتا اُسے گھر کی چاردیواری میں قیدا ور پردے میں محبوس کردیا جاتا ہے جبکہ معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے۔ اسلام عورت کی نزاکت طبع اور بسبب اُس کی جبلّی طاقتوں کی کمزوری کے اور بسبب اُس کے نازک اور لطیف جذبات و احساسات کے اُس پر وہ ذمہ داریاں ڈالنا نہیں چاہتا جن کی وہ متحمل نہ ہو سکے۔مغربی معاشرہ اُس پر گھر گرہستی کا بوجھ بھی ڈالتا ہے اور کمانے اوراپنے لئے نان و نفقہ کا انتظام کرنے کی ذمہ داری بھی ڈالتا ہے۔ اسلام عورت کو تخت پر بٹھانا چاہتا ہے جس قدر عزت و تکریم اسلام نے عورت کو دی ہے اُسکا شائبہ تک بھی دوسرے مذاہب میں نہیں ملتا جو تحفظ اور جو محبت اسلامی معاشرہ اُسے دینا چاہتا ہے اُس کی مثال تاریخِ عالم اور مذاہب عالم میں نہیں ملتی۔اُس کی پیدائش کو رحمت سمجھا جاتا ہے باپ اور بھائیوں کے زیر سایہ اُس کا بچپن گزرتا ہے،والدہ کی محبت اُسے پروان چڑھاتی ہے نازو نعم اور پیار محبت میں پلنے والی اس بچی کے نان و نفقہ اور تعلیم و تربیت کی تمام ذمہ داری والدین کی ہوتی ہے۔ باپ کے گھر سے رخصت ہو کر شوہر کی ناز برداری میں آجاتی ہے اور وہ اس کے تمام اخراجات اور ضروریات کا متکفّل ہوجاتا ہے وہ شوہر کی مشیر اور اُسکے گھر کی منتظمہ اور وزیر کے عہدے پر فائز ہوتی ہے ۔بچوں کی نگہدار اس تحفظ کے سائے میں عمر بسر کرتی ہے بڑھاپے کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی بیٹوں کی

نگہداشت میں اجاتی ہے اور اس کے قدموں کے تلے جنت تصور کی جاتی ہے۔ صنفِ نازک کو مغربی معاشرے میں جذبات و احساسات سے عاری بچے پیدا کرنے والی مشین مرد کی جنسی تسکین کو پورا کرنےو الی اور بے جان چیزوں کی طرح کی چیز سمجھا جاتا ہے ۔آزادئ نسواں اور حقوقِ نسواں کے نام پر اُسکی عزت و ناموس کی دھجیّاں بکھیر دی جاتی ہیں۔ اُسے کلبوں اور دوسری ناپاک مجالس کی زینت اور عیش و عشرت کی چیز مردوں کے لئے سمجھا جاتا ہے ۔بحیثیت بیٹی، بہن، بیوی ،ماں کے اُس کا کوئی مقام نہیں کوئی وقعت ،عزت اور توقیر نہیں ۔معصوم بیٹی ذرا سنِ شعور کو پہنچتی ہے یابہن بلوغت کی عمر کو پہنچتی ہے بوائے فرینڈز ،گرل فرینڈز بنانے کی تربیت دی جاتی ہے اور یوں بچی درندوں کے حوالے کردی جاتی ہے ۔اُسے کلبوں کی زینت بنا کر ناچ گانوں اور شراب نوشی کی مجالسِ ناپاک میں مردوں کی عیش و عشرت اور درندگی کا نشانہ بنا کر اُس کی عزت و عصمت کو تار تار کردیا جاتا ہے اتنے بھیانک اطوار ہیں اس معاشرے کے کہ شادی سے پہلے ناجائز بچے پیدا کرتی ہے اور مجرم مرد اِن لُٹی ہوئی بے یارومددگار خواتین کو تنہا چھوڑ کر چلے جاتے ہیں اور وہ ان بے نام اور لاوارث بچوں کی نگہداشت تنہا کرتی ہیں اور تنہا ایسی اولاد کا بوجھ اُٹھائے پھرتی ہے۔ عورت کے لئے مغربی معاشرہ انسانیت سے دور حیوانیت اور جنگل کا قانون پیش کرتا ہے۔ بحیثیت بیوی کے بھی اُسکے کوئی حقوق نہیں،فرائض ہی فرائض ہیں گھر کی دیکھ بھال ،صفائی ستھرائی ،بچوں کو سکول چھوڑنا، علالت میں ہسپتالوں کی ڈیوٹیاں دینا الغرض ایک تھکا دینے والا سفر ہے جو وہ صبح سے شام تک کرتی ہے۔ والدہ جس نے اولاد کو پروان چڑھانے میں بے حد دکھ اُٹھائے ہوتے ہیں بالغ ہونے پر یعنی اٹھارہ سال کی عمر میں بچوں کو ماں باپ سے الگ کر دیا جاتا ہے تمام اولاد آہستہ آہستہ الگ گھروں میں سکونت اختیار کرلیتی ہے۔ ماں کا یا باپ کا کوئی پُرسانِ حال نہیں ہوتا۔ اس عمر میں یعنی بڑھاپے کی عمر میں اُسے تنہائی کا عذاب سہنا پڑتا ہے۔ بڑھاپے میں بچوں کی صورت دیکھنے کو ترستی ہے دل بہلاوے کے لئے باغبانی یا پالتو جانوروں یعنی کتے بلیوں کا سہارا لیتی ہے۔ سال میں ایک پیرنٹس ڈے کے موقع پر بچے سلام کرنے آجائیں یافون کرلیں اسی پر خوشی سے پھولی نہیں سماتی۔ گھریلو خاندانی نظام سے محروم مغربی معاشرے میں عورت کا بڑھاپا بہت خوفناک ہوتا ہے۔ جب تک قویٰ ساتھ دیتے ہیں زندگی کی جنگ لڑتی ہے اس کے بعد اولڈ ہاؤسز میں پھینک دی جاتی ہے یا اگر ماں یا باپ گھر میں بیمار ہوئے کوئی ہسپتال لے جانے والا نہیں تھا گھر میں ہی فوت ہوگئے۔ کئی دن بعد پولیس یا ہمسائیوں کے علم

میں بات ائی ۔تو یہ المیہ ہے مغربی معاشرے کا باوجود بے پناہ مادی اسائشوں کے یہ معاشرہ امن و سکون سے محروم اور گھریلو زندگی کے حسن سے ناآشنا ہے باوجود دنیاوی ترقی کی انتہائی بلندیوں کو چھو لینے والا معاشرہ عورت کو عزت و تکریم تحفظ اور اماں دینے سے قاصر ہے۔ مغربی معاشرے میں عورت کا ظاہر بہت چمک دمک والا ہے مگر اُس کا باطن زخم خوردہ ہے اُس کا سینہ ۔ معاشرے کی بے رحمیوں سے فگار ہے۔

اسلام کے عورت کو دئیے گئے حقوق:

اسلام ہر شعبۂ زندگی میں عورت کو اُس کے حقوق فراخدلی سے عطا کرتا ہے جس کی نظیر مذاہب عالم
میں نہیں ملتی۔ اُن میں سے چند حقوق کا ذکر میں ذیل میں کروں گی۔

روحانی حقوق۔معاشی حقوق۔معاشرتی حقوق۔ تعلیمی حقوق۔ قانونی حقوق۔ سیاسی حقوق

1- روحانی حقوق:

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے ۔

ترجمہ:

> یعنی مردوں میں سے یا عورتوں میں سے جو نیک عمل کرے اور وہ مومن ہو تو یہی لوگ ہیں جو جنت میں داخل ہونگے اُن پر کھجور کی گٹھلی کے سوراخ جتنا بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

(سورۃ النِساء آیت 125)

اس آیت میں روحانی انعامات کی عطا میں مرد اور عورت میں کوئی تفریق نہیں رکھی گئی فرمایا دونوں میں سے جو بھی نیک عمل کر ے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ اوائل اسلام سے لے کر آج تک روحانیت کے بڑے بڑے مدارج طے کرنے والی عورتیں گزری ہیں جن کو اسی دنیا میں وحی کے ذریعے جنت اور رضائے الٰہی کی خوشخبریاں عطا کی گئیں مثلاً آنحضرت کی زوجۂ مطہرہ حضرت خدیجہ نے اپنا سب کچھ اللہ اور اُس کے رسول کی خاطر قربان کردیا اور اسلام کی خاطر جان سوز قربانیاں کیں مثلاً غارِ حرا میں آپ میلوں پیدل چل کر آنحضور کے لئے اشیائے خوردونوش اور دوسری اشیاء لے کر جاتیں تو راستے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام فضا میں معلق آپ کو نظر آتے جو آپ کو سلام پیش کرتے اور جنت میں موتیوں سے بنے ہوئے محل کی خوشخبری دیتے۔ حضرت عائشہ کے متعلق تاریخ اور احادیث کی کتابوں میں آتا ہے کہ آنحضور کے پاس آپ کی موجودگی میں جبرائیل علیہ السلام تشریف لاتے

اور اپکو سلام پیش کرتے۔ حضرت فاطمہ ہوبہو نبی پاک کی عکسی تصویر تھیں روحانیت میں بلند مقام پر فائز جنت کی عورتوں کی سردار پھر دوسری ازواج مطہرات جن کی زندگی کا مقصد ہی قیامِ عبادات اور قیامِ حسنات تھا۔رابعہ بصری جو کہ اسلام میں بزرگ صوفیہ کی حیثیت سے معروف ہیں۔اُنہوں نے بلند روحانی مراتب حاصل کئے آپ کی تحریرات آج بھی یورپ میں پڑھائی جاتی ہیں۔ حضرت امام آخرالزماں کے دور میں ہم دیکھتے ہیں کہ خواتین میدانِ روحانیت میں کس بلند مقام پر پہنچیں مثلاً اُمُّ المومنین حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ آپ حضرت مسیح آخر الزماں کی زوجہ مطہرہ تھیں آپ کے متعلق بے شمار دفعہ وحی الہٰی آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود کو فرماتا ہے کہ

اِنِّی مَعَکَ وَمَعَ اَ ھُلِکَ

خدا تیرے اور تیرے اہل کے ساتھ ہے

(تذکرہ صفحہ 431)

پھر حضرت مرزا مبارک کی وفات کے موقع پرآپ کے صبر کرنے پر اللہ تعالیٰ خوشنودی کا اظہار یوں فرماتا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ

"خدا خوش ہوگیا"

(سیرت حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ، صفحہ 269)

پھر دوسری خواتین مبارکہ جنہوں نے خدا تعالیٰ کے قرب میں ترقی کی۔ عام خواتین میں چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کی والدہ کا ذکر آتا ہے کہ آپ قیامِ توحید کے لئے اور اللہ کی رضا کی خاطر اپنے گھر کی اولاد کی پرواہ تک نہ کی الغرض اسلام عورت کو روحانی مدارج کے حصول کے لئے مرد کے برابر درجات عطا فرماتاہے سوائے نبوت کے وہ تمام ارفع مقامات تک رسائی حاصل کرسکتی ہے اور بھی بے شمار خواتین اسلام میں گزری ہیں جنہوں نے قربِ الہٰی کا بلند مقام حاصل کیا۔

2- معاشی حقوق:

معاشی حقوق کی ادائیگی میں اسلام عورت کے ساتھ بہت رحمت و رأفت کا سلوک کرتا ہے اُسکی تمام ضروریات نان و نفقہ قیام و طعام کا ذمہ دار مرد کو ٹھہراتا ہے۔ وہ باپ ،بھائی ،شوہر یا بیٹے کی صورت میں عورت کے تحفظ کے لئے قوام مقرر فرماتا ہے اُسے کمانے سے بری الذمہ کرتا ہے۔ ہاں اپنی مرضی سے اگر وہ کمانا چاہے یا پردے کے اندر رہتے ہوئے اگر کوئی کام کرنا چاہتی ہے تو بھی مرد کو اس کی مدد اور حفاظت کا ذمہ دار ٹھہراتا ہے اور اُس کو پورا اختیار ہے کہ اپنی کمائی میں سے ایک پائی بھی گھر پر خرچ نہ کرے یا شوہر کو نہ دے خواہ مرد غریب اور عورت امیر ہو تب بھی مرد کو اُس کی کمائی پر کوئی حق نہیں سوائے اس کے کہ

وہ خود گھر پر یا بچوں پر اپنی مرضی سے خرچ کرے کوئی اس پر زور زبردستی نہیں کرسکتا عورت تجارت کرسکتی ہے ،جائیداد خرید سکتی ہے ،بیچ سکتی ہے ،جاب کرسکتی ہے پردے کے اندر رہتے ہوئے دینِ حق نے معاشی لحاظ سے اُسے استحکام عطا کر نے کی خاطر نکاح کے وقت عورت کے لئے مہر مقرر فرمایا۔ مالدار سے اُس کی حیثیت کے مطابق اور نادار سے اُسکی استطاعت کے مطابق اور پھر یہ نہیں کہ مہر فقط مقرر کردیا بلکہ مردوں کو اُسے ادا کرنے کی نصیحت بھی فرمائی۔چنانچہ فرمایا

ترجمہ:

اور عورتوں کو اُن کے مہر خوش دلی سے ادا کرو پھر وہ اپنی خوشی سے اس میں سے تمہیں کچھ دینے پر راضی ہوں تو اسے بلا تردد شوق سے کھاؤ۔

(سورة النساء آیت5)

اسلام نے عورت کو بے مثال عزت اور تحفظ عطا فرمایا شوہر کے مرجانے کی صورت میں یا طلاق کی صورت میں عدت کے احکام جاری فرمائے اُسے ایک سال تک گھر سے نہ نکالنے کی نصیحت فرمائی اگر عورت حاملہ ہے تو حمل کے دوران اور وضع حمل سے لے کر دوسال تک بچے کو دودھ پلانے پر عورت کے تمام اخراجات نان و نفقہ اور لباس پوشاک کی تمام ذمہ داری مرد پر ڈالی۔ عورتوں کو ایک سال تک گھر سے نہ نکالنے کی وصیت فرمائی سوائے اس کے کہ وہ خود چلی جائیں یااپنے متعلق وہ خود کوئی فیصلہ کریں۔

3- معاشرتی حقوق:

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے

ترجمہ:

اور جب زندہ درگو ر کی جانے والی لڑکی کے بارے میں سوال کیا جائے گا کہ آخر اُسے کس گناہ کی پاداش میں قتل کیا گیا ۔

(سورة التکویر آیت 9-10)

زمانہ جاہلیت میں لڑکی کی پیدائش کو منحوس اور باعث ذلت سمجھا جاتا تھا عرب کے بعض گھرانے بچی کی پیدائش پر ذلّت و رسوائی سے بچنے کے لئے اُسے زندہ دفن کردیتے تھے۔

ایک صحابی جو زمانہ جاہلیت میں اس قبیح فعل کے مرتکب ہوئے تھے بیان کرتے ہیں میں نے آنحضور □ کے سامنے اپنی زندہ دفن کی گئی بچی کی داستان سنائی جو کہ بوقتِ دفن ابا ابا کہتے ہوئے مجھے پکارتی رہی لیکن میں اُس پر مٹی ڈالتا

کیا یہاں تک کہ اسکی اواز مٹی میں کم ہوگئی۔ انحضور رحمتِ عالم محسنِ انسانیت محسن نسواں یہ داستانِ الم سنتے جاتے تھے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ آپؐ نے اپنے عمل سے ثابت فرمایا کہ بیٹیوں سے کس طرح حسنِ سلوک کیا جاتا ہے آپ اپنی تمام بچیوں سے اور خصوصاً حضرت فاطمہ سے بہت محبت فرماتے آپ نے فرمایا فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جو اسے دکھ دے گا وہ مجھے دکھ دے گا۔ ایک مرتبہ ایک لڑکی نے آپکے پاس آکر شکایت کی کہ میرے باپ نے میری پسند کی بغیر شادی کردی ہے آپ نے فوراً اُسکا نکاح منسوخ کردیا۔

(صحیح البخاری کتاب اصحاب النبیؐ باب منائب ،مرایۃ رسول اللہؐ حدیث 3714)

آنحضور کو عورتوں کے نازک جذبات و احساسات کا اس قدر خیال تھا کہ آپ ازواج مطہرات کی معمولی معمولی تکالیف پر بے چین ہو جاتے آپ امہات المومنین کے گھر کے کام کاج میں مدد فرماتے آٹا گوندھ دیتے ،بکریوں کادودھ دوہتے اپنے کپڑے خود درست کرلیتے یعنی اُن میں پیوند لگا لیتے اپنی ازواج پر گھر کے کام کاج کا اتنا بوجھ نہ ڈالتے۔ ایک مرتبہ دورانِ سفر امہات المومنین اونٹوں پر سوار تھیں ھدی خوان اونٹوں کو تیز چلا رہا تھا ۔آپؐ نے فرمایا کہ آہستہ چلو آبگینے سوار ہیں۔ آپ خواتین کی نزاکتِ طبع کو آبگینوں سے تشبیہہ دیتے ہیں ایک حدیث میں آپ کا ارشاد ہے کہ اگر کسی مرد کو اپنی بیوی پسند نہ بھی ہو تب بھی اُس سے حسن سلوک کرے۔

اس حقیقت کو قرآن کریم ان الفاظ میں بیان کرتا ہے ۔

ترجمہ:

اور ان سے نیک سلوک کرو اور اگر تم انہیں ناپسند کرو تو عین ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھ دے گا۔

(سورۃ النساء آیت 20)

اور اگر تم ایک بیوی کو دوسری بیوی کی جگہ تبدیل کرنے کا ارادہ رکھتے ہو اگر تم ان میں ایک کو ایک ڈھیر مال کا بھی دے چکے ہوتو بھی اُس سے واپس نہ لو کیا تم اسے بہتان تراشی کرتے ہوئے واپس لوگے اور کھلے کھلے گناہ کا ارتکا ب کرتے ہوئے

(سورۃ النساء آیت 21)

4- تعلیمی حقوق:

اللہ تعالیٰ نے ہر مرد اور عورت پر علم حاصل کرنا فرض قرار دیا ہے علم حاصل کرنے کے معاملے میں مرد اور عورت کے درمیان کوئی تفریق نہیں رکھی۔

آنحضور کی ایک حدیث پاک ہے:۔

علم حاصل کرو خواہ اس کے لئے تمہیں چین جانا پڑے۔

زمانہ جاہلیت میں عورت کے علم حاصل کرنے پر پابندی تھی اسلام نے عورت کے لئے علم حاصل کرنے کو نہ صرف ضروری قرار دیا بلکہ فرض کیا اسلئے کہ آئندہ آنے والی نسلوں کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری اُس کو سونپی جاتی تھی۔ عورت جو ناانصافی اور جہالت ظلم و بربریت کے اندھیروں میں بھٹک رہی تھی آفتابِ اسلام کی نورانی کرنیں اُس کے قلب و ذہن کو بھی جلا بخشنے لگیں دینی اور دنیاوی علوم اُ سکے قلب و ذہن کو بقعۂ نور بنانے لگے۔

اوائل اسلام میں سب سے پہلے حضرت عائشہ نے علمی میدان میں وہ کارہائے نمایاں سرانجام دئیے جن کی نظیر نہیں ملتی۔ آنحضور آپ کی ذہانت ،فہم و فراست، قرآنی علوم پر دسترس اور دوسرے مثلاً حساب،تاریخ ،ادب ،فقہ ،عربی زبان پر عبور کے سبب آپ کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ آپ کی علمی قابلیت اور پاک خصائل کے سبب آپ کی بہت قدر فرماتے اور آپ کو اسی سبب حضرت عائشہ سے سب سے بڑھ کر محبت تھی۔ آپ نے فرمایا

"آدھا دین عائشہ سے سیکھو"۔

بڑےبڑے کبارصحابہ آپ کے شاگرد تھے۔ بڑے بڑے اُلجھے ہوئے مسائل کو آپ چند لمحوں میں حل فرمادیتیں۔ اختلافی مسائل کو بڑی خوش اسلوبی سے حل فرماتیں اور بھی بہت بڑی بڑی عالم خواتین اسلام میں گزری ہیں مثلاً حضرت خنسا بہت بڑی شاعرہ تھیں جن کا کلام عربی ادب کا بہت بڑا سرمایہ ہے۔ حضرت رابعہ بصری کے صوفیانہ اقوال آج بھی زبان زد عام ہیں۔ اس دور میں حضرت مسیح آخر الزماں اور آپ کے خلفاء نے خواتین کی تعلیم و تربیت کا زبردست انتظام فرمایا۔آج خواتین اسلام کا علمی شعور بہت بلند ہے۔ خلافت کے سائے تلے تمام عالم میں علوم معارف کی اشاعت میں پیش پیش ہیں۔

5- قانونی حقوق:

قانونی طور پر عورت وراثت میں حصہ دار ہے وہ چیزوں کو خرید سکتی ہے ،بیچ سکتی ہے۔ کسی پراپرٹی اور جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ

کی مالک ہوسکتی ہے قانونی طور پر اسے اپنے متعلق اپنے گھر کے فیصلے کرنے کا اختیار ہے ۔پھر یہ قانون کہ اگر مرد ڈھیر مال کا دے تو بھی واپس نہیں لے سکتا۔ اسلام میں عورت کے لئے سزا کو وہی قانون ہے جو مرد کے لئے ہے۔

6- سیاسی حقوق:

عورت کو سیاسی معاملات میں حصہ لینے کا حق بھی اسلام دیتا ہے وہ ووٹنگ میں حصہ لے سکتی ہے ووٹ ڈال سکتی ہے ۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی ملاقات دورہ مغرب کے دوران مغربی مفکرین سے ہوئی انہوں نے اسلام میں عورت کے مقام پر لایعنی اعتراضات کئے کہ اسلام عورت کو وہ حقوق نہیں دیتا جو مغربی اقوام نے دئیے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا مسلم ممالک میں غلط فہمی یا تعصب کی وجہ سے سب سے بڑا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اسلا م نے عورت کو بالکل نظر اندازکردیا ہے۔ اُس نے عورت کے حقوق قائم ہی نہیں کئے اس لئے اسلام مردوں کا مذہب ہے یہ عورتوں کا مذہب ہے ہی نہیں۔ حالانکہ اس کا حقیقت سے دور کا واسطہ بھی نہیں اسلام نے نہ صرف یہ کہ عورتوں کو مردوں کے مساوی حقوق دئیے ہیں بلکہ بعض احتیاطیں وضع کر کے ان کے حقوق کے تحفظ کی پوری پوری ضمانت دی ہے۔ حضور نے فرمایا ان قوموں میں بعض گندے اخلاق اور دوسری بگڑی ہوئی عادتوں نے کچھ ایسا گھر کرلیا ہے کہ اگراُن کو سمجھایا جائے کہ جن باتوں پر تم اعتراض کررہے ہو ان کا مقصد عورتوں پر نا واجب پابندیاں لگانا نہیں بلکہ ان کی عزت و احترام اور حقوق کی حفاظت کرنا ہے تو اسے درخواعتناً نہیں سمجھتے اور ایک ہی رٹ لگاتے ہیں کہ اسلام نے عورت کو مرد کے برابر درجہ نہیں دیا حالانکہ کسی قوم کی عورتوں کو اخلاقاً یا عقلاً اس بات کی اجازت نہیں دی جاسکتی کہ ان کی لڑکیاں شادی سے پہلے ہی بچے جننے لگیں کیا یہ حقیقت نہیں کہ آزادی کے سراسر غلط تصوّر نے ان قوموں کے افراد کو مادر پدر آزاد بنا چھوڑا ہے۔ آزادی کے اس غلط تصوّر کا ہی نتیجہ ہے کہ امریکہ میں ہی ہر سال لاکھوں ایسے بچے پیدا ہوتے ہیں جنہیں اُنکی مائیں شادی سے پہلے جنتی ہیں اب اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اسلام اس کی اجازت نہ دے کر عورتوں پر سختی کرتا ہے تو

یہ اعتراض عقلا، مذہبا، اخلاقا سراسر ناواجب ہے۔ اسلام عورتوں کو ان کے حقوق کے تحفظ کی ضمانت دے کرا ن کو بھی مردوں کی طرح زمین سے اُٹھا کر آسمان کی رفعتوں میں لے جانا چاہتا ہے جو چیز عورتوں کی ترقی میں روک ہے اسلام اسے تسلیم نہیں کرتا نہ اس کی اجازت دیتا ہے ۔

(دورۂ مغرب صفحہ 78-79)

ہم قبل از اسلام عورت پر ٹوٹنے والی مصیبتوں اور دکھوں اور طوفانوں کا تصوّر بھی نہیں کرسکتے۔ قبل از اسلام بلادِ عرب روم ایران یونان کے فلسفےمیں عورت کو شیطان کی بیٹی کا لقب دیا جاتا، اُسے مصائب کی جڑھ کہا جاتا ،اُس کے لئے نکاح شادی طلاق کا کوئی قانون نہ تھا ۔ راہ چلتی عورت پر کپڑا ڈال کر جس کا جی چاہتا اُسے بیوی بنا لیتا ۔ مرد جتنی چاہتا شادیاں کرتا۔ اُ سکے مرنے پر بیٹے جائیداد کی طرح اُس کی بیویوں کو تقسیم کر کے اُن سے شادی کرلیتے۔ عورت کو ادنیٰ درجہ کی مخلوق اور مصائب کی جڑھ تصوّر کیا جاتا۔ بائیبل کہتی ہے عورت کو حمل کی سزا دی گئی ہے یعنی وہ جو تکلیف کے ساتھ بچے جنتی ہے یہ اُس کی سزا ہے جبکہ اسلام پیدائش کی وجہ سے عورت کو بے حد عزت و تکریم سے نوازتا ہے اور فرماتا ہے

اے انسان! تیر ی ماں نے تجھے تکلیف کی حالت میں جنا اور تیرے دودھ پلانے کی مدت دوسال میں پوری کی۔

(سورۃ لقمان :15)

پھر حضرت مریم کے ذکر میں آتا ہے کہ دردزہ اُسے کھجور کے تنے کی طرف لے گئی اور اُسے یقین ہوگیا کہ اُس کے بچہ پیدا ہونے والا ہے تو اُس نے دنیا کی انگشت نمائی کا خیال کیا اور کہا اے کاش میں اس سے پہلے مر جاتی اور میری یاد مٹا دی جاتی ۔اُس وقت فرشتے نے ندادی اور کہا کہ اے عورت غم نہ کر اور اللہ نے تیری نچلی جانب چشمہ بہایا ہوا ہے اُس سے اپنی اور بچہ کی صفائی کرو اور کھجور کی شاخ کو ہلا وہ تجھ پر تازہ پکی ہوئی کھجوریں پھینکے گی یعنی پیدائش کے وقت حضرت مریم پر فرشتوں کا نزول ہوا ور ماں کو اتنی عزت دی کہ اُ سکے قدموں تلے جنت رکھ دی۔

(سورۃ مریم:23تا27)

پھر ہندوستان بھی عورت پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنے میں کسی سے کم نہیں رہایہاں ستی کی رسم ہر روز عورت پر قیامتیں ڈھاتی رہی ہے ۔ شوہر کی وفات اور اُس کے جلانے کے ساتھ ہی اُس کے لئے چتا تیار کی

جاتی ۔ اس زندہ پر لکڑیوں کا ڈھیر چن دیا جاتا اور اسے زندہ جلادیا جاتا یعنی اُسے شوہر کے بعد جینے کا کوئی اختیار نہ تھا اُ س کی زندگی اور موت برابر تھی اور سب مرد کے لئے تھی۔ آج بھی مغربی تہذیب کا حقوق نسواں کا نعرہ اُسے ذلیل و رسوا کرتا ہے۔ اُسے اونچا مقام دینے کی بجائے اُسے ذلتوں پستیوں اور قعرِمذلت میں دھکیل دیتا ہے۔ ہم قبل از اسلام عورت کی حالتِ زار پر غور کرتے ہیں اُ س کی محرومیوں اور مصیبتوں کے بارے میں سوچتے ہیں اُسکے موت سے بدتر جینے پر غور کرتے ہیں تو ہمارے رونگٹے کھڑے ہوجاتےہیں اور دل خوف سے بھر جاتا ہے ۔ ہم سوچتے ہیں کہ اگر اسلام اور اس کے قوانین اس مظلوم و مقہور بندی کے پرسان حال نہ بنتے ، اگر رحمت عالم اس کی داد رسی نہ فرماتے ،ا گر اللہ تعالیٰ اس کی فریاد رسی نہ فرماتا ،تواس بے وقعت بندی کا کیا حال ہوتا۔ آپؐ نے اس مفلوک الحال طبقہ نسواں کو ابھارا اُس میں زندہ رہنے کی امنگیں پیدا فرمائیں۔ بحیثیت بیٹی ،بہن ،بیوی، ماں عورت کے ہر رشتے میں ناز برداری فرمائی آپ فرماتے ہیں۔

اے لوگو مجھے تمہاری دنیا کی تین چیزیں پسند ہیں عورت،خوشبو اور نماز مگر میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔

آپؐ فرماتے ہیں

اگر اللہ تعالیٰ کسی کو"لڑکیاں"دے اور اُن کی اچھی تعلیم وتربیت کرے تو وہ جنت میں جائے گا۔

جب ہم عورت پر آپکے احسانات کا مطالعہ کرتے ہیں تو دل اللہ تعالیٰ کی حمد اور نبی کریم کے لئے درود سے بھر جاتا ہے ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَعَلیٰ آلِ مُحَمَّدٍ

رکھ پیش نظر وہ وقت بہن جب زندہ گاڑی جاتی تھی
گھر کی دیواریں روتی تھیں جب دنیا میں تو آتی تھی

وہ رحمتِ عالم آتا ہے تیرا حامی ہوجاتا ہے
تو بھی انسان کہلاتی ہے سب حق تیرے دلواتا ہے

بھیج درود اُس محسن پر تو دن میں
سو سو بار
پاک محمد مصطفیٰ سب نبیوں کا
سردار

رحمی رشتوں کی اہمیت اور احترام

اللہ تعالیٰ نے نوع انسان کے وجود،بقا،سالمیت ،ترقی کے لئے نفس واحدہ سے مرد اور عورت کو جوڑے کی صورت میں پیدا فرمایا اور بہت سے مردوعورت دنیا میں پھیلائے اور یوں رحمی رشتوں کی بنیاد رکھی۔ سسرالی اور آبائی رشتوں میں باندھ کر مضبوط خاندانی نظام وضع فرمایا۔ ایسا نظام جس کی نظیر نہیں ملتی اور باہم محبت،ہمدردی اور رحم کے جذبات دلوں میں پیدا فرمائے جن کے بغیر خاندانی نظام چل ہی نہیں سکتا۔ انسان جو صاحب شعور ہستی کے طور پر پیدا کیا گیا خوبصورت محبت کرنے والے رحم کرنے والے جانثار رشتوں کی لڑی میں پرودیا گیا ہے۔ یہ رشتے اگر احساس کی دولت سے مالا مال ہوں تو ایک جنت نظیر معاشرے کے قیام کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔رحمی رشتوں میں سرِفہرست اہمیت کے حامل والدین ،اہل وعیال،بھائی،بہن اور دوسرے چچا، پھوپھی،خالہ،ماموں اور ان کی اولادیں اور سسرالی رشتے دار ہیں۔ اللہ ان کی قدرو منزلت اور ادب واحترام کا اورا ن کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیتا ہے اگر یہ رشتے نہ

ہوتے تو روئے زمین پر نوعِ انسانی کا وجود نہ ہوتا مثلا اکر پڑدادا، پڑدادی، پڑنانا، پڑنانی نہ ہوتے تو دادا،دادی ،نانا، نانی نہ ہوتے اور اگر دادا، دادی،نانا،نانی نہ ہوتے تو ماں باپ نہ ہوتے اگر ماں باپ نہ ہوتے تو ہم نہ ہوتے اگر ہم نہ ہوتے تو آئندہ نسلیں نہ ہوتی اور یوں روئے زمین پر نسلِ انسانی کا وجود نہ ہوتا۔ اس لئے رحمی رشتوں کی اہمیت ایک مسلّمہ حقیقت ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ

ترجمہ:

اے لوگواپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اُس سے اُس کا جوڑا بنایا پھر ان دونوں سے مرد اور عورتوں کو بکثرت پھیلا دیا اور اللہ سے ڈرو جس کے نام کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رحمی رشتوں کا خیال رکھو۔ یقیناً اللہ تم پر نگران ہے۔

(سورۃ النساء آیت نمبر2)

اس آیت کریمہ میں رشتہ داریوں کے معاملات میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے اور اُس سے ڈرنے کا حکم دیا گیا ہے یعنی رشتہ داروں کے آپس کے حقوق وفرائض کی ادائیگی کے سلسلے میں اللہ رب العزت کے حضور جواب طلبی ہوگی۔

نوٹ: حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی نفس واحدہ کی تشریح یوں ہے کہ انسان کو لمبے ارتقاءی دور سے گزر کر نفسِ واحدہ یعنی ایک جان کی صورت میں پیدا کیا گیا اور پھر اس سے اسے مرد اور عورت کی شکل میں پیدا کیا گیا۔قرآن حکیم کے سات بطن ہیں اس کے علاوہ معانی بھی ہو سکتے ہیں۔

یعنی والدین کے حقوق کے بارے میں اولاد سے پوچھا جا ئے اور اولاد کے حقوق کے بارے میں والدین سے باز پرس ہوگی اسی طرح دوسرے اقرباء کے حقوق کے بارے میں بھی۔ پھر فرماتا ہے کہ تم ایک جان بن کررہو یعنی جس طرح جسم کے ایک حصے میں تکلیف ہوتو سارا بدن تکلیف میں مبتلا ہوجاتا اسی طرح رحمی رشتوں کے معاملات میں ایک جان بن کر ایک دوسرے کا خیال رکھو اپنے اقرباًکی تکالیف اور دکھ درد میں اُن کے مونس وہمدم اور غمخوار بن کررہو۔ کوئی شخص اپنے اقرباً کو دکھ نہ دے اُن کے حقوق غصب نہ کرے بلکہ آپس میں رحمت اور رأفت کا سلوک روا رکھے، ایک دوسرے کا ادب و احترام کرے، ہر رشتے کو اہمیت اور عزت دے۔ اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر جنت نظیر معاشرے کے قیام کے لئے آنحضرت ﷺ کو مبعوث فرمایا اور رشتےدار وں کے ساتھ حسن سلوک کرنے

اور ان کے حقوق ادا کرنے کے معاملات میں اپ کو کو کامل نمونہ بنا کر بھیجا۔ آپؐ نے کمال احسان کے ساتھ ہر رشتے کو اہمیت اور عزت دی۔ ہر رشتے کے ساتھ آپ کا حسنِ سلوک قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے اسوہ بن گیا۔

رحمی رشتوں کے ساتھ حسنِ سلوک میں آنحضرت کا نمونہ

والدین کے ساتھ حسن سلوک میں آپ کا اسوہ:

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ کے والد آپ کی پیدائش سے پہلے وفات پا گئے اور چند سال آپ کی عمر تھی کہ والدہ اس جہانِ فانی سے کوچ کرگئیں مگر جنہوں نے والدین کی طرح آپ کی پرورش کی ان میں آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب،آپ کے چچا حضرت ابو طالب آپ کی چچی حضرت فاطمہ آپ کی رضائی والدہ حلیمہ سعدیہ ہیں۔ حلیمہ سعدیہ کی بیٹی آپکی رضائی بہن ہیں۔ ان سب کے ساتھ آپ کے حسن سلوک اور ان کے ادب و احترام کے واقعات سے تاریخ بھری پڑی ہے۔ آنحضور اپنی خاندانی عزت ووجاہت سے بچپن سے ہی واقف تھے۔ ایک مرتبہ بچپن میں آپ جنگل میں بکریاں چرا رہے تھے کہ ڈاکو آگئے اور وہ آپ کی بکریاں چھین کر جانے لگے تو آپ کمال بہادری کے ساتھ اُن کے سامنے کھڑے ہوگئے اور کہا میں تمہیں بکریاں لے جانے نہیں دوں گا۔ ڈاکو بہت حیران ہوئے اور پوچھا تم کس کے بیٹے ہو تو آپ نے فرمایا عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ حضرت عبدالمطلب آپ کے اعلیٰ اوصاف کی بناء پر آپ کو اپنے ساتھ مسند پر بٹھاتے جبکہ بیٹوں کو آپ کے برابر بیٹھنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ جب حضرت عبدالمطلب کی وفات ہوئی تو رسول کریم غمزدہ حالت میں جنازے کے ساتھ روتے جاتے تھے پھر جب آپ کے چچا حضرت ابو طالب نے آپ کی کفالت کی ذمہ داری اُٹھائی تو آپ نے اُن کی اور اپنی چچی کی کمال اطاعت کی۔چچی کو ماں کا مقام دیا اور اس کفالت کے احسان کے بدلے میں حضرت ابوطالب کے فرزند حضرت علی کی پرورش کی ذمہ داری قبول فرمائی اور حضرت علی کی بے مثال تربیت فرمائی کہ آپ اسلام کے چوتھے خلیفہ کے منصب پر فائز ہوئے۔ آپ کو اپنے ساتھ موسیٰ اور ہارون والی نسبت دی۔ اپنے رنگ میں رنگین کیا اپنے علوم کا وارث بنایا اور فرمایا میں علم کا شہر ہوں او رعلی اس کا دروازہ ہیں۔ پھر آپ کو اپنی دامادی کا شرف عطا فرمایا۔ آپ اپنی رضاعی والدہ حضرت حلیمہ سعدیہ کے ساتھ بھی بے حدادب و احترام کے ساتھ پیش آتے ۔حلیمہ سعدیہ تشریف لاتیں تو اُٹھ کر کھڑے ہوجاتے۔ اپنی چادر بچھا کر اُن کو بٹھاتے۔ عہدِ نبوت میں حلیمہ سعدیہ کا قبیلہ آپ کے دشمنوں یعنی کفار سے مل گیا اور اُن کے ساتھ مل کر آپ کے خلاف جنگ کی دشمن

کو شکستِ فاش ہوئی اور یہ لوگ جنگی قیدی کی صورت میں اپ کے حضور حاضر کیے گئے تو اُنہوں نے حضرت حلیمہ کا واسطہ دے کر آپ سے رحم کی اپیل کی جس پر آپ نے سب کو نہ صرف معاف کردیا بلکہ انعام و کرام دے کر رخصت کیا ۔ حضرت خیر البشر وجہِ فخرِ کائنات محمد مصطفیٰ کا اپنے اہل و عیال کے ساتھ حسنِ سلوک بے مثال تھا ۔ ایک حدیث میں آپ فرماتے ہیں کہ

"تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنے اہل کے ساتھ اچھا ہے اور میں تم میں سب سے زیادہ اپنے اہل کے ساتھ اچھا ہوں۔"

جب ہم تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ کس طرح آپ اپنی ازواج کے ساتھ حسن سلوک فرماتے ہیں اُن کی خوبیوں اور قربانیوں کی قدر کرتے ہیں اور اسکا اظہاربھی کرتے ہیں اور ان کے غم و ہم میں دکھ درد میں اُنکی دلجوئی کرتےہیں۔ ان کی قربانیوں اور خوبیوں کی قدر کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ سفر کے دوران امہات المومنین اونٹوں پر سوار تھیں۔ھُدی خوان اونٹوں کو تیز چلا رہا تھا کہ آپ نے فرمایا آہستہ چلو آبگینے سوار ہیں یعنی امہات المومنین کی ذرا سی تکلیف سے بھی آپ بے قرار ہوجاتے۔ حضر ت خدیجہ کی وفات کے بعد بھی آپ کی محبت اور قربانیوں کا تذکرہ فرماتے۔ ایک مرتبہ حضرت خدیجہ کی بہن تشریف لائیں تو اُن کی آواز سن کر بے تاب ہوگئے اور فرمایا یہ تو خدیجہ کی آواز ہے۔حضرت عائشہ شکوہ کرتی ہیں کہ آپ ابھی تک اُس بوڑھی عورت کو یاد کرتے ہیں حالانکہ اللہ نے آپ کو اُن سے بہتر بیویاں عطا کی ہیں۔ آپؐ فرماتے ہیں ایسا نہ کہو جب سب لوگوں نے میری تکذیب کی تو خدیجہ نے میری تصدیق کی اپنے مال سے میری مدد فرمائی اُن سے اللہ تعالیٰ نے مجھے اولاد کی نعمت سے نوازا۔

اولاد سے الفت و محبت:

آپ کی تمام اولاد سوائے حضرت فاطمہ کے آپ کی زندگی میں فوت ہوئی اس لئے آپ کی تمام توجہ تمام محبت حضرت فاطمہ اور آپ کے بچوں کے لئےوقف ہوگئی فرمایا فاطمہ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں اور حضرت امام حسن اور حسین جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ آپ کو حضرت فاطمہ کے بچوں سے بہت محبت تھی۔ حضرت امام حسن اور حسین بھی آپ سے بہت محبت کرتے۔ حالتِ نماز میں جب آپ سجدے میں جاتے تو امام حسن اور حسین آپ کی کمر پر سوار ہو جاتے آپ اُس وقت تک سر نہ اُٹھاتے جب تک بچے خود نہ اُٹھ جاتے۔ ایک مرتبہ حضرت امام حسن یا حسین میں سے کسی کو آپ نے اٹھایا ہوا تھا۔ ایک صحابی جو قریب تھے

پکار اٹھے کہ کس شان کی سواری ہے اپ نے فرمایا سوار بھی تو بہت اچھے ہیں الغرض آپ نے تمام رشتوں کے حقوق ادا فرمائے۔ قرآن کریم میں جب ہم انبیاء کے حالات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ تمام انبیاء اپنے عزیز واقارب سے نیک سلوک کرنے والے اور اُن کے خیر خواہ اُن سے محبت کرنے والے۔اُن کے حقوق کا خیال رکھنے والے تھے۔ انبیا ء کرام کو منصبِ نبوت پر فائز ہونے کے بعد سب سے پہلے رشتہ داروں کو پیغام حق دینے کے لئے حکمِ الہٰی تھا سب سے پہلے اُن کے مخاطب اُن کے عزیز و اقارب تھے۔ سورۃ المدثر آیات 2،3،4 میں اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے آپکو اپنے رشتے داروں کو پیغام حق دینے کا حکم فرمایا جیسا کہ فرماتا ہے

ترجمہ:

یعنی اُٹھ کھڑا ہو اور ڈرا اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر، اپنے کپڑے پاک کر یعنی اپنے رشتہ داروں کو اپنی تعلیمات سے پاک کر اور ناپاکی سے الگ ہوجا۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اپنے اقرباء کی اصلاح کا ارشاد فرمایا اسی طرح سورۃ مریم میں حضرت ابراہیم کی اپنے باپ کی گمراہی پر بے چینی اُسے شرک اور ظلم سے باز رکھنے اور ایک خدا پر ایمان لانے کی نصائح بھی قرآن کریم میں مذکور ہیں فرماتا ہے

ترجمہ:

جب اُس نے اپنے باپ سے کہا اے میرے باپ تو کیوں اُن چیزوں کی عبادت کرتا ہے جو نہ سنتی ہیں ، نہ دیکھتی ہیں، نہ تیرے کسی کام آسکتی ہیں۔ اے میرے باپ میرے پاس یقینی علم آچکا ہے جو تیرے پاس نہیں آیا پس تو میری پیروی کر میں تیری سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کروں گا۔

(سورۃ مریم آیات 43،44،45)

پھر جب حضرت ابراہیم کے والد نے آپ کا کہنا ماننے سے انکار کردیا تو آپ نے کس حسرت سے فرمایا اچھا میں تجھے اور تیرے معبودوں کو ترک کردوں گا اور تیرے لئے سلامتی یعنی ہدایت کی دعا کروں گا۔

قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ اپنے بھائی کے تعلق میں بیان ہوا ہے کہ آپ کو جب اللہ تعالیٰ نے فرعون کی طرف اور بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر مبعوث فرمایا تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے اپنے اہل یعنی خاندان سے اپنا نائب مبعوث کرنے کی التجا کی۔

سورۃ طٰہٰ کی آیت 30،31،32،33میں ارشادِ ربانی ہے

ترجمہ:

یعنی میرے اہل میں سے میرا نائب بنا یعنی ہارون کو جو میرا
بھائی ہے اس کے ذریعے میری پشت مضبوط کر اُسے میرے
کام میں شریک کر تاکہ ہم کثرت سے تیری تسبیح کریں۔

ان آیات میں کیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام التجائیں کر کے حضرت ہارون کو اپنا ہم منصب بنانا چاہتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے شرف قبولیت بخشا اور دونوں بھائی اپنی قوم کو فرعون کی غلامی سے رہا کرانے میں کامیاب ہوگئے ۔حضرت نوحؑ کا واقعہ آپکے بیٹے کے تعلق میں قرآن کریم میں درج ہے کہ جب وہ طوفان میں آپ کے ساتھ سوار نہ ہوا اور کافروں کے ساتھ مل گیا تو آپ اُسے بچانے کیلئے کیسے بے تاب ہیں اور فرماتے ہیں کہ بیٹا ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں کے ساتھ نہ ہو مگر اُس نے ایک نہ مانی اور پانی کی موج دونوں کے درمیان حائل ہوگئی اور آپ نے اللہ کو پکارا کہ آپ نے تو میرے اہل کو بچانے کا وعدہ کیا تھا فرمایا وہ ہرگز تیرا اہل نہیں تھا وہ تو بُرے عمل کرنے والا تھا ۔ تو پھر آپ اس دعا سے رک گئے یعنی اللہ کے پیارے کس طرح اپنے اقرباء اور نوع انسان کو بچانے کے لئے دعائیں کرتے ہیں اور اُن کی نجات کے لئے خدا سے التجائیں کرتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر اپنی والدہ کے تعلق میں آتا ہے کہ
جب حضرت مریمؑ کو آپکی قوم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کی پیدائش کے تعلق میں طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا تو حضرت
عیسیٰ علیہ السلام جو کہ ابھی بچے تھے کس محبت اور عزت
سے اپنی والدہ کی وکالت کرتے اور دلجوئی فرماتے تھے۔

(ترجمہ سورۃ مریم آیات 33،32،31)

کفار کے طعن و تشنیع کے جواب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے تھے۔

یقیناً میں اللہ کا بندہ ہوں اُس نے مجھے کتاب عطا کی ہے اور
مجھے نبی بنایا ہے اور مجھے مبارک وجود بنایا ہےجہاں
کہیں میں ہوں مجھے نماز اور زکوٰۃ کی تاکید کی ہے جب تک
میں زندہ ہوں اور اپنی ماں سے نیک سلوک کرنے والا بنایا اور
مجھے سخت گیر اور سنگ دل نہیں بنایا۔

یعنی کس طرح اپنی والدہ کی عزت وتکریم قوم پر آشکار کرتے ہیں۔

اب میں حضرت مسیح موعود کی زندگی کے کچھ واقعات پیش کروں گی کہ کس طرح آپ اپنے اقربا اہل و عیال کے ساتھ مشفقانہ روّیہ رکھتے تھے۔

ایک مرتبہ اپ نے حضرت امّ المومنین کو درا اونچی اواز میں پکارا اور پھر دیر تک استغفار کرتے رہے کہ شائد کوئی معصیت ہوگئی ہے۔حضرت سیدہ نصرت جہاں حضرت اماں جان کی بے حد دلداری فرماتے آپ کو اور آپ کی اولاد کو جو کہ عظیم الشان بشارتوں کی حامل تھی۔ شعائراللہ میں سے سمجھتے تھے تو آپ نے بے حد عظمتوں کا حامل لٹریچر اسلام کے دفاع اور نشأۃ ثانیہ کے لئے چھوڑا ۔ایک مرتبہ آپ ایک بہت اہم مضمون لکھ رہے تھے کہ میاں محمود کمرے میں آئے اور آپ نے اسے دیا سلائی دکھا دی وہ جل کر خاکستر ہوگیا آپ نے بچہ کو کوئی سرزنش نہیں کی بس اتنا کہا اللہ تعالیٰ اس سے بہتر مضمون ہمیں سمجھا دے گا۔آپ انتہائی اہم کام میں مصروف ہیں کہ آپکا صاحبزادہ بار بار دروازے پر آتا ہے اور کہتا ہے ابا دروازہ کھولو۔ آپ بشاشت سے ہر مرتبہ دروازہ کھول دیتے ہیں اور کسی خفگی کا اظہار نہیں فرماتے۔ اُمُّ المومنین سے آپ نے گڑ والے چاولوں کی فرمائش کی۔ آپ نے چار گنا گڑ اور ایک گنا چاول ڈال کر پکا دئیے ۔ حضرت اماں جان سخت خوفزدہ تھیں کہ آپ خفا نہ ہو جائیں مگر آپ نے اس قدر دلداری آپ کی کی کہ آپ خوش ہو گئیں ۔ حضرت مسیح موعودؑ کا گھرانہ آپ کی تربیت کے سبب سے جنت نظیر تھا جہاں خوشیوں اور مسرتوں کے ڈیرے تھے ہر شخص دوسرے کی عزت و تکریم محبت والفت کے لحاظ سے ایسی مثال تھا کہ جس کی نظیر عالم میں نہیں ملتی۔ اس گھرانے نے دنیا کو اخلاقیات کے درس دینے اور خلقِ عظیم پر زمانے کو قائم کرنا تھا چنانچہ آگے چل کر ایسا ہی ہوا۔ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ اولاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حسن و سلوک اور خلق کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتی ہیں کہ میں چھوٹی سی تھی بھائی پیار کرتے ہر کہنا مانتے حضرت اماں جان کا پیار سب سے بڑھ کر حضرت مسیح موعود کی نازِ برداریاں۔

(مبارکہ کی کہانی مبارکہ کی زبانی صفحہ7)

پھر فرماتی ہیں خدا کے فضل سے میرے بھائیوں کا ظاہر تو تھا ہی بہتر ین مگر باطن بھی پاکیزہ رہا میری نظر نے تمام تعلقات رشتے اور محبت کو الگ رکھتے ہوئے جب بھی غور

کیا ظاہر سے بہتر ان کے دلوں کو پایا کوئی نفاق نہیں ، کوئی ریا نہیں ، کوئی مکاری نہیں ،نہ کسی سے بغض و حسد نہ دنیا کے معاملات کےلئے غصہ و انتقام کا جذبہ ہمیشہ صاف و شفاف دل والے رہے۔

(مبارکہ کی کہانی مبارکہ کی زبانی صفحہ 57)

حضرت مسیح موعود کی تمام اولاد ہی رشتوں کے اکرام اور عزت کا بہت خیال رکھتی تھی۔ یہاں میں حضرت مصلح موعود کے چند اوصافِ کریمانہ بیان کروں گی۔ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ فرماتی ہیں

حضرت اماں جان سے آپ بچپن سے بہت مانوس تھے آپ کی عزت محبت آرام کا خیال آپ کو ہر وقت رہتا جو حضرت مسیح موعودؑ کے وصال کے بعد یہ خیال بہت بڑھ گیا تھا۔ حضرت اماں جان کے دہلی والے رشتہ داروں کا بھی خاص خیال رکھتے۔ ان کی بہت خاطر داری کرتے جب دہلی جاتے اُنہیں بلابلا کر ملتے۔ حیدرآباد دکن میں حضرت اماں جان کے ننھیالی عزیزوں کی دعوتوں میں مصروف رہتے اور فرمایا حضرت اماں جان کے عزیز ہیں ان کا حق ہے پھر پارٹیشن کے وقت اور بعد میں جو عزیز آتے ان کی ہر طرح امداد کرتے بہن بھائیوں کی دلداری تو کرتے ہی تھے بہن بھائیوں کی اولادوں سے بھی بہت پیار تھا اور محبت کا تعلق ہمیشہ رکھا۔

(مبارکہ کی کہانی مبارکہ کی زبانی صفحہ 62)

اختتامیہ:

یہ ان برگزیدہ ہستیوں کے کچھ حالات و واقعات زندگی تھے یہ لوگ جاہل دنیا کو گم شدہ اخلاقیات کا درس دینے، ادب واحترام سکھانے کے لئے تشریف لاتے ہیں یہ لوگ اُس ابرِ بہار کی طرح ہوتے ہیں جس کے برستے ہی دنیا میں محبت اور امن و آشتی کی ہوائیں چلنے لگتی ہیں۔ اخروی اور دنیاوی جنتیں ان ہستیوں کے فیوض و برکات سے دنیا میں اتاری جاتی ہیں ان کی تعلیمات سے اندھیرے نور میں بدل جاتے ہیں۔ ظلم و بربریت اور ناانصافی کی صف لپیٹ دی جاتی ہے مگر جو لوگ ان پاک ہستیوں کا ا نکار کرتے ہیں ان کی تعلیمات کو پسِ پشت ڈال دیتے ہیں اندھیروں میں زندگیاں گزارتے ہیں۔ آج آپؑ کے انکار کے سبب معاشرے کی عجیب حالت ہے ہر طرف بے چینی ہے، بے قراری ہے ،بھائی بھائی سے برسرپیکار ہے ،والدین کا بزرگوں کا ادب واحترام مفقود ہوچکا ہے۔ قصۂ پارینہ بن چکا نفرتوں کے ناگ دن رات معاشرے کو ڈسنے میں مصروف ہیں۔ ہوٗ وہوس نے آنکھوں پر

بے حسی کی پٹّیاں باندھی ہوئی ہیں رشتوں کا تقدس پامال ہورہا ہے۔ ہر شخص مال و دولت کے حصول کی دوڑ میں ایک دوسرے سے سبقت لےجانا چاہتا ہے ۔ اولاد والدین کی دشمن ہورہی ہے۔ والدین اولاد سے اپنی عزت چھپاتے پھر رہے ہیں۔ اخبارات اور سوشل میڈیا پر دل دھلا دینے والی خبروں سے بھرے پڑے ہیں۔ قبل از اسلام زمانہ جاہلیت کے تمام حالات و واقعات دہرائے جارہے ہیں۔ ماں باپ اپنے بچوں کو چند سکوں کے عوض فروخت کرنے پر اضی ہوجاتےہیں۔ مائیں چند کوڑیوں کے عوض اپنی بچیوں کو فروخت کر کے زندہ درگور کررہی ہیں۔ بھائی بھائی کا حق کھا رہے ہیں۔ اولاد ماں باپ پر ظلم کر رہی ہے ۔ بڑھاپے میں اُنہیں بے یارومددگار تنہا، بےآسرا ،دردرکی ٹھوکریں کھانے کے لئے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ فلاحی اداروں کے سپرد کر کے اپنے فرائض سے سبکدوش ہو جاتے ہیں۔ الغرض ظلم و ستم اور بے حسی کی سیاہ رات معاشرے پر مسلط ہے۔ اخلاقیات کو بالائے طاق رکھ کر رحمی رشتوں کی دھجیّاں بکھیر کر دنیا پر گدھوں اور چیونٹیوں کی طرح گرتے ہیں ۔ دل رحم اور رأفت کے جذبات سے خالی ہوچکے ہیں اور ان سب حالات کی ایک ہی وجہ ہے ایک ہی سبب ہے خدا تعالیٰ پر اور اُس کی جواب طلبی پر ایمان اُٹھ گیا ہے۔ آنے والی زندگی پر ایمان اُٹھ گیا ہے ۔اُس بالا ہستی کی پکڑ سے گرفت سے بالکل بے خوف ہو چکے ہیں۔ انسان جو اشرف المخلوقات کے طور پر پیدا کیا گیا بہائم سے بدتر ہورہا ہے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ تمام رشتوں کے ساتھ ہمیں حسن سلوک کرنے کی طاقت دے۔آمین

”کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار“

یہ حضرت مسیح موعود کی ایک طویل نظم کا مصرعہ ہے جس میں آپ اپنے جانثاروں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں

کہ اے میری جماعت کے لوگو تم جو میرے سلسلۂ بیعت میں شامل ہو زمانے کے امام اور موعود نبی پر ایمان لائے ہوتو ایسا ضرور ہوگا کہ پہلی امتوں کی سنت کے مطابق متکبر، منکرین اور معاندین اور زمانے کے فراعین کی طرف سے سخت تکالیف اور صعوبتوں کا تمہیں سامنا کرنا پڑے گا اُن کے طعن و تشنیع بھرے کلمات اور گالیوں سے لبریز وعظ سننے پڑیں گے ہر راہ سے تم ستائے جاؤ گے، دکھ دئیے جاؤ گے ، تمہارے اموال جانوں اور آبرو پر حملے کئے جائیں گےسخت اہانت آمیز سلوک تم سے روا رکھا جائے گا۔ مگر اے میرے پیارو تم دلبرداشتہ نہ ہو، کبر کا جواب کبر سے گالی کا جواب گالی سے نہ دو بلکہ عجزو انکسار کے پیکر بن کر اپنے نمونہ سے ثابت کرو کہ تم گزشتہ انبیاء اور اُن کی سچی جماعتوں کے نقوشِ قدم پر ہو۔

آپ فرماتے ہیں

گالیاں سن کر دعا دو پاکے دکھ آرام دو
کبر کی حالت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار
تم نہ گھبراؤ اگر وہ گالیاں دیں ہر گھڑی
چھوڑ دو اُن کو کہ چھپوائیں وہ ایسے اشتہار
چپ رہو تم دیکھ کر اُن کے رسالوں میں ستم

دم نہ مارو کر وہ ماریں اور کردیں
حالِ زار

ان اشعار میں آپ ہم سے کس قدر صبر، عجز اور انکسار کی توقع فرمارہے ہیں۔دنیا میں جس قدر بھی انبیاءگزرے ہیں سب کو ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کبر کے مقابل پر عجز و انکسار کا رویّہ اپنانے اور ظلم وبربریت کے مقابل پر عفو ودرگزر کرنے کی ہدایت اور نصیحت فرمائی گئی۔ دراصل منکر قوم کے مذہبی اور سیاسی لیڈر جو جاہل اور علم سے نابلد عوام الناس کو اپنا غلام بنائے بیٹھے ہوتے ہیں اور ہر طرح سے اُس کا استحصال کررہے ہوتے ہیں وہ نہیں چاہتے کہ وہ مذہبی ،فکری ،علمی اور اقتصادی اور معاشی لحاظ سے اُن سے آزاد ہوں اس لئےوہ اُن کو علمی ،روحانی ،اخلاقی پستیوں میں دیکھ کر مطمئن رہتےہیں اور اسی میں اُن کا مفاد ہے ۔لہٰذا جونہی اللہ تعالیٰ کی رحمت بنی نوع انسان پر مہربان ہوتی ہے اور وہ لوگوں کو ہدایت کے لئے کسی آسمانی مصلح کا نزول فرماتا ہے تو معاً طاغوتی طاقتیں اُس سے برسرِ پیکار نظر آتی ہیں اور اُس کے راستے کی دیوار بن کر اُسے ناکام کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتی ہیں۔اپنے اکابرین کی پیروی میں منکر قوم کی حالت سخت پستیوں میں ہوتی ہے۔ روحانی لحاظ سے بھی اور اخلاقی لحاظ سے بھی یہ اس لئے ہوتا ہے کہ اُن کا خداتعالیٰ پر اور یوم آخرت پر ایمان کلیتہً اُٹھ گیا ہوتا ہے اور ایمان باللہ کے فقدان کی وجہ سے اُن سے تقویٰ خدا خوفی یہا ں تک کہ دنیاوی شرم و حیا بھی مفقود ہوچکی ہوتی ہے ۔ اُن کی خواہشات نظریات ہواؤہوس، امنگیں ، دنیاوی زندگی اور شان و شوکت سے شروع ہو کر اسی پر ختم ہو جاتی ہین اس لئے جب خدا تعالیٰ کا نبی اُن کی اصلاح کے لئے تشریف لاتا ہے تو وہ اس کو اس کے سلسلہ کو اور اُس کے پیروکاروں کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ سب وشتم، گالی گلوچ ، استہزاء اور ٹھٹھا اُن کی عادت ثانیہ بن جاتا ہے چونکہ اُن کا اللہ تعالیٰ کی پکڑ پر ایمان نہیں ہوتا اس لئے وہ اس کی پکڑ سے بالکل بے خوف ہوتے ہیں ہر راہ سے نبی اور اُس کے ماننے والوں کو دکھ دیتے اور طرح طرح کی اذیتوں اور ایذا رسانیوں سے اُن کی زندگیوں کا سکون اور چین برباد کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ مومنوں کی اس حالت کو یوں بیان فرماتا ہے کہ

ترجمہ:

خندقوں یا کھائیوں والے ہلاک کردئیے جائیں گے یعنی اُس آگ والے جو بہت ایندھن والی ہوگی جب وہ اُس کے گرد بیٹھے

ہوئے ہونگے اور وہ اس پر گواہ ہونگے جو وہ مومنوں سے
کریں گے اور وہ اُن سے پر خاش نہیں رکھتے تھے مگر اس
بناء پر کہ وہ اللہ یعنی کامل غلبہ رکھنے والے صاحبِ حمد پر
ایمان لے آئے یقیناً وہ لوگ جنہوں نے مومن مردوں اور مومن
عورتوں کو فتنہ میں ڈالا اور پھر توبہ نہیں کی اُن کے لئے
جہنم کا عذاب ہے ۔اُن کے لئے آگ کا عذاب ہے۔

(سورۃ البروج آیت نمبر 5،6،4،8،11)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے کس وضاحت سے مومنین کی تکالیف کا نقشہ کھینچا ہے کہ اُن کو محض اس لئے روحانی اور جسمانی زندگی کے حق سے محروم کیا جاتا ہے کہ وہ اَحسَن الخالقین اللہ رَبُّ العزت پر ایمان لے آئے ہیں اس جرم کی پاداش میں وہ مومنین سے غیر انسانی سلوک روا رکھتے ہیں ۔ شریعت کو وہ اپنی میراث اور جاگیر سمجھتےہیں۔ دین اسلام پر نام نہاد اجارہ داری رکھتے ہیں اور دین کے نام پر بڑے بڑے مکرو ہ افعال کرتے اور اس مقدّس شریعت اورخدا اور رسول کے نام پر ظلم و ستم کا بازار گرم رکھتے ہیں ۔ باغِ محمدی کو اجاڑنے والے جنہیں احادیثِ نبویہ میں خنزیر اور بندر کے نام سے موسوم کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوقات میں بدترین مخلوق یعنی شر البریہ کہا گیا ہے ۔ نہ انکادین سے تعلق نہ ان کو شریعت کا پاس۔ یہ محض اپنے اندرونی تکبّر اور نخوت کے نتیجے میں آسمانی ہدایت کاانکار کرتے ہیں نہ صرف خود انکار کرتے ہیں بلکہ تمام خلقِ خدا کو بھی فتنوں میں مبتلا کردیتے۔ خشکی اور تری فتنہ و فسادکی آماجگاہ بن جاتے ہیں۔ گناہوں کے سیلاب کا بند ٹوٹ جاتا ہے ۔ آسمانی عذابوں کا نزول شروع ہوجاتا ہے۔ پھر رٹ یہ لگاتے ہیں کہ آسمانی مصلح کی کوئی ضرورت نہیں رحم شرم اور حیا ان بہائم کے قریب بھی نہیں پھٹکے ہوتے ۔ ان درد انگیز حالات میں حضرت مسیح موعود مومنوں کو تکبر، نخوت اور ظلم و استبداد کے مقابل پر صبر اور عجزو انکسار کی ہدایت فرماتے ہیں۔

تکبر کا مفہوم:

تکبر کے معانی ہیں بڑائی اپنے آپ کو دوسروں پر فوقیت دینا ، دوسروں کو حقیر اور ذلیل خیال کرنا مال کا تکبر ، علم کا تکبر ، حسن و جمال کا تکبر ، عقل و خرد پر فخرو غرور کرنا سب سے کریہہ تکبر کی جو قسم ہے وہ نیکی اور پارسائی کا تکبر ہے۔متکبّر انسان کی عجیب نفسیات ہوتی ہیں وہ اپنے آپ کو عام انسانوں سے بالا تر اور مافوق الفطرت مخلوق خیال کرتا ہے ۔ متکبّر انسان سے اخلاقیات سے گرے ہوئے افعال سرزرد

ہوتے ہیں اس کے نزدیک اس کا حق ہے کہ ہر شخص اس کا اکرام کرے اُسے باعزت مقام دے ۔ اونچی مسند پر بٹھائے اُسے اہمیت دے اُس کی ہر غلط صحیح بات یا فعل کو تسلیم کرے اُس میں تفاخر کی عادت ہوتی ہے۔ اپنی رائی جتنی خوبی کو پہاڑ کی طرح پیش کرے گا ۔ دوسروں کی پہاڑوں جیسی نیکیاں نظر انداز کردے گا ۔متکبّر بہت ظالم ہوتاہے ، دوسروں کی کمزوریوں کو اچھالنے والا اور اُنہیں ذلیل کرنے والا، نہ بڑے کی عزت کرتا ہے ، نہ چھوٹے کے سر پر دستِ شفقت رکھتا ہے ۔ متکبر غاصب قبضہ اپنا حق سمجھتا ہے ۔ متکبر بہت حاسد بھی ہوتا ہے وہ چونکہ خود کو کوئی اعلیٰ مخلوق سمجھتا ہے اس لئے اگر خدا تعالیٰ دوسروں کو کسی نعمت سے سرفراز فرمائے ۔مالی و روحانی علمی اخلاقی لحاظ سے تو اس پر بہت گراں گزرتا ہے وہ یہ دعا نہیں کرے گا کہ اے اللہ مجھے بھی یہ نعمتیں عطا فرما بلکہ وہ حسد میں اندھا ہو کر کہے گا کہ یہ سب نعمتیں دوسروں سے چھن جائیں اور وہ تباہ وبرباد ہو جائیں۔ متکبّر اپنے بھائی پر تہمتیں لگانے والا، اُس کی چغلیاں کرنے والا ، اُس کے عیبوں کی تشہیر کرنے والا ہوتا ہے تاکہ وہ معاشرے میں ذلیل و رسوا ہو جائے اور لوگ اُس کی عزت،اُس کے مرتبے اور مقام کی وجہ سے نہیں کرتے بلکہ اُس کے خوف کے سبب سے اُس کی عزت کرتے ہیں اور اُس کے شر سے بچنے کے لئے کرتے ہیں۔ غرض ایک متکبر انسان میں تما م عیوب جمع ہو جاتے ہیں۔ اگر مالی لحاظ سے اُس میں برتری ہے تو اپنے ماتحتوں اور ملازمین سے بُرا سلوک روا رکھے گا ان پر ظلم وستم کرتے ہوئے خوفِ خدا سے کام نہیں لے گا ۔ہاتھ سے ظلم کرے گا زبان کے نشتر سے زخمی کرے گا ۔ اگر عالم ہے تو علم پر ناز کرے گا دوسروں کو جہالت اور کم علمی کے طعنے دے گا ۔ اگر اللہ نے عقل دی ہے تو دوسروں کو بے وقوف اور جاہل خیال کرے گا اُن کی تضحیک کرے گا اور مذاق اُڑائے گا ۔ اگر اللہ نے اچھی صورت دی ہے تو دوسروں کی واجبی شکل و صورت کو تضحیک کا نشانہ بنائے گا۔ حالانکہ اس میں اُس کی ذاتی خوبی نہ تھی وہ تو سب کریڈٹ اللہ تعالیٰ کو جاتا ہے جس نے اُس کی اچھی صورت بنائی اگر ذہانت پہ ناز ہے تو ذہن بھی اللہ نے بنایا غرض جب سب کچھ اُس کی عطا ہے اس میں کبر و غرور کیسا۔

حضرت مسیح موعود اپنے ایک شعر میں اس حقیقت کو یوں بیان فرماتے ہیں کہ

ہے بلندی شانِ ایزد گر بشر ہووے بلند
فخر کی کچھ جا نہیں یہ ہے متاعِ مستعار

(درثمین صفحہ 155)

پھر فرماتے ہیں

تکبر سے نہیں ملتا وہ دلدار
ملے جو خاک سے اُسکو ملے یار
پسند آتی ہے اُس کو خاکساری
تذلل ہے رہِ درگاہِ باری

(درثمین صفحہ 93)

کبر نیکی اور کبرِ پارسائی تکبر کی بدترین مثالیں ہیں ایسا انسان اپنے سوا اور اپنے مسلک کے سوا سب نوع انسان کو فاسق و فاجر اور کافر خیال کرتا ہے ۔اُن پر ڈنڈے کے زور سے اپنے خیالات عقائد اور مسلک کو لاگو کرنے کی کوشش کرتا ہے تمام انسانوں کی ہدایت کا خود کو ذمہ دار ٹھہراتا ہے ۔اپنا مذہب خواہ بت پرستی ہو انسان پرستی یا دہریہ اور ملحدانہ خیالات رکھتا ہو جب ہم تمام انبیاء کی منکر اقوام کا مطالعہ ازروئے قرآن کرتے ہیں تو اُن سب اقوام میں یہی قدر مشترک پاتے ہیں کہ وہ اپنے آباؤ اجداد کے رسم و رواج اورا پنے غلط عقائد کو اعلیٰ درجہ کا مذہب خیال کررہے ہوتے ہیں۔ نہ اُن کے پاس عقلی دلائل نہ براہین۔ جب انبیاء اُنہیں اپنے روشن نشانوں سے اُن کے مذہب کی خرابیاں بتاتے ہیں تو وہ جھوٹی بحث و تکرار سے اُنہیں چپ کروانے کی کوشش کرتے ہیں اور دورانِ گفتگو شور مچا دیتے ہیں اُن کی یہ متکبرانہ روش الہٰی عذابوں کو دعوت دے رہی ہوتی ہے ۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ایسے ہی لوگوں کے بارے میں فرماتا ہے کہ

ترجمہ:

> یعنی وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے تکبر کیا اُن کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے یہی لوگ آگ میں پڑنے والے ہیں اور اُس میں ہمیشہ رہیں گے۔

(سورۃ الاعراف آیت 37)

پھر کافروں کے سرغنے ابلیس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا مکالمہ یوں ہے ۔

ترجمہ:

> اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو پس اُنہوں نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے اُس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے تھا ۔

(سورۃ البقرہ آیت 35)

تمام انبیاء کی تاریخ کا جب ہم ازروئے قرآن مطالعہ کرتے ہیں تو ہم سب انبیاء کے ساتھ اُن کے منکرین کا ایک سا روّیہ اورسلوک مشاہدہ کرتے

ہیں مثلا حضرت ادم علیہ السلام ،حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ نمرود کا متکبرانہ مکالمہ حضرت لوط علیہ السلام کو ملک بدر کرنے کی دھمکیاں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ فرعون کی تعلّی اور فخرو غرور بھرے مکالمے جو ضرب المثال بن چکے ہیں۔

فرعون کا تکبر اور اُس کا انجام:

وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهُ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَايُرْجَعُوْنَ

(سورۃ القصص آیت 40)

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِيْنَ

(سورۃ القصص آیت 41)

اُس نے تکّبر کیا اُس کے لشکروں نے زمین پر ناحق اور اُنہوں نے گمان کیا کہ ہماری طرف لوٹ کر نہیں آئیں گے پس ہم نے اسے اور اُس کے لشکروں کو پکڑ لیا پس اُن کو سمندر میں پھینک دیا پس دیکھ ظالموں کا کیسا انجام ہوا۔

پھر متکبّروں کے انجام کے بارے میں فرماتا ہے

ترجمہ:

پس داخل ہو جاؤ جہنم کے دروازوں میں اس میں ہمیشہ رہتے ہوئے پس متکبّروں کا ٹھکانہ بہت بُرا ہے۔

(سورۃ النحل آیت 30)

تو ان آیات سے یہ بات روزِ روشن کی طرح ثابت ہوتی ہے کہ تکبّر ہدایت کے قبول کرنے میں بہت بڑی روک ہے ۔آنحضور ﷺ کے ساتھ اُس وقت کے متکبّر معاندین عتبہ شیبہ ابولہب ابوجہل ولیداور دوسروں نے کیا کیا۔ ابوجہل نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ اگر آسمان سے خدا خود آخر بھی کہے کہ محمد ﷺ سچے ہیں تو تب بھی میں اُن پر ایمان نہیں لاؤں گا۔ اُس نے تکبّر کے نشے میں مرتے وقت جب کہ دو بچوں معاذ اور معوذ نے اُس کا کام تما م کیا جنگ بدر میں ایک صحابی ابو مسعود ؓ جنگ کے بعد جب کفار کی لاشوں کا معائنہ کررہے تھے تو ابوجہل کو انہوں نے تڑپتے ہوئے دیکھا تو اُس وقت بھی اُس نے اپنے تکبر کے نشے میں ہدایت قبول نہیں کی اور صحابی سے کہا کہ میں بہت تکلیف میں ہوں تم میری گردن لمبی کر کے کاٹ دو تو آپ نے کہا کہ خدا کی قسم میں تمہاری یہ آرزو کبھی پوری نہیں ہونے دونگا اور اُس کی گردن ٹھوڑی کے قریب سے کاٹی اس طرح اُسکی سرداری کی آرزو بھی پوری نہیں ہوئی۔ دراصل انبیاء شریعت یعنی اعلیٰ درجہ کی تعلیمات لے کر آتے ہیں جو نوعِ انسان کو دکھوں سے نجات دینے والی ہوتی ہے۔ رسم ورواج کے طوق اور زنجیریں جو گردنوں میں پڑے ہوئے ہوتے

ہیں ان سے ازاد کرانے کےلئے تشریف لاتے ہیں مگر قوم کے اکابرین جو گھمنڈ اور فخرو غرور میں مبتلا ہوتے ہیں اُن کی تعلیمات کے ساتھ اندھوں والا سلوک کرتے ہیں انبیاء کا نور اُن کی اندرونی کجی اور تکبر کی وجہ سے اُن کی آنکھوں سے مسطور رہتا ہے اور یوں وہ اپنے کبر کی وجہ سے آسمانی ہدایت کے قبول کرنے سے محروم رہتے ہیں۔قرآن کریم کی درج ذیل آیت بھی اس حقیقت کا اظہار یوں فرماتی ہے ۔

ترجمہ:

یقیناً وہ ایسے لوگ ہیں کہ جب اُن سے کہا جائے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو وہ استکبار کرتے ہیں(اور کہتے ہیں) کیا ہم اپنے معبودوں کو ایک شاعر مجنون کے کہنے پر چھوڑ دیں۔

(سورۃ الصّٰفّٰت 36-37)

حدیث نبوی :

حضرت عبداللہ بن اوفی بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت میں تکبّر نام کو بھی نہ تھا، نہ آپ ناک چڑھاتے، نہ اس بات سے برا مناتے اور بچتے کہ بیواؤں اور مسکینوں کے ساتھ چلیں اور ان کےکام آئیں اور ان کی مدد کریں یعنی ہر وقت بے سہارا عورتوں ، مسکینوں اور غریبوں کی مدد کے لئے کمر بستہ رہتے اور اس میں خوشی محسوس کرتے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 68)

اب ذیل میں عجزو انکسار کے بارے میں کچھ بیان کرنے کی کوشش کروں گی جو کہ تکبر کی ضد ہے۔

عجزو انکسار کے معانی ہیں تذلل اور عاجزی اختیار کرنا اور جھکنا ۔ انسان جس قدر نفسانیت کی نفی کرتے ہوئے عجزو انکسار میں ترقی کرتا ہے ۔اُسی قدر بلند ہوتا چلا جاتا ہے ۔روحانی بلندیاں اور رفعتیں تمام تر جھکنے اور عاجزانہ راہیں اختیار کرنے سے ملتی ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ پھل دار درخت کی وہ شاخ جو پھل سے بوجھل ہوتی ہے وہ جھکتی چلی جاتی ہے ۔ آپ نے گندم کی فصل دیکھی ہوگی جو خوشے دانوں سے بوجھل ہوتے جاتےہیں اُن میں خم آجاتا ہے اور وہ ایک طرف جھک جاتےہیں جبکہ خالی سِٹّے تنے ہوئے سیدھے کھڑے رہتے ہیں۔ اسی طرح جو لوگ خوبیوں اور اخلاقیات کا مرقعّ ہوتے ہیں عاجزانہ روش رکھتے ہیں جبکہ اخلاقیات تواضع اور انکسار سے خالی اکڑ ے ہوئے متکبرانہ طرزِ زندگی رکھتے ہیں ۔ اب ہم کائنات کی عظیم الشان ہستیوں میں اس خلق کا جائزہ لیتےہیں جو تمام نوع انسانی کے لئے اسوہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا کہ وہ ہستی باری تعالیٰ کے اخلاق کو اپنی ذات سے منعکس کرے جب ہم ذاتِ باری تعالیٰ میں اس خلق کو تلاش کرتے ہیں تو گو کہ ہم یہ یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر کمزوری سے عجز سے پاک ہے۔ اونچی شانوں والا ہے مگر اس کے باوجود اُسکی صفات تمام مخلوقات کے لئے تنزل کرتی ہیں مثلاً اپنی تمام کمزور اور لاغر گری پڑی مخلوق کی حاجت روائیاں کرتا ہے اپنی طرف چل کر آنے والے کی طرف دوڑ کر آتا ہے جو تنہائی میں اُس کا ذکر کرتا ہے تو وہ بھی تنہائی میں اُس کو یاد کرتا ہے جو کسی محفل میں اُس کو یاد کرتا ہے تو اس سے بہتر محفل میں ملاءِ اعلیٰ میں اُس کا ذکر کرتا ہے جو اس کی طرف بالشت بھر آتا ہے وہ اُسکی طرف ایک ہاتھ چل کر آتا ہے جو اُسکی طرف چل کر آتا ہے وہ اُسکی طرف دوڑ کر آتا ہے ۔ اپنے کمزور لاغر بندوں سے یعنی خاک کی مٹھی سے 70ماؤں سے بڑھ کر پیار کرتا ہے وہ گناہوں پر گناہ کرتے جائیں مگر ذرا سا استغفار کرلیں تو فوراً بخش دیتا ہے انسانوں کی بخشش کے لئے بہانے ڈھونڈتا ہے ۔ تمام خلق کو اپنی عیال قرار دیتا ہے کس محبت سے دعائیں سنتا ہے اور انہیں قبول کرتا ہے۔ ایک کم ظرف انسان کو ذرا سا کوئی بڑائی یا عزت ملتی ہے تو وہ آپے سے باہر ہو جاتا ہے اپنے سے کم تر اور ماتحت لوگوں سے کیا کیا ظلم و ستم اور اہانت کا سلوک کرتا ہے مگر وہ بزرگ و برتر ہستی ایک طرف اُس کی عظمتیں دیکھیں پھر مخلوقات کے ساتھ اُس کو سلوک دیکھیں وہ ہستی کہ عظمتیں بڑائیاں اور عزتیں جس کا طواف کرتی ہیں اپنے کمزور بندوں اور بے کس مخلوق کے ساتھ رحم و کرم شفقت و رأفت بھرا سلوک اگر بندہ دیکھ لے تو اپنے متکبرانہ روئیے اور روش پر استغفار کرتے ہوئے نہ تھکے۔ آنحضور اللہ تعالیٰ کی عظمت و شان کا بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں اور آپؐ نے یہ آیت پڑھی:

ترجمہ:

> حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت نے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے یہ آیت پڑھی۔ آسمان لپٹےہوئے ہیں اُس کے داہنے ہاتھ میں وہ پاک ہے اور بہت بلند شانوں والاان شریکوں سے جو اُس کے مقابل پر ٹھہراتے ہیں۔حضور نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں بڑی طاقتوں والا اور نقصان کی تلافی کرنے والا ہوں میرے لئے ہی بڑائی ہے میں بادشاہ ہوں بلند شان والا ہوں اس طرح اللہ تعالیٰ اپنی ذات کی مجد اور بزرگی بیان کرتا ہے۔ آنحضور ان کلمات کو بار بار زور سے دہرا رہے تھے یہاں تک کہ منبر لرزنے لگا ہمیں

خیال ہوا کہ اپ منبر سے کر ہی نہ جائیں۔
(مسندا حمد)

ایک طرف یہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و شان کا بیان ہے وہ چاہے تو اپنے نافرمانوں کو پیس کر رکھ دے اتنی طاقتوں والی ہستی ہے مگر یہ حدیث اُس عظیم الشان ہستی کے بارے میں کیا فرما رہی ہے۔
ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا بندہ میری تکذیب کرتا ہے حالانکہ اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا وہ مجھے گالیاں دیتا ہے حالانکہ اُسے ایسا کرنے کا حق نہیں۔ مجھے جھٹلانے سے مراد یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دوبارہ اس طرح پیدا نہیں کرسکتا جس طرح اُس نے ہمیں پہلے پیدا کیا اور مجھے گالی دینے کا مطلب ہے کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو اپنابیٹا بنا لیا ہے حالانکہ میری ذات صمد ہے یعنی بے نیاز ہے اور نہ کوئی میرا بیٹا ہے اور نہ میں جنا گیا ہوں یعنی نہ میں کسی کا بیٹا ہوں اور نہ ہی میرا کوئی ہمسر ہوسکتا ہے۔
(حدیقۃ الصالحین صفحہ 37)

اب اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کیسا نرم ہے ایسی غصہ دلانے والی باتوں کے باوجود شکوہ کے رنگ میں بندوں سے مخاطب ہے نہ کہ سخت گیر ی سے وہ اُس کی ذات کے بارے میں غلط باتیں کرتے ہیں وہ فرماتا ہے اُنہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا اُنہیں ایسا کرنے کا حق نہیں تھا۔ کیا شان اُس کے حلم کی ،عفوودرگزر کی۔ ایسی زبردست ہستی کہ کن کہنے سے عالمین کو تہ و بالا کردے۔ ایسے انسانوں کی صف لپیٹ دے مگر اُس کا ظرف ایسا بڑا جس کی کنہ کو انسان پہنچ نہیں سکتا۔

اب کائنات کے سردار حضرت اقدس محمد مصطفیٰ جو مخلوقات کا شرف ہیں اور فخر ہیں آپ کی خاطر کائنات کی تخلیق ہوئی۔ آپ عجزو انکسار اور عبودیت کے آخری مقام پر پہنچی ہوئی ہستی ہیں آپ نے اپنی ذات کو مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی راہ میں فنا کردیا۔ اللہ کی خاطر آپ کو سب سے زیادہ دکھ دئیے گئے۔ مکی زندگی میں مصائب و آلام کے پہاڑ آپ اور آپ کے ماننے والوں پر توڑے گئے۔ مدنی زندگی میں جنگیں آپ پر مسلط کی گئیں۔ کفارِ مکہ، یہود اور منافقین کی طرف سے ریشہ دوانیاں کی گئیں۔ آپ کو زہر دیا گیا مگر اللہ تعالیٰ کے وعدہ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ کے مطابق آپ کو بچا لیا گیا۔اللہ تعالیٰ نے آپ کی شان دار مدد فرمائی ہولناک جنگوں میں آپ کو فتوحات سے نوازا ۔اسلام کو غالب کر کے دکھایا۔

اپ کے خون کے پیاسے جانی دشمن اپ کے قدموں میں لا کر ڈال دئیے گئے۔فتح مکہ کے موقع پر دس ہزار قدوسیوں کے ہمراہ فاتحانہ شان سے مکہ میں داخل ہوئے کوئی اور فاتح ہوتا تو ان ظالموں کے جرائم کی پاداش میں اُن کی گردنیں اڑا دیتا۔ کسی ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑتا مگر چشمِ فلک نے یہ کیا نظارہ دیکھا کہ فتح مکہ کے موقع پر عجزو انکسار کا پیکر بنے گردن جھکائے اونٹنی پر سوار ہیں اور اعلان فرما رہے ہیں کہ

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ

آج تم پر کوئی گرفت نہیں

آپ کی تمام زندگی عجزو انکساری کے واقعات سے بھری پڑی ہےمگر طوالت کے سبب ان سب کا بیان کرنا ممکن نہیں۔

یہاں حضرت مسیح موعود کے عجزو انکسار کا واقعہ بیان کرنا بھی ضروری سمجھتی ہوں۔

جب حضرت مسیح موعود ؑ نے براہین احمدیہ لکھی اور آپ کی شہرت تمام برصغیر میں پھیل گئی آپ کو اس صدی کا مجدد تسلیم کیا گیا ان دنوں مولوی محمد حسین بٹالوی سے عُلما کا اُن کے عقائد کے بارے میں شدید اختلاف ہوگیا اور انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ سےمولوی محمد حسین بٹالوی کا مناظرہ کروانا چاہا اور آپ اس پر رضامند ہوگئے۔ آپ نے مولوی محمد حسین بٹالوی سے اُس کے عقائد پوچھے تو ان سب کو صحیح تسلیم کیا اور فرمایا کہ ان کے عقائد سب دینِ اسلام کے مطابق ہیں۔ وہی علماء جو آپ کو مناظرے کےلئے لے کر گئے تھے سب آپ کے خلاف ہوگئے اور آپ کی ذات اقدس کے بارے میں بہت نازیبا الفاظ کہے مگر آپ حق بات پر قائم رہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو سندِ خوشنودی ان الفاظ میں الہام کی صورت میں عطا ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ۔

"تیری عاجزانہ راہیں اُس کو پسند آئیں"

تو اللہ تعالیٰ کے پاک انبیاء سبھی عجزو انکسار کا پیکر ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو کبرو نخوت سے دور رکھے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی دس شرائط بیعت میں ساتویں شرط یہ ہے کہ

یہ کہ تکّبر اور نخوت کو بکلی چھوڑ دے گا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کریگا۔

پھر حضرت مصلح موعود اپنے ایک شعر میں بھی یہی نصیحت فرماتے ہیں

سر میں نخوت نہ ہو آنکھوں میں نہ ہو برقِ غضب
دل میں کینہ نہ ہو لب پر کبھی دشنام نہ ہو
سیلف رسپکٹ کا بھی خیال رکھو تم بیشک
یہ نہ ہو پر کہ کسی شخص کا اکرام نہ ہو

اللہ تعالیٰ عاجزانہ راہیں اختیار کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے اور اپنی رضا کی راہوں پر چلائے۔آمین

عہدیداران کا جذبۂ ہمدردی خلائق

ہمدردی خلائق کے معانی ہیں اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوقات کے ساتھ ہمدردی اور محبت کے ساتھ پیش آنا بلا تمیز مذہب و ملت ، رنگ و نسل تمام انسانوں کے ساتھ بھلائی کرنا۔ یہاں تک کہ بے زبان جانوروں کے ساتھ بھی بھلائی کرنا ،خلق خدا کی تکالیف دکھ درد دور کرنے کی سعی کرتے رہنا ۔ اجتماعی طور پر جو انسانوں کے لئے نفع رساں امور یا منصوبے ہوں اُن کے سلسلے میں تَعَاوَنُو علی البر کا نمونہ پیش کرنا۔

قران کریم میں ارشادِ ربانی ہے کہ

ترجمہ:

اللہ کے بندے، اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اوراسیر کو کھانا کھلاتے ہیں۔

(سورة الدھر آیت 9)

ترجمہ:

اور قرابت والے رشتہ دار کو مسکین کو اور مسافر کو اس کا حق دو

(بنی اسرائیل آیت 27)

فَكُّ رَقَبَةٍ ۝

چوٹی پر چڑھنا غلام کی گردن آزاد کرانا ہے

(البَلَد آیت 14)

آنحضرت ﷺ کے ارشادات

ترجمہ:

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بھوکے کو کھانا کھلاؤ، مریض کی تیمارداری کرو، قیدیوں کو رہا کرو۔

(صحیح بخاری کتاب الاطعمۃ باب حدیث:5373)

ترجمہ:

بیوگان اور مساکین کی خبرگیری کرنے والا ایسا ہے جیسے خدا کی راہ میں جہاد کرنے والا اور اس شخص کی طرح جو دن کو روزہ رکھتا ہے اور رات کو تہجد پڑھتا ہے۔

(سنن الترمذی ابواب البرو الصلوۃ حدیث:1969)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں ان دو انگلیوں کی طرح ہونگے ، دو انگلیوں سے مراد آپ کی شہادت اور ہاتھ کی درمیانی انگلی تھی۔

حضرت مسیح موعودؑ ہمدردی مخلوقِ خدا کے متعلق فرماتے ہیں کہ

"غریب اور حلیم اور نیک نیت اور مخلوق کے ہمدرد بن جاؤ۔ امیر ہو کر غریبوں کی خدمت کرو نہ خودنمائی سے خود پسندی سے اُن پر تکبّر۔"

(کشتی نوح صفحہ 18)

تم اپنے ماتحتوں پر اپنی بیویوں پر اپنے غریب بھائیوں پر رحم کرو تا آسمان پر تم پر بھی رحم ہو۔

(کشتی نوح صفحہ 20)

ان ارشادات ربّانی ،ارشادتِ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ اور ارشادات حضرت مسیح آخر الزماں مسیح موعود سے ظاہر ہے کہ ہماری

جماعت کے ہر شخص کو عموما اور عہدیداران کو خصوصا اس امر کا خیال رکھنا چاہیے کہ جذبہ ہمدردی خلائق کو کمال تک پہنچاد یں۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اُس نے ہمیں ایک منظّم الہٰی جماعت کا رکن بنایا۔ دنیا و آخرت میں ہماری حفاظت کے لئے خلافت کا حصار ہمارے گرد کیا۔ ہم میں سے بعض کو جماعتی عہدوں پر سرفراز فرما کر خلیفۂ وقت کی نیابت بخشی ۔ مخلوقات کی منظّم طور پر خدمت کے قابل بنایا کوئی بھی جماعتی عہدہ ایک عہدیدار کے پاس خدا کی امانت ہے پس اُس کے لئے لازم ہے کہ عہدے کا پورا حق ادا کرے اور جو فرائض اُسے سونپے گئے ہیں اُنکو کَمَا حَقَّہ ادا کرنے کی کوشش کرے چونکہ ایک عہدیدار خلیفہ وقت کا نمائندہ ہے اس لئے ہر عہدیدار پر لازم ہے جو جذباتِ ہمدردی اور محبت جماعت کے ہر فرد کے لئے خلیفہ وقت کے دل میں موجزن ہیں وہی اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ افرادِ جماعت کے لئے دعائیں کرے اور اُن کی روحانی اور دنیاوی ترقی کے لئے کوشاں رہے۔ سلسلہ انبیاء میں یہی سنت اللہ ہے کہ ہر نبی یا خلیفہ وقت کے سلسلہ کو چلانے اور اُس کی ترقی کے لئے ایک نظام تشکیل دیا جاتا ہے اور اُسے چلانے کے لئے عہدیداران مقرر کئے جاتےہیں۔ یہ نبی یا خلیفہ کے ماتحت جماعت کی روحانی تربیت کے ساتھ ساتھ دنیاوی امور میں بھی افرادِ جماعت کی رہنمائی اور مدد کرتے ہیں۔ خلیفہ وقت یا نبی اللہ کی ہدایات کو تمام جماعت تک پہنچانا اُن کی ذمہ داری ہوتی ہے ۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نظامِ جماعت کے لئے عہدیداران کی کیا اہمیت ہے۔ وہ نبی کے خلیفہ کی نیابت کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔ نیابت کا حق تو تب ہی ادا ہو سکتا ہے کہ ہر عہدیدار خلیفہ وقت کا عکس اپنی ذات سے منعکس کرے جس طرح خلیفہ وقت کا تعلق ہر فردِ جماعت سے ہے اسی طرح ہر عہدیدار کا تعلق اپنے دائرہ کار کے ہر فرد سے ہو اور یہ جذبہ ہمدردی خلائق نہ صرف جماعت کے افراد کے ساتھ ہو بلکہ خدا تعالیٰ کی تمام مخلوق تما م انسان خواہ اُن کا مذہب اُن کا مسلک کوئی بھی ہو۔ اُن کا وطن ، رنگ و نسل ،زبان کا اختلاف ہو خواہ وہ حیوان ہو ں جو بے زبان ہیں وہ بھی خدا کی مخلوق ہیں ۔ سب کے ساتھ رحم رأفت اور ہمدردی سے پیش آنا اُن کی خبر گیری کرنا، دکھ درد میں اُن کے کام آنا، اُن کے مسائل حل کرنے میں اُن کی مدد کرنا اور اُن کے دکھ کو ذاتی تکلیف کی طرح محسوس کرنا، یہ ایک ایسا عمل ہے جو خداتعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا موجب ہے کیوں کہ تمام مخلوق خدا تعالیٰ کی عیال ہے اور اُس کو بے حد پیاری ہے اس لئے خدا تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق اس کا بہت بڑا اجر ہے ۔ عہدیداران کا

جذبہ ہمدردی خلائق ہی معاشرے میں انقلاب بر پا کرسکتا ہے بشرطیکہ ان کے دل خدا اور اُس کی مخلوقات کی محبت سے پُر ہوں۔

تمام عہدیداران اپنے اپنے حلقہ میں بمنزلہ ماں کے ہونے چاہیں۔ جس طرح ماں اپنے بچوں سے مساوی حسنِ سلوک کرتی ہے۔ تمام بچوں کا مساوی درد اپنے اندر رکھتی ہے بالکل اسی جذبہ کے تحت تمام مخلوقِ خدا کی خدمت کرنے والے ہوں یعنی بلا تفریق امیر ، غریب ،ادنیٰ و اعلیٰ سب کا درد اپنے دلوں میں رکھنے والے ہوں ۔ ہر گھرانے کے ذاتی حالات مسائل مشکلات سے واقف ہوں تاکہ ضرورت کے وقت اُ نکے کام آسکیں ، اُن کی مدد کرسکیں۔یہ تب ہی ممکن ہے کہ ہر عہدیدار اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کر کے اپنے دائرہ کار میں بہترین عملی نمونے کے طور پر خود کو پیش کرے اور اُن پر نیک اثر ڈالنے کا مجاز تب ہی ہوسکتا ہے جب وہ خود تقویٰ کی راہوں پر گامزن ہو، خدا کا خوف دل میں رکھتا ہو، تعلق باللہ میں اعلیٰ درجہ پر ہو، جو کام بھی وہ کرے اللہ کی رضا جوئی کے لئے کرے۔ ایسا عہدیدار ہی معاشرے میں تغیّر پیدا کرنے والا اور اصلاح معاشرہ کا حق ادا کرنے والا ہو سکتا ہے۔

جب ہم کائنات کے نظام پر غور کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ باوجود اس کے کہ تمام کائنات خداتعالیٰ کے حرف کن سے وجود میں آئی تمام کائنات کا نظام حرف کن سے ہی چل رہا ہے تمام نظام کو چلانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو واسطہ بنایا ہوا ہے۔ کچھ وحی والہام لانے والے فرشتے ،کچھ مخلوقات کو روزی دینے پر مامور ہیں، کچھ پہاڑوں کے فرشتے ہیں،کچھ بارشیں برسانے پر مامو ر ہیں، کچھ انسانوں کو نیکیوں پر ابھارتے ہیں بدی سے روکتے ہیں ۔ غرضیکہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کے دربار میں عہدیداران کی طرح ہی ہیں۔ دنیاوی بادشاہتیں بھی اپنے کارندوں ، وزیروں اور افسران کے بغیر نہیں چل سکتیں ۔ ان مثالوں سے عہدیداران کی اہمیت مسلّم ہے بشرطیکہ وہ جان و دل سے مخلوق خدا کے ہمدرد ، خیر خواہ اور خدمت گزار ہوں۔

ہمارا نظام جماعت ہمدردی ، خلائق اور خدمت مخلوق کے تعلق میں مثالی نظام کے طور پر کام کررہا ہے ۔ حضرت مسیح موعود جو اس دورِ آخر میں انسانیت کے نجات دہندہ کے طور پر مبعوث ہوئے۔ آپ نے سو سال پہلے جو پودا لگایا حضرت مصلح موعود کے دور میں تناور درخت بن گیا جس کی شاخیں پوری دنیا میں پھیل چکی ہیں۔ آپ نے بنی نوع انسان کی روحانی اور اخلاقی ترقی اور دنیاوی بھلائی کے لئے جماعت کو ایک مربوط نظام عطا فرمایا جس کی رو سے باضابطہ تنظیموں کے رکن اور عہدیداران

ایک منظم طریق پر نوع انسانی کی بھلائی کے لئے کوشاں ہیں۔ اپ کی قائم کردہ تنظیموں کے نام یہاں درج کئے جاتےہیں۔ مثلاًانصاراللہ ،لجنہ اماء اللہ ، خدام الاحمدیہ ،اطفال الاحمدیہ ، ناصرات الاحمدیہ۔

یہ وہ تنظیمیں ہیں جن کے لاتعداد کارکنان اور کارکنات تمام دنیا میں انسانیت کی بھلائی کے لئے کوشاں ہیں ان میں مختلف عہدوں پر متعین عہدیداران کام کرتے ہیں مثلاً ملکوں کے امراء یعنی ہر ملک کا امیر پھر امراء اضلا ع جن کو خلیفہ وقت کی جازت سے مقرر کیا جاتا ہے۔ پھر صدران اور صدرات مربیان کرام، معلمین سخت تکالیف اٹھا کر دور دراز پسماندہ علاقوں میں کام کرر ہے ہیں۔ صدران اور صدرات کے ماتحت پھر مختلف شعبوں کے عہدیداران ہیں۔ مثلاً سیکرٹری تربیت ، سیکرٹری اصلاح و ارشاد ، سیکرٹری تعلیم ، سیکرٹری امور عامہ ، سیکرٹری تحریک جدید، سیکرٹری وقف جدید، سیکرٹری خدمت خلق، سیکرٹری مال پھر آگے ان کے نائبین ہیں نائبات ہیں۔ واقفین عارضی کرنے والے قائدین اضلاع غرضیکہ کہ بہت خوبصورت اور مربوط نظام نوع انسان کی نجات کے لئے تشکیل دیا گیا ہے ۔ ان تمام تنظیموں اورا نکے عہدیداران کا ایک ہی جذبہ ہے یعنی جذبہ ہمدردی خلائق اور اسی

جذبہ کے تحت وہ اپنی جان ، مال ،وقت اور اولاد کی قربانی کا عہد کرتے ہیں اور پھر دل و جان سے اس عہد کو پورا کرتے ہیں مثلاً

سیکرٹری تربیت کا کام گھر گھر جا کر تمام افراد جماعت کی عبادات کے معیار کو بڑھانا۔ نمازوں ، روزوں اور تلاوت کلام پاک کی باقاعدگی کی طرف توجہ دلانا، نمازِ تہجد کی نصیحت کرنا دعاؤں کی طرف توجہ دلانا، صد سالہ جوبلی کی دعائیں یاد کرنے کی تلقین کرنا، مسیح موعود کی کتب کا مطالعہ اور خلیفۂ وقت کے خطبات سننے کی طرف

راغب کرنا۔

سیکرٹری تعلیم کا کام افرادِ جماعت کے علمی معیار کو بڑھانا۔

سیکرٹری اصلاح وا رشاد کا کام تبلیغِ دین حق ہے ۔ بھٹکی ہوئی صراطِ مستقیم سے روگردان مشرک اور برائیوں کی دلدل میں پھنسی ہوئی انسانیت کو خدائے واحد کا پیغام پہنچانا۔

سیکرٹری امور عامہ کا کام افرادِ جماعت کے باہمی جھگڑوں میں صلح کروانا یا کسی کی حق تلفی کی صورت میں اس کا حق دلوانا اور امن عامہ کا خیال رکھنا ، حفاظت مرکز اور پہرہ وغیرہ کا کام کرنا ۔

سیکرٹری مال ، سیکرٹری وقفِ جدید ، سیکرٹری تحریک جدید کا کام جماعت کے افراد سے خدا کی راہ میں اور سلسلہ کے کاموں کے لئے طوعی چندہ جات وصول کر کے اُن کے اموال کو پاک کرنا۔
سیکرٹری ناصرات کا کام چھوٹی بچیوں کی تعلیم و تربیت کے لئے کوشاں رہنا۔
پھر **منتظم اطفال** کا بھی یہی کام ہے یعنی چھوٹے بچوں کی تعلیم و تربیت اُنہیں نمازوں کا عادی بنانا ،مختلف کھیلوں کے پروگرامز کرانا اُنہیں آوارگی سے بچانا۔
خدام الاحمدیہ کا شعبہ بہت ہی اہمیت کا حامل ہے قوم کے نوجوانوں کو معاشرے کے فعال وجود بنانا، آوارگی سے بچانا اور نوعِ انسان کے فائدہ کے لئے ان سے مفید کام لینا۔
سیکرٹری صحتِ جسمانی کا کام لوگوں کو مفید طبی مشورے دینا ، گھروں میں سبزیاں ، پودے اور پھل دار درخت لگانے کی ترغیب دینا ، ورزش اور گھر کی صفائی ،گلیوں محلوں کی صفائی کی طرف راغب کرنا ، گھروں میں طبی بکس چیک کرنا وغیرہ ۔
سیکرٹریان اشاعت جماعت کے نشرواشاعت کے شعبے میں کام کرتے ہیں اور مفید علمی مواد تخلیق کرتے ہیں اور جماعت کی علمی تشنگی کا مداوا کرتے ہیں۔
واقفین عارضی اپنا فارغ وقت نوع انسان کی خدمت کے لئے وقف کرتےہیں۔ جس خدمت کے لئے بھی جماعت کی طرف سے حکم ہوتا ہے بجا لاتےہیں اور جہاں جانے کااُن کو حکم دیا جاتا وہاں جا کر خدمت کرتےہیں مثلاً ڈاکٹر صاحبان دور دراز علاقوں میں جا کر دکھی انسانیت کا علاج معالجہ کرتے ہیں۔ فری دوائیں اُنہیں دیتے ہیں اور مالی امداد وغیرہ بھی کرتے ہیں اس کی مثال نگر پارکر کے علاقوں میں اور چولستان کے علاقوں میں اور
ریگستانی علاقوں میں پانی کی فراہمی کی صورت میں ملتی ہے اور علاج معالجے کی صورت میں بھی ملتی ہے ۔
شعبہ خدمت خلق کی وسعت کی تو کوئی حد بسط ہی نہیں تمام دنیا میں اس شعبہ کے تحت کئی ادارے کام کر رہے مثلاً
ہیومینٹی فرسٹ کے نام سے ادارہ تمام دنیا میں محوِ خدمت خلق ہے ۔
یہ زلزلہ زدگان سیلاب یا کوئی بھی کسی بھی حادثہ کی صورت میں فوراً امداد کے لئے اس کے کارکنان پہنچتے ہیں اور دکھی انسانیت کے لئے تسکین کا باعث بنتے ہیں ۔یہ بلاتمیز رنگ و نسل ،مذہب و ملت دکھی انسانیت

کی خدمت کرتے ہیں ۔ قدرتی افات اور جنگ کی صورت میں یہ سب سے پہلے مدد کو پہنچتے ہیں ۔

مریم شادی فنڈ جو حضرت خلیفتہ المسیح الرابعؒ کا قائم کردہ ادارہ ہے ۔ اس کے تحت غریب بچیوں کی شادیوں کے اخراجات اُٹھائے جاتے ہیں اور وہ عزت سے اپنے گھروں کو رخصت ہوتی ہیں۔

شعبہ بیوت الحمد کے تحت غرباء کے مکانوں کی توسیع کے سلسلے میں مدد کی جاتی ہے اور اُنہیں خطیر رقوم دی جاتی ہیں بیوت الحمد کالونی جو خوبصورت ترین کالونی ہے او سبزہ زار سے مرصع ہے غرباء کے لئے تعمیر کی گئی ہے جس میں بے گھر اور مجبور افراد رہائش پذیر ہیں ۔

شعبہ رشتہ ناطہ جماعت کے نوجوان بچوں اور بچیوں کے رشتے کے سلسلے میں کام کرتا ہے اور بہت سے خاندان اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں ۔

یہ تمام ادارے اور دفاتر جو ہیں ان میں ہزاروں کارکنان ، کارکنات ، عہدیداران کام کرتے ہیں جو جذبہ خدمت وہمدردئ مخلوق سے سرشار ہیں۔ یہاں نوع انسان کی بھلائی کے منصوبے تشکیل پاتے ہیں اور پھر تمام دنیا میں ان کو عملی جامہ پہنایا جاتا ہے پھر جلسہ سالانہ اور جماعتی اجتماعات میں عہدیداران اور کارکنان کا جذبۂ ہمدردی خلائق دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے ۔ خلیفۂ وقت کی ایک آواز پر لبیّک کہتے ہوئے دن رات کی اور اپنے آرام کی پرواہ کئے بغیر مسیح کے مہمانوں کی خدمت پر کمربستہ رہتےہیں اور حضرت مصلح موعودؓ کے اس شعر کے یہ مصداق ہیں کہ

خدمت دین کو اک فضل الہٰی
جانو
اس کے بدلے میں کبھی طالب
انعام نہ ہو

اب ہم اپنی سو سالہ تاریخ کے جھروکوں سے ماضی کے شہرہ آفاق خدامِ انسانیت کا کچھ تذکرہ کرتے ہیں جو بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہونے کے باوجود جذبہ ہمدردی خلق سے سرشار تھے۔

سب سے پہلے حضرت اماں جانؓ کے ہمدردی خلق کے تعلق میں کچھ بیان کروں گی ۔آپ کے اخلاق کریمانہ کا بیان چند سطور میں ممکن نہیں آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کی شریکِ حیات ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔آپ غرباء مساکین سے انتہائی مہربانی اور ہمدردی کا سلوک کرنے والی تھیں ۔ ان کے گھروں میں جا کر ان کے دکھ درد میں شریک ہوتیں ۔آپ نے بہت سے یتیم بچے اور بچیوں کی پرورش بہت احسن رنگ میں فرمائی ۔ اُن

کے رشتے تلاش کئے اور ان کی شادیاں کروائیں اپ تمام مخلوقِ خداکو اپنی اولاد کی طرح خیال کرتیں۔

شیخ محمود احمد عرفانی ایڈیٹر الحکم لکھتے ہیں کہ

> حضرت اُمُّ المومنین کے معمولات میں یہ امر داخل ہے کہ وہ اپنے روحانی فرزندوں کے گھروں میں تشریف لے آیا کرتیں اور نہایت بے تکلفی سے کسی قسم کے امتیاز کے بغیر مل جل کر ان کی روحانی اور عملی تربیت فرماتیں اور ان کی اہلی زندگی کاعجیب عجیب طریقوں سے جائزہ لیتیں اور پھر جس کو حاجت مند پاتیں اُس کی مدد فرماتیں ۔

(سیرت حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ صفحہ 400)

پھر حضرت سیدہ اُمِّ طاہر کے بارے میں حضرت خلیفتہ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں کہ

> آپ غرباء سے بہت شفقت اور رحم کا سلوک فرماتیں ۔ آپ نے بھینس اس غرض سے رکھی ہوئی تھی کہ غرباء کے گھروں میں لسی بھجواتیں جس میں مکھن بھی ہوتا ۔

چوہدری سر ظفرا للہ خان صاحب جن کو اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑ ے روحانی اور دنیاوی مراتب سے نوازا۔ اپنی تمام طاقتوں اور صلاحیتوں کے ساتھ ہمہ وقت ہمدردی و خدمت خلائق میں کوشاں رہتے ۔ اپنے اموال یتامیٰ بیوگان پر خرچ کرتے اُن کے لئے ماہانہ رقوم مختص کی ہوئی تھیں۔ طالب علموں کے وظیفے مقرر کئے ہوئے تھے۔ آپ خود سادہ زندگی گزارتے مگر اپنی دولت غرباء پر خرچ کرتے ۔ عرب ممالک اور پاکستان کو آزاد کروانے کےلئے جو جدوجہد آپ نے کی تاریخ کے صفحات اُس سے بھرے پڑے ہیں۔ موجودہ دور میں بھی ہمدردی خلائق خدمتِ خلق کے ایسے ایسے نمونے ظہور میں آرہے ہیں جو تاریخ میں سنہری حروف سے لکھے جائیں گے ۔ اس وقت طاہر ہارٹ انسٹیوٹ ربوہ، زبیدہ بانی ونگ اور فضل عمر ہسپتال میں بے شمار کارکنان اور کارکنات انسانیت کی بے لوث خدمت بجا لارہے ہیں۔ عالمی شہرت یافتہ ڈاکٹرز دنیاوی وجاہتیں ،ثروتیں چھوڑ چھاڑ کر اللہ کی مخلوق کی خدمت کے ولولے سے ربوہ کی چھوٹی سی بستی میں دھونی رمائے بیٹھے ہیں مثلاً ڈاکٹر مسعودالحسن نوری صاحب ،ڈاکٹر نصرت جہاں مرحومہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جو اپنوں اور غیروں میں مسیحا اور فرشتے مشہور ہیں۔ پاکستان میڈیا پر دیکھا گیا ہے کہ جو غیر از جماعت طاہر ہارٹ سے علاج کروا کر جاتےہیں وہ یہاں کے تمام کارکنان اور عملے کو فرشتوں

کے نام سے موسوم کرتےہیں۔ خدمت کے حوالے سے ڈاکٹر مسعود الحسن نوری صاحب کا چار دانگ عالم میں شہرہ ہے۔

ڈاکٹر نصرت جہاں صاحبہ جو مولانا عبدالمالک خان صاحب کی صاحبزادی تھیں جنہوں نے خدمت خلق اور ہمدردی خلائق کے ایسے نمونے قائم کئےجن کی نظیر نہیں ملتی۔ آپ غرباء کا بہت محبت سے علاج کرتیں انہیں فری دوائیں اورغذا تک مہیاکرتیں۔ آپ نے اپنی زندگی کا لمحہ لمحہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے لئے قربان کردیا اور جامِ شہادت نوش فرمایا حالانکہ اگر آپ چاہتیں تو بہت بڑی دنیاوی منفعت حاصل کر کے اپنے پیشے کے ذریعے تمام زندگی عیش و آرام کے ساتھ گزار سکتی تھیں مگر وہ خلافت کی اقتداء میں مخلوق خدا پر قربان ہوگئیں۔

پھر ڈاکٹر فہمیدہ منیر صاحبہ تھیں جنہوں نے فضل عمر ہسپتال کے لئے اپنی زندگی وقف کردی یہ وہ وقت تھا جب ہسپتال میں ڈاکٹرز کی بہت کمی تھی ربوہ اور اس کے گردونواح میں کوئی معالج عورتوں کے لئے نہیں تھی ۔ آپ نے اس وقت حضرت خلیفتہ المسیح الثانی کے ارشاد پر ربوہ میں خدمت خلق کو ترجیح دی اور ایک بڑے علاقے کے علاج و معالجے کی ضروریات کو پوراکیا۔ آپ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اپنی شادی کے روز بھی جب کہ وہ شادی کا جوڑا پہنے ہوئے تھیں ہسپتال سے کال آنے پر مریض دیکھنے کے لئے چلی گئیں پھر ربوہ میں فری ہومیوپیتھک ڈسپنسری اور ہومیوپیتھک ادارہ جات مثلاً وقفِ جدید ڈسپنسری ،طاہر ہومیو پیتھک ہسپتال جسے ڈاکٹر وقار بسراء صاحب بمع اپنے کارکنان اور کارکنات کے چلاتے ہیں۔ ربوہ کے علاوہ پاکستان کے دور دراز علاقوں سے لوگ علاج کے لئے یہاں آتے ہیں اور اللہ کے حکم سے شفاء پاتے ہیں۔ چولستان نگر پارکر کے علاقوں میں اور صحرائے افریقہ کے علاقوں میں پینے کا صاف پانی تک مہیا نہیں۔ ہماری جماعت کے کارکنان وہاں گہری کھدائی کے ذریعے ٹیوب ویل لگواتےہیں اور لوگوں کو پینے کا صاف پانی مہیا کرتے ہیں۔ افریقہ میں پانی کی فراہمی کے بعد گندم اگانے کا کامیاب تجربہ بھی کیا گیا ۔ یہ کارنامہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس کی خلافت سے پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے دور میں ظہور میں آیا یہ تجربہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس نے افریقہ میں اپنے قیام کے دوران خود کیا۔ اس کے علاوہ افریقہ میں بے شمار ہسپتال ، سکولز وغیرہ قائم کئے۔ جہاں کارکنان خلیفہ وقت کے حکم سے کام کرتے ہیں اور وہاں تعلیم اور صحت کا معیار بہت بلند ہوا ہے ۔آنحضور □ کی ایک پیشگوئی کہ مسیح آئے گا اور خزانے لٹائے گا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے روحانی خزائن تو لٹائے ہی ہیں اس کے ساتھ بنی نوع انسان کو

دنیاوی خزانوں اور مال و متاع سے بھی متمتع فرمایا ہے۔ اپ اپنے ایک شعر میں فرماتےہیں۔

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے
اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امیدوار

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس کی عہدیداران کو نصائح

حضور انور فرماتے ہیں کہ

پھر عہدیداران جو جماعتی نظام میں عہدیداران ہیں وہ صرف نام کے عہدیدار نہیں ہیں بلکہ خدمت کے لئے مقرر کئے گئے ہیں وہ نظامِ جماعت جو نظامِ خلافت کا ایک حصہ ہیں اس کی ایک کڑی ہیں ہر عہدیدار اپنے دائرے میں خلیفہ وقت کی طرف سے نظام جماعت کی طرف سے تفویض کئے گئے ہیں۔ ان کے سپر د کئے گئے اس حصہ فرض کو صحیح طور پر سرانجام دینے کا ذمہ دار ہے۔ اس لئے ایک عہدیدار کو بڑی محنت سے ایمانداری سے اور انصاف کے تقاضے پورے کرتے ہوئے اپنے کام کو سرانجام دینا چاہیے اور اُن عہدیداروں میں اپنے آپ کو شمار کرنا چاہیے جن سے لوگ محبت کرتے ہیں۔ جس کا ایک حدیث میں یوں ذکر آتا ہے کہ آنحضرت ☐ نے فرمایا
تمہارے بہترین سردار وہ ہیں جن سے تم محبت کرتے ہواور وہ تم سے محبت کرتے ہیں تم ان
کے لئے دعا کرتے ہو اور وہ تمہارے لئے دعا کرتے ہیں۔

(امراء اور عہدیداران کے فرائض صفحہ 20)

پھر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے نیشنل مجلسِ عاملہ آسٹریلیا کی میٹنگ میں عہدیداران کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ

یہ ذہن میں رکھیں کہ لوگوں سے نرمی سے پیش آنا ہے ان کے دل جیتنے ہیں۔ ان کی خوشی غمی میں ان کے کام آنا ہے۔ اگر آپ یہ فطر ی تقاضے پورے نہیں کرپاتے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے عہدیدار میں تکبر پایا جاتا ہے ۔

(امراء اور عہدیداران کے فرائض صفحہ 11)

پھر اپنے ایک خطاب میں حضور انور فرماتے ہیں کہ

اب عہدیداروں سے میں یہ کہتا ہوں کہ لوگوں کے لئے پیار اور محبت کے پر پھیلا دیں۔ خلیفہ وقت نے آپ پر اعتماد کیا ہے اور اس پیاری جماعت کو آپ کی نگرانی میں دیا ہے ان کا

خیال رکھیں ہر ایک احمدی کو یہ احساس ہو کہ ہم محفوظ پروں کے نیچے ہیں۔ ہر ایک سے مسکراتے ہوئے ملیں خواہ وہ چھوٹا ہویا بڑا۔

(امراء اور عہدیداران کے فرائض صفحہ 8)

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں خلیفہ وقت کے احکامات پر عمل کر نے کی توفیق عطا فرمائے اور ہر عہدیدار کو جماعت کا اور تمام انسانیت کا خیر خواہ اور خادم بنائے۔ آمین

ارکانِ دین کی اہمیت

دینِ حق کی عمارت کی تمام تر بنیاد ارکان دین پر ہے جو کہ پانچ ہیں۔ اول کلمہ، دوم نماز، سوم روزہ، چہارم زکوٰۃ، پنجم حج۔

یہ پانچوں ارکان دین کی روح اور مغز ہیں جب ہم ان ارکان کی تفصیل میں جاتےہیں۔ گہرائی سے ان پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان ارکان کی صورت میں انسان کو ایک لائحہ عمل عطا فرمایا ہے جو دنیاوی ترقیات اور روحانی رفعتوں کا ضامن ہے۔جس کے اثرات انسان کی روحانی اور جسمانی زندگی پر بہت گہرے ہوتےہیں گویا کہ یہ ارکان سیڑھی کی طرح ہیں جن کے ذریعے انسان تیزی سے روحانی منازل طے کرتا ہوا اپنے رب کا قرب حاصل کرسکتا ہے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد ان ارکان پر عمل کرنے سے ادا ہوتےہیں۔ ظاہر کو پاک کرنے والے باطن کے تمام گند دھو ڈالنے والے یہ ارکان جن پر عمل کر کے انسان معصوم اور گناہوں سے پاک اللہ کا پسندیدہ وجود بن جاتا ہے اور مخلوق کے ساتھ اس کے معاملات بہترین ہو جاتے ہیں۔ اب میں ان ارکان میں سے ہر ایک کی تفصیل بیان کرنے کی مقدور بھر کوشش کروں گی۔

اول : کلمہ طیبّہ

کلمہ طیبّہ ایک ایسا کلمہ ہے جو توحید کا سرچشمہ اور کائنات کی جان ہے ۔ کائنات کے تمام علوم ، تمام مضامین ، تما م حقائق اسی کلمہ کے گرد گھومتے ہیں۔ جب انسان اس کلمے کو اپنے عقائد میں اوّل نمبر پر رکھتا ہے تو اس کے تمام خیالات اور عقائد شرک سے پاک مؤحد اور اللہ کے مطیع اور فرمانبردار ہوجاتے ہیں۔ جب وہ یقین رکھتا ہے کہ لَا اِ لٰـہ اِلَا الـلـہ یعنی کوئی معبود نہیں ماسوائے اللہ کے تو اُس کا دل تمام معبود انِ باطلہ سے کنارہ کشی اختیار کرلیتا ہے۔ وہ خداتعالیٰ کا متوکل بندہ بن جاتا ہے اور اُسے ایک مضبوط سہارا دکھوں اور تکالیف کا نجات دہندہ مانتا ہے اور جب وہ یہ تصور کرلیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام طاقتوں کا سرچشمہ ہے اور مصیبت میں اُس کے سوا کوئی کام نہیں آسکتا اور یہ کہ ماں باپ اور اولاد خواہ کتنے ہی اُس کے لئے خیر خواہی کے جذبات رکھتے ہوں اُس کی تکلیف کو دور کرنے کی طاقت نہیں رکھتے ۔جب وہ یہ دیکھتا ہے کہ معمولی سے معمولی تکلیف بھی اُس کے اذن کے بغیر دور نہیں ہوسکتی کوئی دوا اُس کے اذن کے بغیر کارگر نہیں ہوسکتی تو معاً اُس کا دل اپنے معبود کا عاشق اور دیوانہ ہوجاتا ہے۔

اسی مضمون کی وضاحت میں اللہ تعالیٰ قرآن کریم کی سورۃ النمل آیت نمبر 63 میں فرماتا ہے

> یعنی کون ہے جو کسی مضطر کی دعا کو سنتا ہے جب وہ اسے پکارے اور وہ اُس کی تکلیف دور کردیتا اور تمہیں زمین کے وارث بناتا ہے کیا اللہ کے سوا کوئی اور معبود بھی ہے۔ بہت کم ہے جو تم نصیحت حاصل کرتے ہو پھر کہ کون ہے جو تمہیں خشکی اور تری کے اندھیروں سے نجات دیتا ہے جبکہ معبودانِ باطلہ اُس کے کچھ کام نہیں آسکتے۔

معبودانِ باطلہ سے مراد فقط اینٹ پتھر کے بت نہیں بلکہ ہماری نفسانی خواہشات کے بت عاجز انسانوں کے اپنی کوشش اور زورِ بازو پر بھروسے کے بت غیر اللہ سے خدا تعالیٰ سے محبت کی طرح محبت کرنا قبروں پر چڑھاوے ، منتیں مانگنا ، تعویز گنڈے کروانا۔ یہ سب معبودانِ باطلہ ہیں جوا نسان کے کسی کام نہیں آسکتے اور وقت پڑنے پر ساتھ چھوڑ جاتےہیں۔ لَا اِ لٰـہ اِلَا الـلـہ پر یقین رکھنے والا خدا تعالیٰ سے ایک عظیم عزم وہمت پاتا ہے۔ لَاخَوفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُونْ کی تصویر بن جاتا ہے جس کو دنیا سمجھ نہیں سکتی ۔ لَا اِ لٰـہ اِلَا الـلـہ کی برکت سے وہ رزق پاتا،کھاتا، پیتا ،پہنتا، اوڑھتا اور بیماریوں سے شفا پاتااور گھمبیر مسائل

سے رہائی حاصل کرتا ہے۔ زمین و اسمان کی جنتیں اس کے لئے مسخرّ کی جاتی ہیں۔

لَا اِ لَـہ اِلَا الـلـہ کی بَر کت سے ہی ہماری زندگی میں رونق ہے۔ یہی ایک کلمہ ہے جو ہماری روحانی اور جسمانی زندگی کی ضمانت ہے۔ یہ ایک ایسا مضمون ہے جس کی وسعت کا اندازہ ممکن نہیں۔ اس پر تمام عمر بھی لکھتے چلے جائیں تو بھی لَا اِ لَـہ اِلَا الـلـہ کے مضامین ختم نہیں ہوسکتے۔ اب کلمہ طیبہ کے دوسرے جُز یعنی مُحَمدٌ رَّسُولُ الـلـہ کے بارے میں کچھ بیان کروں گی۔ لَا اِ لَـہ اِلَا الـلـہ کے ساتھ مُحَمدٌ رَّ سُول کا کیا جوڑ ہے۔ غور کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ قیامِ توحید کے سب سے بڑے شناسا آپ ہیں۔ خداتعالیٰ کے سب سے بڑے عہدِ کامل انسانیت کو اس کلمے کا فہم اور ادراک آپ کی وجہ سے نصیب ہوا۔ دوسرا یہ کہ توحید جو دنیا سے مفقود ہوگئی تھی وہ آپ کی قربانیوں کے نتیجے میں دنیا میں قائم ہوئی۔ تیسرے یہ کہ اس کلمے کا عرفان نصیب نہیں ہوسکتا جب تک کہ آپ کے روحانی مکتب کے درسِ توحید سے استفادہ نہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت ، اطاعت اور محبت کے اسلوب فقط آپ سے سیکھے جاسکتےہیں۔ راہِ سلوک میں خالق اور مخلوق کے درمیان آپ بطور واسطہ ٹھہرائے گئے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کو چھوڑ کر اپنے نام کے ساتھ آپ کا نام رکھا۔ اس میں اللہ تعالیٰ یہ ارشاد فرماتا ہے کہ دیکھو اگر مجھ تک پہنچنا ہے تو محمد رسول اللہ کی پیروی کرو کہ عشق کی کون کون سی وادیاں طے کرتے ہوئے اُس نے میرا وصال حاصل کیا۔ اپنے آپ کو قیامِ توحید کے لئے کن کن دل دہلا دینے والے مصائب و آلام کے حوالے کیا ہے۔ قرآن کریم نے بھی ایک آیت میں اس حقیقت کو یوں بیان فرمایا ہے۔

ہم نے شریعت کو زمین و آسمان اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا وہ اُسے اُٹھانے سے عاجز آگئے اور کانپنے لگے ۔ ایک انسان نے اُسے اٹھا لیا اور وہ اپنی جان پر بہت ہی ظلم کرنے والا اور عواقب سے بے پرواہ تھا۔ آپ کی ان جانفشانیوں کی وجہ سے لَا اِ لَـہ اِلَا الـلـہ کے ساتھ مـحـمدٌ رَّسُولُ الـلـہ رکھا گیا۔

رکن نمبر 2: نماز

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ

ترجمہ:

کہ میں نے جنّوں اور انسانوں کو فقط اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔

(سورۃ الذاریات آیت نمبر 57)

یعنی انسانی زندگی کا مقصد اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کو ہی قرار دیا ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ
ترجمہ:

یعنی تو سورج کے ڈھلنے سے لےکر رات کے خوب تاریک ہوجانے تک مختلف گھڑیوں میں نماز عمدگی سے ادا کیا کر۔

(سورۃ بنی اسرائیل آیت 79)

ترجمہ:

تم تمام نمازوں کا اور خصوصاً درمیانی نماز کا پورا خیال رکھو اور اللہ کے لئے فرمانبردار ہو کر کھڑے ہوجاؤ۔

(سورۃ البقرہ آیت 239)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے عبادت اور نماز کی اہمیت انسانی زندگی میں خوب کھول کر بیان فرمادی ہے۔

نماز کیا ہے؟ نماز بندوں پر اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لئے اپنی تمام کائنات کو مسخر فرمادیا ہے اپنی نعمتیں ہم پر پانی کی طرح بہا دی ہیں اور احسان کی جزا احسان کے سوا کچھ نہیں ہوسکتی۔ اللہ تعالیٰ جو ہم پر اتنے احسانات فرماتا ہے تو ہم پربھی لازم ہے کہ شکر گزاری کے طورپر اُس کی عبادت کریں اور قیامِ نماز کی طرف توجہ دیں۔ نماز جو اللہ تعالیٰ کے احکامات میں سے اوّل نمبر پر ہے۔ اسے ذوق و شوق حضورِ قلب اور خشوع و خضوع کے ساتھ اپنے وقت پر ادا کریں اور نمازِ تہجد اور نوافل کی طرف توجہ دیں اور باجماعت نمازوں کا اہتمام کریں۔ انسانی زندگی کا یہ مقصد نہیں کہ چند روزہ دنیا میں فقط چند دن تک دنیا کمائے ، کھائے پئیے اور لغویات میں مشغول رہ کر آگے سدھار جائے بلکہ اُسے معبودِ حقیقی کی عبادت اور اطاعت کی خاطر پیدا کیا گیا۔ نماز کے علاوہ ذکرِ الٰہی کرنا کائنات پر غور و فکر کے ذریعے فکری عبادت کی طرف توجہ دینا بھی عبادت کے زمرے میں آتا ہے مگر نماز بہترین عبادت ہے جس میں انسان وقتاً فوقتاً اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے۔ انتہائی عاجزانہ حالت میں اور تذلّل کے ساتھ اُس کے حضور جھکتا ہے تو اس کی توجہ خدا تعالیٰ کی طرف مبذول رہتی ہے وگرنہ تارکِ نماز دنیا کی دلچسپیوں میں کھو کر اپنے خالق کو بھول جاتا ہے اور نفسانی خواہشات کی دلدل میں دھنستا چلا جاتا ہے۔ ہم جو خدا تعالیٰ کو یاد رکھتےہیں اور اُس کے ذکر سے کوتاہی نہیں برتتے ، تو اس میں ہماری ذات کا ہی فائدہ ہے۔اللہ تعالیٰ ہماری عبادت کا ہرگز محتاج نہیں۔ کائنات کا ذرہ ذرہ اُس کی عبادت میں ذکر میں رطب اللسان ہے۔ ہم جو کمزور ہستی ہیں ہر آن محتاج قدم قدم پر حاجت مند ہیں۔ یادِ الٰہی سے ہمارا فائدہ ہے۔ جب ہم بار بار بروقت نماز کے لئے اُس کے در پر حاضر ہوتےہیں تو پھر وہ بھی ہم سے وہ سلوک نہیں کرتا جس

کے غافل مستحق ہوتےہیں وہ بغیر مانگے ہماری حاجتوں کا خیال رکھتا ہے ۔ ردائے حفاظت اپنے عاجز مسکین عبادت گزار بندوں پر کئے رکھتا ہے۔ دکھ درد تکالیف میں ہم دم اور غمگسار ہوتا ہے۔ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے حسن و احسان کے منکر ہیں اور غافلوں والی زندگی بسر کرتے ہیں قیامت کے دن اُن سے کہے گا آج میں نے تم کو اس طرح بھلا دیاہے جیسے تم نے دنیا میں ہماری یاد کو بھلا دیاتھا۔ آنحضور □ نے ذکر کرنے والے اور نہ کرنے والے کی مثال زندہ اور مردہ سے دی ہے یعنی جو عبادت گزار ہے ذاکر ہے وہ زندہ ہے اور جو غافل ہے وہ مردہ ہے۔

دونوں جہاں میں سابقہ پڑنا ہے
اُس کے ساتھ
ہونا نہ اُس کے ذکر سے بے زار
دیکھنا

انسان دن میں ہزار ہانعمتیں خدا تعالیٰ کی استعمال کرتا ہے۔ اُ سکے دل میں کبھی خیال بھی نہیں گزرتا کہ جس کی نعمتیں میں استعمال کرتا ہوں کیا اُس کی شکر گزاری کا اور عبادت گزاری کا حق ادا کرتے ہوئے میں نے نماز بھی پڑھی ہے۔ یہی احساس لے کر اگر انسان عزم و ہمت کرے تو یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اُس کی کوئی بھی نماز قضاء ہو، بلکہ ان خیالات و احساسات کے ساتھ تو نماز روح کی غذا بن جاتی ہے جس کے بغیر انسان زندہ ہی نہیں رہ سکتا۔ ذکرِ الٰہی اُس کا اوڑھنا اور بچھونا ہوجاتا ہے۔ وقتاً فوقتاً انسانی روح کو نماز کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ سارے دن میں اُس سے جو گناہ یا چھوٹی موٹی لغزشیں سرزرد ہوتیں ہیں جو روح کو کثیف اور گندا کرتی رہتی ہیں نماز اُن کی صفائی کاکام کرتی رہتی ہے۔ یہ تو سہوًیا بے اختیاری میں سرزرد ہونے والی خطائیں ہیں۔ اگر انسان نمازی ہے اور کسی نفسانی جوش کے وقت اُس کواگر گناہ کا خیال بھی آتا ہے تو نماز فوراً اُسے حکیم ناصح کی طرح سرزنش کرتی ہے اور اُسے یہ احساس ہوتا ہے کہ اُسے زیب نہیں دیتا کہ نماز کی صورت میں خدا کے حضور حاضری بھی دوں اور گناہ بھی کروں۔ گناہ اور نماز دو مخالف سمت جانے والے رستے ہیں جو کبھی آپس میں مل نہیں سکتے اگر کوئی انسان نمازی ہوتے ہوئے بھی گناہ کی طرف راغب ہے یا گناہ گار ہے تو اُسے اپنی نمازوں کی فکر کرنی چاہیے کہ اُسکی نمازیں صحیح نہیں کیونکہ پاک کی صبحت انسان کو پاک ہی کرتی ہے۔ ناپاکی کا تصور بھی ممکن نہیں۔ اب میں نبی پاک □ کے ارشادات نماز کے بارے میں بیان کروں گی۔ آنحضور □ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو حضرت ابوزر نے روایت کیا ہے فرماتے ہیں

سردیوں کے موسم میں آپؐ باہر نکلے جب درختوں سے پتے جھڑ جاتےہیں۔ آپ نے دو شاخوں کو ہلایا۔ پتے زمین پر گرنے لگے۔ آپؐ نے فرمایا اے ابوذر! میں نے کہا لبیّک یا رسُول اللہ ۔آپؐ نے فرمایا اے ابوذر جب ایک بندہ اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے نماز پڑھتا ہے تو اُس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح درخت کے پتے جھڑ رہے ہیں۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الصلوٰۃ)

حضرت مسیح پاک فرماتےہیں کہ

نماز ہی گناہوں سے بچنے کا ایک آلہ ہے نماز کی یہ صفت کہ انسان کو گناہوں اور بدکاری سےہٹا دیتی ہے سو تم ویسی نماز کی تلاش کرو اور اپنی نماز کو ایسی بنانے کی کوشش کرو۔ نماز نعمتوں کی جان ہے ۔ اللہ تعالیٰ کے فیض نماز سے آتے ہیں سو اس کو سنوار کر ادا کرو تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی نعمت کے وارث بنو۔

(الحکم جلد 7-10مارچ 1903ء)

پس ہمیں چاہیے کہ خود بھی نماز پڑھیں اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کریں ۔ا للہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

رکن نمبر 3: روزہ

ارکانِ اسلام میں روزہ تیسرے نمبر پر ہے۔ یہ بھی فرض عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ عمل ہے۔قرآن کریم کی سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 184میں فرماتا ہے کہ

اے لوگو! تم پر روزے اس طرح فرض کئے گئے ہیں جس طرح اُن لوگوں پر فرض کیے گئے تھے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

تمام ارکانِ اسلام کی تان بلآخر قرب الٰہی پر ٹوٹتی ہے ۔ کلمہ طیبہ اُس چٹان کی طرح ہے جس کے چاروں طرف پانی ہو اور انسان اُس پر پناہ لے اور اُس سے چمٹ کر اپنے آپ کو غرق ہونے سے بچا لے۔ دوسرے لفظوں میں اللہ تعالیٰ نے اس کو عروۃ و ثقیٰ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو مضبوطی سے پکڑ لوگے تو نجات پاؤ گے۔ کلمہ طیبہ پر ایمان و ایقان کے ذریعے جب انسان اپنے لئے اللہ تعالیٰ کو نجات دہندہ یقین کرتا ہے تو پھر ایسے خالق کی عبادت کے لئے طبیعت جوش مارتی ہے۔ پنج وقت نماز کو خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کرتا ہے اور اس وردِ ذکرِ الٰہی سے اپنے روز و شب اور پُر نور رکھتا ہے تو پھر اپنے خالق کے لئے روزے کے ذریعے جانفشانیاں دکھاتا ہے۔ اُس کی خاطر بھوک اور پیاس برداشت کرتا ہے۔ بہت

سے جائز امور سے بھی اس کی خاطر اپنے اپ کو روک کرر کھتا ہے۔ روزہ اُسے خدا تعالیٰ کے اور بھی قریب کردیتا ہے۔ مندرجہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ جو فرمایا کہ روزے تم پر اس لئے فرض کئے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ تو روزے کے ساتھ تقویٰ کا کیا تعلق ہے تو غور کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ روزے کے ساتھ تقویٰ کا بڑا گہرا تعلق ہے۔ گویا کہ تقویٰ پیدا کرنے کے لئے روزہ ایک قسم کی مشق ہے جو کروائی جاتی ہے۔ تقویٰ کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کے ڈر سے گناہوں سے بچنا بالکل اسی طرح روزے میں بھی فقط کھانے پینے کا روزہ نہیں ہوتا بلکہ اُس کے تمام حواس خمسہ روزے سے ہوتے ہیں ۔اُس کی آنکھوں کا روزہ ہوتا ہے کہ وہ نہ کوئی فحش منظر دیکھے ، نہ کسی کی طرف غیظ و غضب سے دیکھے بلکہ نظر کو پاک رکھے۔ کان کا روزہ کہ وہ فحش گانے ، گندی گفتگو،گالی گلوچ ،غیبت نہ کرے ، نہ سنے۔ زبان کا روزہ یہ ہے کہ جھوٹ سے احتراز کرے۔ تکبر ،غیبت ،بہتان طرازی سے اپنے آپ کو بچائےہاتھ کا روزہ یہ ہے کہ اپنے ہاتھ ظلم کے ساتھ کسی پر دراز نہ کرے۔ پورا رمضان جب انسان اپنے آپ کو ان قبیح افعال سے بچائے رکھتا ہے تو یہ مشق اُس کے اندر تقویٰ پیدا کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک حدیث میں روزے کو گناہوں سے بچنے کے لئے ڈھال کہا گیا ہے۔ ایک اور حدیث میں روایت ہے کہ

روزہ آگ سے اور زمانے کی تکالیف اور ہلاکتوں سے بچانے کے لئے ڈھال ہے۔ ایک اور روایت ہے کہ روزہ خدا کے عذاب سے بچانے کے لئے ڈھال ہے۔

(الجامع الصغیر)

روزہ جسمانی تکالیف سے بچانے کےلئے اکسیر ہے اور بہت سی بیماریوں کا علاج بھی ہے۔ رمضان کے بعد انسان تنومند، توانا اور ہشاش بشاش ہوجاتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا

جس نے ایک دن کا روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اس کے چہرے سے جہنم کو ستر سال دور کردے گا۔

(نسائی)

روزہ انسان کے اندر بدی کی قوتوں کو جلا کر خاکستر کردیتا ہے۔ اُس کے اندر غرباء کی تکالیف کااحساس پیدا ہوتا ہے ،اُن کی فاقہ کشی کی تکلیف کا احساس پیدا ہوتا ہے، تکبر ،رعونت ،فخرو مباہات جیسی نفسانی بدیاں دور ہونے لگتی ہیں۔ اس کی جگہ عاجزی ، انکساری اور دوسروں کی تکالیف کا احساس خدا تعالیٰ کا خوف کرتے ہوئے پیدا ہونے لگتا ہے۔ روزہ اللہ تعالیٰ کی اُن تمام نعمتوں کا قدردان بناتا ہے جن کو ہم روزمرہ استعما ل کرتے ہیں اور کبھی اُن کی قدر نہیں کرتے۔ آنحضور ﷺ فرماتے ہیں

حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابنِ آدم کا ہر عمل اُس کے اپنے لئے ہے سوائے روزے کے۔ کیوں کہ وہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا ہوں۔

(مسند احمد بن حنبل سند ابوہریرہ حدیث 9888)

اب جس عمل کی جزا خدا خود ہواُس کی قدروقیمت کا اندازہ ممکن نہیں۔ جس کا خدا ہو جائے تو کائنات کی ہر شے اُس کی غلام بن جاتی ہے تو کیسا حسین عمل ہے روزہ۔

حضور فرماتے ہیں کہ جب روزے دار کے پاس کوئی کھانا کھائے تو فرشتے اس پر درود و سلام بھیجتےہیں۔ قیامت کے دن پھر یہی روزے دار کھانا کھائیں گے اور لوگ ان کی طرف دیکھیں گے ۔ حدیث میں آتا ہے کہ

قیامت کے دن سونے کے برتنوں میں جنتیوں کے لئے کھانا رکھا جائے گا جس میں سے وہ کھائیں گے اور لوگ ان کی طرف دیکھیں گے۔

(دیلمی)

اسی طرح روایت میں آتا ہے

روزے دار جنت کے چشموں سے پانی پئیں گے اور جو بھی وہاں سے پانی پی لے گا پھر وہ پیاسا نہیں رہتا ۔

(کنزالعمال)

جو بندہ بھی روزے کی حالت میں صبح کرے تو اس کے لئےجنت کے دروازے کھولے جاتےہیں اس کے تمام اعضاء تسبیح کرتے ہیں۔ آسمان پر فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے ہیں اگر وہ ایک یا دو رکعت پڑھے تو اس کے لئے آسمان روشن کردئیے جاتےہیں۔ خوبصورت آنکھوں والی حوریں کہتی ہیں۔ اےاللہ ہمیں اس کی زیارت کروانا اور جب وہ تسبیح و تحمید کرتا ہے تو نوّے ہزار فرشتے اس کے اجر ثواب کو لکھتے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ دن گزر جاتا ہے۔

(سنن دارِ قطنی)

روزے کے فضائل کی وسعت کو احاطہ تحریر میں لانا ممکن نہیں بس اللہ ربُّ العزت سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں احسن رنگ میں یہ عبادت بجا لانے کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین

رکن نمبر 4: زکوٰۃ

زکوٰۃ ارکانِ اسلام کا چوتھا رکن ہے اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ اَقِیْمُو الصّلوٰ ۃ

وَ اٰ تُـوَ ا الــزَّكـوٰ ة (البقرة : 44) یعنی اگر تم میری عبادت کا حق ادا کرتے ہو تو میری عبادت کا حق ادا نہیں ہوسکتا جب تک میرے بندوں کے حقوق ادا نہ کرو یعنی اپنے مال اور اپنی تمام صلاحیتوں کے ساتھ اُن کی خبر گیری کرو یعنی زکوٰۃ کے ذریعے اُن کی مدد کرو۔ زکوٰۃ کے معنی پاک کرنے اور پرورش کرنے کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے تمام بندے ایک جیسی صلاحیتوں والے نہیں۔ اُس کی حکمتِ بالغہ نے کسی کو مالی، ذہنی ،جسمانی صلاحیتوں کے ساتھ فوقیت عطا فرمائی ہے اور وہ اپنی عقل سوچ کے ساتھ جلد جلد ترقی کر کے معاشرے میں اپنا مقام پیدا کرلیتا ہے۔ مالی لحاظ سے دوسروں کی نسبت مستحکم ہوجاتا ہے کسی کو خوش نصیبی سے وراثت میں بہت سا مال مل جاتا ہے جو اُس کے آباؤ اجداد کی کاوشوں کا نتیجہ ہوتا ہے جبکہ بعض لوگ عقل ، سوچ ، ذہنی و جسمانی استعدادوں کے لحاظ سے سست کاہل ہوتے ہیں یا محنت کے لحاظ سے کم تر ہوتے ہیں اور مالی طور پر بھی غیر مستحکم رہ جاتے ہیں۔

جس طرح والدین کو اپنی اولاد لائق یا نالائق کی برابر فکر ہوتی ہے اور جو بچہ لائق ،ہونہار ہو اُس کی نسبت کمزوروں کی فکر ہوتی ہے اور وہ اپنے ہونہار بچے سے توقع رکھتے ہیں کہ جس طرح انہوں نے اُس کو پالا ، اعلیٰ مقام تک پہنچنے میں اُس کی مدد کی اسی طرح وہ بھی اُن کے دوسرے بچوں کا خیال رکھے اور اُنہیں اقتصادی اور علمی اور ہر لحاظ سے مستحکم کرنے میں اُن کی مدد کرے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کو بھی اپنی تمام مخلوق اور تمام بندے بہت پیارے ہیں بلکہ اُس کے عیال ہیں تو اللہ تعالیٰ نے جن اپنے بندوں کو دوسروں پر مالی وسعت عطا کی ہے وہ بھی یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے کمزور بھائیوں پر اُس کا دیا ہوا مال خرچ کریں۔ نوعِ انسان کی بھلائی کی خاطر خلیفہ وقت کے حضور دل کھول کر اپنے چندہ جات ادا کریں۔ معاشرے کے کمزور ، بے سہارا ،غرباء و مساکین ،بیواؤں ،یتامٰی کی خبر گیری کرتے ہوئے ان کی ضروریات کا خیال رکھیں۔ کسی سائل کو خالی ہاتھ نہ لوٹائیں۔ وَ اَمَّـا الـسَّـائِـلَ فَـلَا تَـنْـهَـر (الضحی: 11) یعنی سوالی کو مت جھڑک ، کی وعید سے ڈریں۔

آنحضور □ کا ارشادِ مبارک ہے

ترجمہ:

جنت کی ایک کنجی مساکین سے محبت کرنا ہے

(معجم ابن القرئ باب الماء حدیث 838)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ اپنے سخی بندوں کے متعلق فرماتا ہے کہ وہ کمزوروں پر خرچ کرتے ہوئے احسان نہیں جتاتے۔ نہ تکلیف دیتے ہیں بلکہ

وہ کہتے ہیں کہ ہم تمہیں صرف اللہ کی رضا کی خاطر کھانا کھلاتے ہیں۔ نہ تمہارا شکر یہ چاہتےہیں ،نہ جزا۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے اموال میں برکت ڈال دیتا ہے اور کئی کئی گنا اُنکو بڑھا کر عطا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اگر چاہتا تو سب کو برابر عطا کردیتا مگر کیوں کہ زمین وآسمان کے خزانے اُس کی ملکیت ہیں، اُس کے لئے کسی چیز کی کمی نہیں مگر وہ کسی کو مالی فراخی کے ذریعے آزماتا ہے اور کسی کو تنگدستی کے ذریعے۔

پس صدقات جنت کی طرف لے جاتےہیں اور دوزخ سے بچاتے ہیں۔یہ نہیں کہ بہت زیادہ مالی وسعت ہو تو ہی صدقہ کرو بلکہ ایک غریب آدمی بھی صدقہ کرسکتا ہے ۔

آنحضور ﷺ نے فرمایا

اِتَّقُو النَّارَوَلو بِشَقّ تَمْرَ ةٍ

(مصنف اَبن ابی شیبہ کتاب الزکوٰ ۃ حدیث9803)

یعنی آگ سے بچ جاؤ خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی دینا پڑے ۔

اللہ تعالیٰ سورۃ آل عمران کی آیت 15میں فرماتا ہے

لوگوں کو خوبصورت کر کے دکھائی گئی عورتوں ، بیٹوں سونے چاندی کی محبت مویشیوں اور کھیتی کی محبت گویا یہ صرف ظاہر چمک دمک ہے ۔ جو آنکھوں کو خیرہ کرتی ہے لیکن پھر یہی نعمتیں موجب حسرت بن جاتی ہے۔

یعنی دنیاوی نعمتیں سونا ، چاندی، مال مویشی، کھیتی گو انسان کی پسندیدہ چیزیں ہیں اور ان میں برکت بھی پڑتی ہے ۔ اگر انسان خدا کی راہ میں ان میں سے خرچ کرے تو وہی اس کے لئے دنیا وآخرت موجب راحت اور سکون بن جاتی ہے ورنہ جب ان چیزوں کو انسان چھوڑتا ہے تو اس کے پاس سوائے حسرت و پچھتاوے کے کچھ نہیں ہوتا۔

ایک حدیث میں آنحضور ﷺ فرماتے ہیں کہ

قیامت کے دن خدا بندے سے کہے گا میں اس حال میں تیرے پاس آیا کہ میں ننگا تھا مگر تو نے مجھے کپڑا نہ دیا اورمیں پیاسا تھا تو نے مجھے پانی نہ پلایا۔ میں بھوکا تھاتو نے مجھے کھانا نہ کھلایا۔ بندہ کہے گا سبحان اللہ اے خدا تو کب میرے پا س آیا تھا ۔ فرمائے گا میرا فلاں بندہ تیرے پاس آیا تھا وہ بھوکا تھا تو نے اُسے کھانا نہیں کھلایا میرا فلاں بندہ پیاسا تھا تو نے اُسے پانی نہ پلایا میرا فلاں بندہ ننگا تھا تو نے اُسے کپڑا نہ پہنایا ۔ جاؤ آج میری رحمت سے نکل جاؤ۔

اخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اس کی دی ہوئی نعمتوں میں سے اُس کے بندوں کی راہ میں خرچ کر کے اُ س کی رضا حاصل کرنے والے ہوں۔آمین

رکن نمبر 5: حج بیت اللہ

اللہ تعالیٰ سورۃ آلِ عمران آیت 98میں فرماتا ہے

یعنی اللہ نے لوگوں پر بیت اللہ کا حج کرنا فرض کیا ہے جو اس تک جانے کی توفیق پائے۔

ایک حدیثِ پاک میں حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ

اللہ نے یقیناً لوگوں پر حج کرنا فرض کیا ہے۔ ایک آدمی نے پوچھا یا رسول اللہؐ کیا ہر سال حج کرنا ہے۔ اس پر آپ خاموش ہوگئے اور فرمایا اگر میں کہتا کہ ہاں تو یہ ہر سال واجب ہوجاتا جس کی تم طاقت نہ رکھتے۔

توفیق سے مراد یہ ہے کہ جس کے پاس سفر کے وسائل ہوں ،راستے کا امن ہو، صحت مند ہو۔

حج 08سے 13ذولحجہ کو اد ا کیا جاتا ہے۔ ذوالحجہ 04حرمت والے مہینوں میں سے ایک ہے۔ یعنی محرم، شوال ، ذوالعقد ، ذوالحجہ۔ ان مہینو ں میں ہر قسم کا فتنہ و فساد ممنوع ہے ۔ مکہ اور اس کے اردگرد کے ماحول کو پرامن بنانے کے لئے اس سارے علاقے کو حرم قرار دے دیا گیا ہے۔ اس میں شکار کرنے ، درخت کاٹنے پر بھی پابندی ہے ۔ اس حد بندی کی جگہ کو میقات کہتےہیں۔ حج ایک کامل اتحاد اتفاق اور مساوات کا نام ہے۔ اس لئے حاجی کے لئے نہایت سادہ لباس مختص ہے ایک تہہ بند اور دوسرے اوڑھنی ، سرننگا اور عورت کا سادہ لباس ہی احرام ہوتا ہے۔ احرام باندھ کر حاجی تلبیہہ پڑھتا ہے ۔ تلبیہہ کے الفاظ

لبیک اللّٰھم لبیک لبیک لا شریکَ لک لبیک انَّ الحمدَ وَ النعمَۃَ لکَ والملکَ لَا شریکَ لَکَ

یعنی میں حاضر ہوں اے اللہ میں تیرے حضور حاضر ہوں یقیناً سب تعریفیں اور نعمتیں تیرے لئے ہیں۔ سب بادشاہی تجھے حاصل ہے اور تیرا کوئی شریک نہیں۔

08ذوالحجہ کو قافلے مکہ پہنچ جاتےہیں اور تھکے ماندے جانوروں کو پانی پلاتے ہیں۔ اس لئے اس دن کا نام یوم الترویہ پڑ گیا یعنی جانوروں کو پانی پلانے کا دن۔ اس کے بعد کعبہ کے گرد 07چکر لگائے جاتےہیں ، جسے

طواف کہتے ہیں۔ حجرِ اسود کو بوسہ دیتے ہیں ۔ طواف کے بعد دو نفل پڑھے جاتے ہیں۔ پھر صفا اور مروہ دو چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کے درمیان چکر لگائے جاتےہیں جسے سعی بین الصفا و المروہ کہا جاتا ہے۔ عمرہ جو ایک قسم کا چھوٹا حج ہے اُس کےارکان یہی ہیں یعنی طواف ، سعی بین الصفاء والمروہ اس کے بعد احرام کھول دیتے ہیں لیکن جو حج کرنا چاہتا ہے وہ 09تاریخ کو میدانِ عرفات میں جاتا ہے۔ 10تاریخ کو واپس منیٰ میں آتا ہے۔ جہاں شیطان کو کنکریاں مارنا ، بال منڈوانا اور قربانی کرنا ہوتا ہے۔ پھر طوافِ افاضہ کے ساتھ حج کے ارکان مکمل ہو جاتے ہیں۔

یہ تو ارکانِ حج کا بیان تھا ۔ دراصل حج اپنے اندر بہت سے روحانی مصالح رکھتا ہے۔ سرمنڈواکر، احرام باندھ کر ، خدا کے گھر کی زیارت ، عاشقانہ طواف، حجرِ اسود کو بوسہ دینا، تبتل الی اللہ اور انقطاع الی اللہ کا نمونہ پیش کرنا، صفا اورمروہ کے درمیان سات چکر لگانا، عرفات کے میدان میں قربانی کرنا ،شیطان کو کنکریاں مارنا۔ یہ سارے مناسک اللہ تعالیٰ کے ساتھ عشق و محبت کی چنگاری دلوں میں روشن کرتے ہیں اور نفس و شیطان کی اسیری سے دلوں کو آزاد کرتے ہیں اور انسان عشقِ الٰہی میں اور روحانیت میں ترقی کرتا چلا جاتا ہے۔ اُس کے تمام گناہ جھڑ جاتےہیں گویا کہ وہ نوازئیدہ بچے کی طرح گناہوں سے پاک و صاف ہوجاتا ہے۔ انسان کی یہ فطرت ہے کہ اُسے جس سے محبت ہوتی ہے اُس کے کوچہ کی ہر چیز اُسے محبوب اور پیاری ہوجاتی ہے۔ جب انسان یہ دیکھتا ہے کہ جب سے زمین بنی یہ بیت خداتعالیٰ کی توحید کا مرکز رہا ہے۔ مکہ مکرمہ بڑے بڑے برگزیدہ انبیاء اور علماء کی قیام گاہ رہا ۔ جہاں خدا تعالیٰ کا پاک کلام نازل ہوا اور ان برگزیدہ ہستیوں پر اللہ تعالیٰ نے نزول فرمایا۔ بارش کے قطروں کی طرح اُس کے نشانات مکہ کی بستی پر اترے۔ جہاں کی فضاؤں میں اُن برگزیدہ ہستیوں نے سانس لئے اور چلے پھرے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی اور نوزائیدہ بچے کو اُس بے آب و گیاہ وادی میں فقط خدا کے سہارے پر چھوڑ آئے، محض قیام توحید اور خدا کے نام کی سربلندی کے لئے جب سرورِ کائنات اور آپ کے صحابہ کرام نے قیام توحید کے لئے کیا کیا قربانیاں دیں۔ بھیڑوں بکریوں کی طرح ذبح کئے گئے۔ مگر خدا کا دامن نہ چھوڑا اور خدا تعالیٰ نے بھی اُن کی تائیدو نصرت شاندار طریق سے کی وہ دنیا کے سردار، دنیا کا فخر ٹھہرے۔ حضرت حاجرہ کا سعی کرنا ،دوڑ دوڑ کرپانی کی تلاش کرنا ، معصوم بچے کی ایڑیوں سے چشمہ جاری ہوجانا،اُن کے لئے قبیلوں کے توسط سے انواع و اقسام کے رزق مہیا کرنا پھر آنحضور□ کے ساتھ تائیداتِ الٰہی ۔ ان سب داستانوں اور نشانوں پر انسان

غورکرتا ہے تو لبیک لبیک کہتے ہوئے دیوانہ وار طواف کرتا ہے۔ حجرِ اسود کو بوسہ دیتا ہے اور سارے مناسک اد اکرتا ہے تو اس وقت دنیاوی خواہشات، دنیاوی الائشیں اُس کے دل سے دھلنے لگتی ہیں۔ ایک نئی روحانی زندگی کے ساتھ مکہ سے واپس لوٹتا ہے ۔ دنیاو آخرت کی برکات سمیٹتے ہوئے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ معصوم احمدیوں کے لئے ان مقامات مقّدسہ تک اللہ تعالیٰ رسائی جلد ممکن بنا دے اور خدا کے راستہ سے روکنے والوں کو ہدایت دے یا اُن کو انجام تک پہنچائے اور بیت اللہ کے حقیقی وارثوں کو اُس کے انتظام اور انصرام سنبھالنے کی توفیق عطافرمائے۔ آمین

حضرت مسیح موعود کے دعاوی اور اُن کی صداقت کے دلائل

اللہ تعالیٰ کی یہ سنت قدیم سے جاری وساری ہے کہ جب بھی اُس کے بندوں میں بگاڑ پیدا ہوا اور زمین الفساد فی البرِّ والبحر کا نمونہ پیش کرنے

لگی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے چنیدہ اور برگزیدہ بندوں کو مبعوث فرما کر ان کی ہدایت کے سامان کئے۔ سلسلۂ انبیاء سے یہ بات روزِ روشن کی طرح ثات ہے کہ ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے اپنی تائیدات اور قاطع براہین اور چمکتے ہوئے روشن نشانوں کے ساتھ بھیجا انہوں نے اپنی پاک قوّتِ قدسیہ سے زمانے کی کایا پلٹ دی۔ نئی زمین اور آسمان تشکیل پانے لگے انہوں نے اپنی طرف سے کچھ نہیں کہا بلکہ اُن کے تمام تر دعاوی اللہ تعالیٰ کے احکامات اور اُس کی تائیدات کے تابع تھے تمام انبیاء نے جو بھی دعاوی کئے اُن کی صداقت ایک عالم پر آشکار ہوئی اور آج تک ہورہی ہے ۔سب سے بڑھ کر عظیم الشان دعاوی حضرت اقدس محمد مصطفیٰ کے تھے۔ زمین و آسمان نے جن کی صداقت کی گواہیاں دیں دورِ آخر میں آنحضور کے بروز عاشقِ صادق حضرت مسیح موعودؑ نے بھی اللہ تعالیٰ کے احکام کے تابع عظیم الشان دعاوی کئے۔ جن کی صداقت کے نشانات بارش کی طرح نازل ہورہے ہیں اور ایک عالم کو ورطۂ حیرت میں ڈال رہے ہیں۔ ذیل میں آپ کے دعاوی اور اُن کی صداقت کے دلائل واضح کرنے کی کوشش کروں گی۔

> آنحضور کی ایک حدیثِ پاک حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضور نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ عنقریب تم میں ابنِ مریم نازل ہونگے اور صحیح فیصلہ کرنے والے عدل سے کام لینے والے ہوں گے وہ صلیب کو توڑیں گے۔ خنزیر کو قتل کریں گے، لڑائی کو ختم کریں گے اسی طرح وہ مال لٹائیں گے لیکن اُس کو کوئی قبول نہیں کرے گا۔

(صحیح بخاری کتاب البیوع باب قتل الخنزیر حدیث 2222)

دعویٰ نمبر 1اور اُس کی صداقت کے دلائل

آپ کا یہ دعویٰ ہے کہ آنحضور کی اس حدیث کا مصداق میں ہوں اور میں ہی وہ ابنِ مریم ہوں جس کی بشارت آنحضور نے اپنی امت کو دی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اور بھی تو بے شمار انبیاء ہیں مگر آپ کو ابنِ مریم سے تشبیہہ کیوں دی گئی تو اس کا جواب ہے کہ آنحضور کا سلسلہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سلسلہ سے شدید مماثلت رکھتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام صاحبِ شریعت نبی ہیں اور آنحضور کو بھی عظیم الشان لازوال اور قیامت تک زندہ رہنے والی شریعت عطا فرمائی گئی۔ جس طرح موسوی سلسلہ کے آخر پر 1400سال بعد قوم بگڑ گئی اور اُنہوں نے مذہب میں تحریف کرنی شروع کردی اُن کے دل سخت ہوگئے۔ دن رات ظلم وستم اُن کا شیوہ ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابرِ

رحمت بنا کر ان کی اصلاح کے لئے مبعوث فرمایا مگر سنگ دل یہودیوں نے آپ کو سخت اذیتیں دی آپ کو صلیب پر چڑھایا گیا قتل کی کوششیں کی گئیں مگر آپ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہے اور یہودی آپ کی جان لینے میں ناکام رہے ۔بالکل اسی طرح یہی حالات امتِ محمدیہ کو بھی پیش آئے جب آپ کی امت بگڑی یہود صفت علماء بے نور ہوگئے روحانیت سے عاری ہوگئے تو اللہ تعالیٰ نے امتِ محمدیہ کی اصلاح کے لئے حضرت مسیح کا مثیل پیدا فرمایا۔

ایم ٹی اے پر مجلسِ عرفان میں ایک جگہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ ابنِ مریم کی ایک اور لطیف تشریح یہ بیان فرماتے ہیں کہ

> حضرت مسیح موعود پر ایک دور بھی آیا جس میں آپ مریمی حالت سے گزرے اُن دردناک حالات سے گزر کر جب کہ قوم نے آپکا انکار کردیا سب وشتم کا نشانہ اور تضحیک کا نشانہ بنایا تب یہ آزمائشی دور گزارنے کے بعد آپ کو امتِ محمدیہ میں مسیح موعود یعنی آنے والے مسیح کے مقام پر سرفراز فرمایا گیا جیسا کہ حضرت مریم کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اعجازی پیدائش پر قوم کی طرف سے تضحیک ،تمسخر اور طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا گیا اور حضرت مریم یہ کہہ اُٹھیں کہ کاش میں مرجاتی اور میری یاد مٹا دی جاتی۔

پھر اس حدیثِ پاک میں آپ کے حکم اور عدل ہونے کا سرِ صلیب ہونے اور خنزیر کو قتل کرنے والا کی پیشگوئی کے مطابق بھی آپ کے دعاوی کیسے صحیح ثابت ہوئے اب جبکہ امتِ محمدیہ کے عقائد بگڑ چکے ہیں ۔ مذہبی جھگڑے عروج پر ہیں اسلام 72فرقوں میں بٹ چکا ہے اور ہرفرقہ اپنے آپ کو حق پر سمجھتا ہے ۔ ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگائے جارہے ہیں۔ ہر فرقہ اپنے سوا دوسروں کو مسلمان نہیں سمجھتا وہ اسلام کے نام پر قتل و غارت کو جائز قرار دیتےہیں۔ بہت سے فرقے حضرت علی کو خدا بنائے بیٹھے ہیں۔ بہت سے پیر پرستی اور قبروں کی پوجا کرتےہیں۔ اُن پر چڑھاوے چڑھاتےہیں۔ طرح طرح کی رسومات میں جکڑے ہوئے ہیں اعتقادی اور عملی حالتیں نہایت کمزور ہیں۔ قرآن کریم اور اُس کی تعلیمات کو پسِ پشت ڈال دیا گیا اسلام کا نام رہ گیا اور قرآن کے الفاظ باقی ہیں ان حالات میں حکم اور عدل کا وجود ابرِ رحمت کی طرح افقِ اسلام پر چھا گیا ۔ آپ نے ان تمام اندرونی جھگڑوں کا قلع قمع کیا۔ آپ نے وہی اسلام جو آنحضور ﷺ کے دور میں ہر قسم کے شرک اور الحاد سے مبّرا تھا وہی اسلام اور اس کی برکات کو دنیا میں پھیلایا۔ آپ نے دینی امور میں تمام

اختلافی مسائل کا فیصلہ فرمایا اور ان کو انحضور ﷺ کی سنت اپ کی احادیثِ مبارکہ اور قرآن مجید سے حل فرمایا۔

کسرِ صلیب اور قتلِ خنزیر:

عیسائی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ اور موجود مانتےہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا اور خد امانتے ہیں۔خدا ایک کی بجائے تین کہتےہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر زندہ موجود ہونے اور آنحضور ﷺ کو وفات یافتہ کہہ کر عیسائیت کو اسلام پر فوقیت دیتے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے وفاتِ مسیح ثابت کر کے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اُن کی اپنی کتابوں سے اللہ کا عاجز اور کمزور بندہ ثابت کر کے تثلیث کے ایوانوں میں زلزلہ برپا کردیا اور اُن کے خدائی کے دعوؤں کو کھوکھلا ثابت کیا اور اسلام کا زندہ مذہب ہونا ثابت کیا ۔ عیسائیوں کے عقیدہ یعنی کفارہ کا باطل ہونا ثابت کیا اس طرح آپ نے صلیب کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا ۔

قتلِ خنزیر:

قتلِ خنزیر سے مراد یہ نہیں کہ آپ دنیا جہاں کے خنزیروں کو مارتے پھریں گے بلکہ خنزیر صفت لوگوں کی ہلاکت اس سے مراد ہے جو کہ آپ کی دعاؤں اور معجزات سے ظہور میں آئی مثلاً ڈوئی کی موت اور لیکھرام اور عبداللہ آتھم کی ہلاکت اور بہت سے دوسرے بھی جو آپ کے پاک سلسلہ کے راستے میں روک بنے۔ سؤروں کی طرح ہلاک کئے گئے اس طرح آپ کا کاسرِ صلیب کا دعویٰ بھی بڑی شان کے ساتھ سچا ثابت ہوا۔

ایک دعویٰ اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ کا بھی تھا یعنی حدیث شریف کے مطابق تمہارا امام تمہیں میں سے ہوگا۔ مطلب یہ کہ آنے والا مسیح نبی ہوگا اور اُمتی ہوگا یعنی بنی اسرائیل کے مسیح علیہ السلام نہیں بلکہ آنحضور ﷺ کی کامل پیروی میں آپ کی امت میں سے ہی کھڑا کیا جائے گا۔

حدیثِ مبارکہ:۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ سورۃ جمعہ نازل ہوئی جب آپ نے اس کی آیت وَ آخرین منھم پڑھی تو ایک آدمی نے پوچھا یا رسول اللہ یہ بعد میں آنے والے کون ہیں جو ابھی ان کے ساتھ نہیں ملے یہ کون ہیں جو درجہ تو صحابہ کا رکھتے ہیں مگر ان میں ابھی شامل نہیں ہوئے۔ تو آپ نے اس کا کوئی جواب نہ دیا اُس آدمی نے 03دفعہ یہ سوال دہرایا۔راوی کہتےہیں کہ سلمان فارسی ؓ ہم میں بیٹھے ہوئے

تھے۔ رسول اللہ نے اپنا ہاتھ ان کے کندھے پر رکھا اور فرمایا کہ اگر ایمان ثریّا پر بھی پہنچ گیا یعنی زمین سے اُٹھ گیا تو ان لوگوں میں سے کچھ اس کو واپس لے آئیں گے یعنی آخرین سے مراد ابنائے فارس ہیں جن میں سے مسیح موعود ہونگے۔

(صحیح البخاری کتاب تفسیر القرآن باب وآخرین منہم حدیث 4897)

آپ کا دعویٰ ہے کہ میں وہی مسیح موعود ہوں جس نے ابنائے فارس میں سے ظاہر ہوناتھا چنانچہ آپ کے سوانح نگاروں کے مطابق آپ کا نام مرزا غلام احمد آپ کے والد کا نام مرزا غلام مرتصیٰ ۔آپ ایک نہایت معزز مغل خاندان کی برلاس شاخ سے تعلق رکھتے تھے۔ اس خاندان کا امتیازی لقب مرزا ہے یہی وجہ ہے کہ اس خاندان کے تمام افراد کے ناموں سے پہلے مرزا لکھا جاتا ہے اور اس خاندان کے ایک بزرگ مرزا ہادی بیگ سولھویں صدی عیسویں کے آخر میں بابر بادشاہ کے عہدِ حکومت میں اپنے وطن خراسان کو چھوڑ کر قریباً 200آدمیوں سمیت ہندوستان آگئے اور دریائے بیاس کے قریب آباد ہوگئے جہاں اُنہوں نے ایک گاؤں کی بنیاد رکھی جس کانام پہلے اسلام پورہ قاضی رکھا پھر یہ اسلام پورہ قاضی ماجھی کے نام سے مشہور ہوا۔رفتہ رفتہ قاضی اور قاضی سے قادی ہوا اور پھر قادیان مشہور ہوگیا اور یوں ابنائے فارس کا دعویٰ آپ کا سچ ثابت ہوا۔

(جماعت احمدیہ کا تعارف صفحہ نمبر 55)

مسیح اور مہدی موعود دو ناموں کے بارے میں آپ کا دعویٰ:

غیر احمدیوں کا عقیدہ ہے کہ مسلمانوں کی اصلاح کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے
جو کہ بنی اسرائیل کے نبی ہیں اور پھر امام مہدی بھی مسلمانوں کی اصلاح کا بیڑہ اٹھائیں گے۔آپ کا دعویٰ ہے کہ عیسیٰ اور مہدی دنوں ایک ہی وجود ہیں اور میں اُن کا مصداق ہوں ۔ مطلب یہ ہے کہ ایک اُن کا روپ ہوگا عیسائیت کی اصلاح کے لئے تو آپ کو عیسیٰ کا نام دیا جائے گا اور مسلمانوں کی اصلاح کے لئے آپ کو مہدی کا نام دیا جائے گا۔ مہدی سے مراد یہ ہے کہ وہ براہ راست اللہ تعالیٰ سے ہدایت پا کر اصلاح خلق کی ذمہ داری کا بیڑا اُٹھائے گا آپ کے یہ دونوں دعاوی آپ کی ذات میں پورے ہو چکے ہیں۔ عیسائیت کے عقائد کی اصلاح آپ نے شاندار طریق سے کی اور عیسیٰ کہلائے۔مسلمانوں کی غلطیوں کی اصلاح فرمائی تو آپ مہدی کہلائے۔

اپ کا دعویٰ کہ اپ تمام افوامِ عالم کے موعود مصلح اور نبی ہیں ایک الہام ہے کہ

"تمام نبیوں کے لباس میں اللہ کا پہلوان"

آپ اپنے ایک شعر میں اس حقیقت کو یوں بیان فرماتےہیں کہ

میں کبھی آدم، کبھی موسیٰ، کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میرے بے شمار

(درثمین صفحہ 131)

اس شعر میں آپ نے دنیا کی تمام اقوام کی طرف اپنی بعثت کا اشارہ فرمایا ہے چنانچہ تاریخ اقوامِ عالم کے مطالعہ سے یہ بات ثابت شدہ ہے کہ دنیا کے تمام بڑے بڑے مذاہب کے پیروکار اپنی مقدس کتابوں کی پیشگوئیوں کے مطابق ایک مصلح کی آمد کی کا انتظار کررہے تھے۔ یہود کو ایک مسیح کا انتظار تھا، عیسائی بھی حضرت عیسیٰ کی آمدِ ثانی کے منتظر تھے، جس نے دورِ آخر میں ظاہر ہونا تھا۔ مسلمان امام مہدی کی راہ دیکھ رہے تھے، ہندو کرشن کی آمد کے منتظر تھے، بدھ مت والے بدھا کے نئے روپ میں ظاہر ہونے کا انتظا ر کررہے تھےلیکن خدائی نوشتوں کے مطابق مقّدر تھا کہ تمام ملتوں کا موعود ایک ہی وجود کی صورت میں ظاہر ہو جو خاتم النبین کا پیرو ہو جس کا مقصد تمام بنی نوع انسان کو اللہ تعالیٰ کے آخری دین اور مکمل ضابطۂ حیات اسلام کے جھنڈے تلے جمع کرنا تھا۔آپ کا دعویٰ ہے کہ میں ہی وہ موعود مصلح ہوں جو تمام اقوام عالم کی طرف مبعوث کیا گیا ہے چنانچہ اس دعویٰ کی صداقت اس طرح ظاہر ہورہی ہے کہ تمام اقوامِ عالم آپ کی آواز پر لبیک کہنے کےلئے بے تاب ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ تمام اقوام کے ادیان کے نمایاں اوصاف مقدس دینِ اسلام میں جمع کر دئیے جائیں،روئے زمین پر بسنے والے تمام انسانوں کو ملتِ واحدہ بنا دیا جائے اور روئے زمین کے تمام انسان حضرت اقدس محمد مصطفیٰ کے جھنڈے تلے جمع ہوں۔ سوا ارادہ الٰہیہ سے ایسا ہی ہورہا ہے اور تمام اقوام جو ق در جوق آپ کے سلسلہ حقّہ میں داخل ہورہی ہیں اور وہ دن دور نہیں جب دین حق تمام دنیا پر غالب آجائے گا اور کفر الحاد کی صف لپیٹ دی جائے گی۔

آپ کا دعویٰ رسول کریمؐ کے فرمان کے مطابق کہ کسوف و خسوف میری صداقت کے گواہ ہیں۔ حدیث میں آتا ہے

ترجمہ:

ہمارےمہدی کی صداقت کے دو نشان ہیں جب سے خدا نے زمین وآسمان پیدا کئے یہ دو نشان کسی کےلئے ظاہر نہیں ہوئے ، ان میں سے ایک یہ ہے کہ مہدی علیہ السلام کے زمانہ میں رمضان کے مہینہ میں چاند کو (13-14-15) یعنی گرہن کی راتوں میں پہلی رات کو گرہن لگے گا اور اسی رمضان میں سورج گرہن کی راتوں یعنی (27-28-29) میں سے درمیانی تاریخ کو یعنی 28تاریخ کو سورج گرہن ہوگا۔

(سنن دارقطنی)

سو یہ دعویٰ بڑی شان کے ساتھ سچا ثابت ہوا جب سے زمین آسمان پیدا ہوئے ہیں۔ 1894ء تک کبھی بھی رمضان کے مہینے میں گرہن نہیں لگا۔ آپ نے مسیح اور مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تو پہلی مرتبہ رمضان کے مہینے میں سورج اور چاند کو گرہن لگا اور پھر اگلے سال دوبارہ رمضان میں انہی تاریخوں میں سورج اور چاند کو گرہن لگا۔ آپ اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں کہ

آسمان میرے لئے تو نے بنایا اک گواہ
چاند اور سورج ہوئے میرے لئے تاریک و تار

(درثمین صفحہ 146)

پھر فرماتے ہیں

کون روتا ہے کہ جس سے آسماں بھی رو پڑا
مہر و مہ کی آنکھ غم سے ہو گئی تاریک و تار

(درثمین صفحہ 131)

یعنی میں جو دنیا کو گمراہ اور کفر وضلالت میں مبتلا پا کر غمزدہ ہوتا ہوں اور خلقِ خدا کے غم میں آنسو بہاتا ہوں تو میرے ساتھ زمین و آسمان روتے ہیں تو آپ کا یہ دعویٰ بھی سچا ثابت ہوا اور اس کی صداقت کا مشاہدہ ایک عالم نے کیا۔

پھر آپ کا دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کثرت مکالمہ مخاطبہ سے مجھے مشرف کیا گیا ہے امورِ غیب بکثرت مجھ پر کھو لے گئے۔

حضرت مسیح موعود کو ہزار ہا امورِ غیبیہ سے مطلع کیا گیا جن کا تعلق قوموں ، ملکوں ،دوستوں، دشمنوں ، اپنے خاندان والوں اور خود اپنی ذات سے تھا اور وہ اپنے اپنے وقت پر بعینہ اسی طرح پورے ہوئے۔

حضرت مسیح موعود کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بے شمار پیش خبریاں دی گئیں جو اپنے وقت پر پوری ہوئیں اُن کی تعداد ہزاروں تک پہنچی ہوئی ہے ۔اُن سب کا بیان ناممکن ہے اس چھوٹے سے مضمون میں میں چند ایک کا ذکر ہی اختصار کے ساتھ کرسکوں گی۔

نمبر 1۔

لیکھرام پشاور کا رہنے والا ایک شخص تھا۔ اسلام کا شدید معاند تھا۔آنحضور ﷺ کےبارے میں بہت گندہ دہنی سے کام لیتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اُسے بہت سمجھایا مگر وہ اپنی شوخیوں میں بڑھتا ہی چلا گیا چنانچہ آپ نے اُس کے لئے بد دعا کی تو آپ کو الہام ہوا

عِجلٌ جَسَدٌ لَّہٗ خُوَارٌ نَصَبٌ وَّ عَذَابٌ

(تذکرة ،صفحہ 186)

یعنی وہ ایک بے جان بچھڑا ہے جس کے منہ سے بے معنی آواز نکلتی ہے اور اس کے لئے ان گستاخیوں کے عوض رنج دکھ اور عذاب ہے۔

پھر آپ نے فرمایا آج کی تاریخ یعنی 1893ء سے لے کر چھ سال کے عرصے میں اس پر دکھ سے بھرا عذاب نازل نہ ہوتو میں خدا کی طرف سے نہیں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا لیکھرام پر ایک عذاب آئے گا جس کا نتیجہ موت ہوگا۔ یہ عذاب چھ سال کے عرصہ میں آئے گا۔ یہ عید کے ساتھ ملے ہوئے دن میں آئے گا۔ لیکھرام سے گو سالہ سامری کا سا سلوک کیا جائے گا۔ اس کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا جائے گا اور وہ رسول اللہ کی تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کیا جائے گا۔ چنانچہ پیشگوئی کے 05برس کے بعد لیکھرام کو کسی نامعلوم شخص نے خنجر سے ٹکڑے ٹکڑے کردیا اور وہ عید کے ساتھ ملا ہوا دن تھا ۔ لیکھرام کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے جلایا گیا پھر راکھ دریا میں ڈال دی گئی اس طرح اسلام اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ حضرت مسیح موعود کی صداقت کا نشان ظاہر ہوا۔

پھر ڈوئی نامی شخص جس نے اس غرض سے امریکہ میں صیحون نامی شہر آباد کیا کہ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے۔ حضرت مسیح موعود کوجب اس بات کی خبر ہوئی تو آپ نے اُسے مباہلہ کی دعوت دی مگر اُن نے کوئی جواب نہ دیا وہ لوگ جو اُس کے گرد جمع ہو گئے تھے اور اُس کے پیروکار بنے تھے اُنہوں نے کہا کہ تم مسیح محمدی کے چیلنج

کا جواب کیوں نہیں دیتے تو اس نے کہا کہ میں ان مچھروں اور مکھیوں کا جواب کیوں دوں اگر میں چاہوں اُسے اپنے پاؤں تلے مسل دوں۔ اس دشمنِ اسلام کے متکبرانہ الفاظ نے غضب الٰہی کو بھڑکایا اور ایک دفعہ جب ایک مجمع سے خطاب کررہا تھا تو اُس پر فالج کا حملہ ہوا اُس کا شہر اور تمام سلسلہ تباہ برباد ہوگیا سب لوگ جو اُس کے اردگرد اکٹھے ہوئے تھے اور صیحون شہر کے آباد کار تھے سب تتر بتر ہوگئے اُس کی بیوی بچوں نے بھی اُسے چھوڑ دیا۔ غرض بہت دکھ اُٹھا کر نہایت حسرت کے ساتھ وہ ہلاک ہوگیا۔ وفات کے وقت اُس کے گھر سے شراب کی بوتلیں اور کنواری لڑکیوں کے خطوط برآمد ہوئے اور یوں وہ بہت ذلت اور رسوائی کے ساتھ ہلا ک ہوا۔ اس طرح مسیحی پاک کی یہ پیشخبری کہ اگر ڈوئی مقابلہ سے بھاگ گیا تب بھی یقیناً سمجھو کہ اُ سکے شہر صیحون پر جلد آفت آنے والی ہے۔

(بنیادی نصاب اراکینِ مجلس انصا راللہ صفحہ نمبر 98)

طاعون کی پیشگوئی:

06فروری 1898ء کو حضور نے کشف میں دیکھا کہ خدا تعالیٰ کے ملائکہ پنجاب میں مختلف مقامات پر پودے لگا رہے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں میں نے لگانے والے سے پوچھا یہ کیسے درخت ہیں۔ انہوں نے جواب دیا یہ طاعون کے درخت ہیں جو عنقریب ملک میں پھیلنے والی ہے۔

(بنیادی نصاب مجلس انصار اللہ صفحہ 99)

اس پیشگوئی کے مطابق آپ نےاشتہار دیا اور لوگوں کومشورہ دیا کہ کھلے مقامات پر رہائش اختیار کریں۔ لوگوں نے اس کا بڑا مذاق اُڑایا کیوں کہ ملک میں طاعون کا نام و نشاں نہ تھا۔ پیسہ اخبار نے لکھا مرزا اسی طرح لوگوں کو ڈرایا کرتا ہے دیکھ لینا خود اسی کو طاعون ہو گا۔ چند ماہ بعد طاعون نمودار ہوگئی۔ آپ نے لوگوں کو خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرنے ، نیک بننے اور مخلوق سے حسن سلوک کی تلقین فرمائی مگر لوگ شوخیوں اور استہزاء میں بڑھتے چلے گئے چنانچہ طاعون کی وبأ نے زور پکڑا۔ شہر کے شہر اور گاؤں کے گاؤں خالی ہوگئے۔ لوگ کتوں کی طرح مرنے لگے مگر اللہ نے پہلے سے آپ کو حفاظت کی خوشخبری دے رکھی تھی کہ اِنِّی اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدّار کہ میں ہر اُس شخص کو بچاؤں گا جو تیرے گھر میں داخل ہوگا اس طرح آپ کی یہ پہلے سے دی گئی پیشگوئی پوری ہو کر آپ کی صداقت پر مہر ثبت کر گئی۔

اسی طرح آپ کی کتابوں میں ذکر ہے کہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی آنکھیں خراب ہوگئیں۔ دیسی ، انگریزی ہر طرح کے علاج کروائے مگر کوئی افاقہ نہ ہوا اور تشویش بڑھتی گئی کہ آنکھیں کہیں ضائع نہ ہو جائیں چنانچہ آپ نے بچے کے لئے دعا فرمائی تو الہام ہوا برّق طفلی

بشیر یعنی میرے بچے کی انکھیں اچھی ہو گئیں سوایک ہفتہ کے بعد انکھیں بالکل تندرست ہوگئیں۔

(حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئیاں صفحہ نمبر 65)

مرزا یعقوب بیگ صاحب نے میڈیکل کا امتحان دیا ۔ڈاکٹر ی کے امتحان میں پاس ہونے کے لئے اُنہوں نے دعا کی درخواست کی آپ نے دعا کی تو الہام ہوا تم پاس ہو گئے ہو۔ اس کا مطلب تھا یعقوب بیگ کامیاب ہو جائیں گے اور ایسا ہی ہوا اور یہ نوجوان بڑی خوبی سے پاس ہوا۔ لاہور کے میڈیکل کالج میں سرجن ہوا یہ چند واقعات تو نمونے کے طور پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے امورِ غیبیہ آپ پر بارش کی طرح کھولے جن سب کو احاطۂ تحریر میں لانا ممکن نہیں۔

آخر میں آپ کا ایک ایسا دعویٰ جو سب دعوؤں کی جان ہے وہ اور اُسکی صداقت کے دلائل بیان کر کے مضمون ختم کروں گی۔آپ کا دعویٰ تمام دعاوی کی جان ہے یہ آپ کے سلسلہ کی بنیاد ہے آپ کے تمام دعاوی اس ایک دعویٰ کے گرد گھومتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ آپ مامور من اللہ ہیں آپ کا یہ دعویٰ کہ میں وہی مسیح موعود اورمہدی موعود ہوں جس کی پیشگوئیاں قرآن کریم اور احادیث میں بکثرت بیان ہوئی ہیں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی صداقت اور اُن کے دعاوی کی سچائی کو پرکھنے کے لئے ایک بہت ہی زبردست اصول وضع فرمایا ہوا ہے کہ جو شخص جھوٹی نبوت کا مدعی ہو یا مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کا دعوی کرے کہ خدااُس کے ساتھ ہم کلام ہوتا ہے ۔ حالانکہ نہیں ہوتا تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو بالکل مہلت نہیں دیتا اور فوراً پکڑ لیتا ہے اُس کو اور اُس کے سلسلہ کو اپنے ہاتھ سے یا دوسروں کے ہاتھ سے جلد تر نیست و نابود کردیتا ہے۔ مسلیمہ کذاب اور کئی دوسرے جھوٹی نبوت کے مدعی گزرے ہیں جو قہرِ الٰہی کی زد میں آکر مٹا دئیے گئے اس حقیقت کو قرآن کریم کی سورت الحاقہ کی آیت 45تا48میں اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ جلالی فیصلہ سنا دیا کہ

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَ قَاوِيلِ۔ لَاَ خَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ۔ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَ تِيْنَ۔ فَمَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِيْنَ۔

(الحاقہ :45-46-47-48)

اگر یہ شخص ہماری طرف جھوٹا الہام منسوب کردیتا خواہ وہ ایک ہی ہوتا تو ہم یقیناً اُس کو دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے اور اُس کی رگ گردن سے کاٹ دیتے سو اس صورت میں تم میں سے کوئی نہ ہوتا جو اسے خدا کے عذاب سےبچا سکتا۔

کیسا اندار ہے اس ایت میں انحضور اللہ تعالیٰ کے سب سے پیارے نبی جن کی خاطر یہ کائنات اور اس کی ہر شے پیدا کی گئی ہے آپ کے بارے میں ایسا سخت بیان ہے کہ اگر ایک الہام بھی ہماری طرف جھوٹ منسوب کرتا تو ہم اس کی رگ گردن کاٹ دیتےجب آپ کے بارے میں ایسے سخت احکام ہیں تو دوسرے انسانوں کی کیا حقیقت ہے کہ اس جرم پر اُن کو معاف کردے اور کوئی سزا نہ دے۔ اس آیت کی رو سے جب ہم حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کی صداقت کو پرکھتے ہیں تو آپ کو عظیم الشان صادق نبی یقین کرتے ہیں کیوں کہ آپ نے تمام عمر ببانگ دہل اعلان فرمائے کہ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ رات دن ہم کلام ہوتا ہے اور بارش کی طرح امورِ غیبیہ مجھ پر نازل ہوتے ہیں مجھے خدا تعالیٰ کی تائیدو نصرت حاصل ہے مجھے فرشتوں کی معیت حاصل ہے ۔ آپکی تمام عمر میں آپ کے یہی دعاوی رہے مگر نتیجے کے طور پر اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی رحمتوں اور فضلوں کے دروا کئے آپ نے اللہ کی محبتوں کے سائیوں میں انتہائی کامران زندگی گزاری اور بہت لمبی زندگی گزاری۔ آپ کی وفات کامران ہونے کی حالت میں ہوئی سو سال سے اللہ تعالیٰ آپ کے سلسلہ کی حفاظت فرما رہا ہے ۔اُسے دن دوگنی رات چوگنی ترقی دے رہا ہے کیا جھوٹے کی یہ شان ہوا کرتی ہے۔ جھوٹا مدعی اور اُسکا سلسلہ تو ہرگز باراور نہیں ہوتا۔ پھلتا پھولتا نہیں پھر کیا بات ہے آپ اللہ تعالیٰ کے راست باز نبی ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت آپ کے شاملِ حال ہے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پاک سلسلہ کو تمام عالم پر جلد سے جلد غالب کردے تاکہ دنیا اس کی آغوش میں آکر تباہی اور ہلاکت سے بچ جائے۔آمین اللّٰھم آمین

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی ہجرت،
خدائی تائیدات اور نصرت الہٰی

ہجرت کے لغوی معانی ہیں خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنا مال املاک گھر بار چھوڑ کر کسی دوسرے ملک چلے جانا۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت اور راہنمائی کےلئے جب سے بعثتِ انبیاء کا سلسلہ شروع کیا ہے منکرین صداقت اور شیطان کے چیلوں نے اپنی تمام تر طاقتوں کے ساتھ اُسے ناکام کرنے کےلئے حملے کئے اور نبی کی آواز پر لبیّک کہنے والوں پر حملے کئے اُن کو مصائب و آلام کی چکی میں پیسا گیا اُن سے روحانی اور جسمانی زندگی کے حقوق چھیننے کی کوشش کی گئی یہاں تک کہ اُنہیں ہجرت کرنے پر مجبور کردیا گیا ۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اُن کے لئے ہجرت کو پسند فرمایا اس

کے نتیجے میں فتوحات اور ترقیات کے دروازے انکے لئے کھول دئیے گئے۔
اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ
ترجمہ:

جو اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا تو وہ دشمن کو ناکام کرنے کے بہت مواقع اور فراخی پائے گا جو اپنے گھر سے اللہ اور اُسکے رسول کی طرف ہجرت کے لئے نکلتا ہے پھر اس حال میں اسے موت آجاتی ہے تو اس کا اجر اللہ پر فرض ہوگیا اور اللہ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

(سورت النساء آیت 101صفحہ150)

ایک دوسری جگہ قرآن کریم میں ارشادِ ربانی ہے کہ

فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ ۚ

(سورت آل عمران آیت 196صفحہ 120)

پس وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں دکھ دئیے گئے اور اُنہوں نے قتال کیا اور قتل کئے گئے میں ضرور اُن سے اُن کی بدیاں دور کردوں گا اور ضرور اُن کو ایسی جنتوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اللہ کی جناب سے ثواب کے طور پر اور اللہ ہی کے پاس بہترین ثواب ہے۔

سلسلہ انبیاء کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ ہر نبی نے ہی یا اُس کے خلفاء نے ہجرت کی جس کے نیتجے میں پر امن مقام اُنہیں نصیب ہوئے۔ فتوحات کے دروازے اُن پر کھول دئیے گئے ۔ دنیاوی مال و متاع سے وہ مالا مال کئے گئے اپنے فرائض منصبی اور احکاماتِ الٰہی کی ادائیگی کے لئے ہر روک اُٹھا دی گئی۔قرآن کریم کی متعدد آیات میں اللہ کے برگزیدہ انبیاء کی ہجرت کابیان ہے کہ کس طرح اُنہوں نے منکرین کی طرف سے دی گئی تکالیف برداشت کیں مگر جب بات حد سے بڑھ گئی تو اُنہیں اپنے وطن اور گھر بار کو خیر آباد کہنا پڑا کسی دوسرے ملک میں پناہ گزین ہونا پڑا مثلاً قرآن کریم میں حضرت ایّوب کی ہجرت کا بیان اس طرح ہے کہ

ہمارے بندے ایوب کو یاد کر جب اُس نے اپنے رب کو پکارا یہ کہتے ہوئے کہ مجھے ایک کافر دشمن نے سخت تکلیف

پہنچائی ہے اور عذاب پہنچایا ہے تب ہم نے کہا اپنی سواری کو ایڑی مار سامنے ایک نہانے والا پانی ہے جو ٹھنڈا اور پینے کے قابل ہے ہم نے اس کو اس کے اہل بھی دئیے ان جیسے اور بھی اپنے رحم سے دئیے عقل والوں کے لئے نصیحت کا سامان بھی اور ایوب سے کہا اپنےہاتھ میں کھجور کی گھچے دار ٹہنی پکڑے اس کی مدد سے تیزی سے سفر کر اس کو مار مار کر سواری کے جانور کو دوڑا اور حق سے باطل کی طرف مائل نہ ہو۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جب یہودیوں نے سخت مکرو فریب کئے قتل کرنے کی کوشش کی گئی آپ کو صلیب پر لٹکایا گیا جس سے مشیتِ ایزدی سے آپ کو صحیح سالم صلیب سے اُتار لیا گیا اس کے بعد آپ کو زخمی حالت میں غار میں رکھا گیا اور آپ کا علاج کیا گیا تب آپ نے کشمیر کی طرف ہجرت فرمائی جو اونچے اور بہتے پانیوں والی جگہ تھی وہاں آپ نے بنی اسرائیل کی گمشدہ بھیڑوں یعنی قبیلوں کو اپنی تربیت میں لیا۔ کامیابیوں اور کامرانیوں کے ساتھ 120سال تک عمر پائی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور اُنکی والدہ حضرت ہاجرہ کے ساتھ فلسطین سے مکہ تک کاسفر کیا اور مکہ کی بے آب وگیاہ وادی میں قیام توحید کے لئے اپنی نسل کو بسایا جو ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ کا جائے پیدائش اور مقامِ بعثت ٹھہرا۔ پھر آنحضور کی ہجرت کے واقعات سے تاریخ اسلام کے صفحات بھرے پڑے ہیں کہ جب آ پ کو ہجرت کا حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا تو آپ نے مدینہ کی طرف اپنے رفیق حضرت ابوبکر کے ساتھ ہجرت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ دشمنوں کے نرغے سے آپکو بحفاظت نکال لایا اور دشمن ہاتھ ملتے رہ گئے۔ آج حضرت مسیح موعود جو کہ آنحضور کے بروز ہیں اور اسلام کی نشاۃِ ثانیہ آپ کے ساتھ مقدّر رہے۔ آپ کی جماعت کو بھی مخالفین کی طرف سے مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑا۔ ہر طرح کے انسانی حقوق سے اُن کو محروم کردیا گیا۔ سلسلہ احمدیہ کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کی مذموم کوششیں کی گئیں مگر دشمن اپنے بدارادوں اور بد عزائم میں ناکام و نامراد رہے اور یہ پُرشوکت نشان حضرت مسیح موعودؑ کے خلیفہ چہارم اور ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے دور میں پیش آیا۔ یہ ہجرت کا عظیم الشان واقعہ جو تائیدات الٰہی اور نصرتِ خداوندی کے لحاظ سے عین حضرت اقدس محمد مصطفیٰ کی ہجرت سے مماثلت رکھتا ہے۔ جس طرح مکہ کے تمام اکابرین نے دارالندوہ جس میں مجلس کا سرغنہ ابوجہل تھا۔ یہ متفقہ

فیصلہ کیا کہ اج رات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے مکان کا محاصرہ کر کے آپ کو قتل یا گرفتار کرلیا جائے گا اور تمام قبائل کے نوجوان اس مکروہ کام میں شریک ہوئے بالکل اسی طرح اس وقت کے ابوجہل اور فرعون نے بھی اپنی مشاورت میں متفقہ فیصلہ کیا کہ خلافتِ حقہ اسلامیہ کو صفحہ ہستی سے مٹاد یا جائے ۔

تفصیل اس اجمال کی یوں ہے کہ

26اپریل 1984ء جمعرات کے روز پاکستان کے صدرجنرل ضیاء الحق کی طرف سے مارشل لاء کا بدنام زمانہ آرڈیننس نمبر 20جاری کیا گیا تاکہ احمدیوں کو اسلام دشمن سرگرمیوں سے باز رکھا جاسکے۔

"ایکٹ نمبر 45بابت 1860میں نئی دفعات"

* یعنی بعض مقدّس شخصیات یا مقامات کے لئے مخصوص القابات اوصاف یا خطابات کا ناجائز استعمال۔
* یعنی خلفاء راشدین یا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے صحابی کے علاوہ کسی اور شخص کو امیر المومنین یا خلیفۃ المسلمین صحابی یا رضی اللہ عنہ کےنام سے نہیں پکارسکتا۔
* حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ازواج کے علاوہ کسی اور کو اُمُّ المومنین نہیں کہہ سکتا۔
* اہل بیت کے علاوہ کسی فرد کو اہل بیت کہہ کر نہیں پکار سکتا۔
* اپنی عبادت گاہ کو مسجد کہہ کر نہیں پکار سکتا۔
* اپنی مذہبی عبادت کے لئے بلانے کےلئے طریقے کو اذان کہہ کر یاد کرے اس طرح اذان دے جس طرح مسلمان اذان دیتےہیں۔
* خود کو مسلمان کہے یا اپنے مذہب کی تشہیر کرے،تبلیغ کرے تو ان میں سے ہر ایک کی سزا 03سال تک ہوگی اور اس کے علاوہ جرمانہ بھی ہوگا۔

(ایک مردِ خدا صفحہ 283،284،285)

اس آرڈیننس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں کہ اس آرڈیننس کے نفاذ کے بعد صورت حال یکسر بدل گئی ۔ اب صرف میری اپنی سلامتی خطرے میں نہیں تھی بلکہ میری زبان بندی بھی کردی گئی تھی اس نئے قانون کی آڑ میں ضیاء الحق نے مجھ پر ہی نہیں جماعت احمدیہ کے فعال امام اور سربراہ کی حیثیت سے میری زبان پر پہرے بٹھادیئےتھے اور میرے لئے فرائض منصبی کی ادئیگی محال کردی گئی تھی

یعنی پاکستان میں رہوں اگر بولوں تو جیل کی ہوا کھاؤں اور جب سزا بھگت کر واپس آؤں تو پھر بولوں تو پھر 03سال کے لئے جیل بھیج دیا جاؤں۔

(ایک مردِ خدا صفحہ 289)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو امراء اور مشیروں نے یہ مشورہ دیا کہ آپ کو فوراً بیرون ملک چلے جانا چاہیے۔آ پ نے اس شرط پر یہ مشورہ مان لیا کہ پاکستان چھوڑتے وقت ان پر کوئی الزام نہ ہو اور کسی قسم کے وارنٹ گرفتاری نہ جاری ہوئے ہوں کیوں کہ اس صورت میں حضور فرماتے ہیں کہ میری سلامتی اور تحفظ کے لئے جماعت کو کتنی بڑی قربانی دینی پڑے گی۔

چنانچہ پاکستان سے خاموشی سے نکل جانے کے لئے انتظامات ایک ایسے شخص کے سپرد کر دئیے گئے جو افواج پاکستان میں سینئر افسر رہ چکے تھے۔ اُنہوں نے فیصلہ کیا کہ حضور ہوائی جہازوں کی کمپنی کے ایل ایم کے ذریعے سفرکریں گے۔ روانگی کے انتظامات کے لئے ایک شخص کو کراچی بھجوایا گیا کیوں کہ ٹیلیفون کے تار ٹیپ کئے جارہے تھے۔ اس ہفتے دو پروازیں تھیں ایک پیر کو اور دوسری بدھ کو۔ پیر کو جانے والی پیشکش منظور کرلی گئی۔ بدھ کو جانے والی پرواز خلیج کی ایک ریاست سے ہو کر گزرنی تھی اور ممکن تھا کہ وہ ریاست حضرت خلیفۃ المسیح کو ملزم قرار دے کر روک لیتی ۔

(ایک مردِ خدا صفحہ 291،292،293)

ان دنوں جماعت احمدیہ کے مرکز کی کڑی نگرانی کی جارہی تھی۔ حضور کا فرمان تھا کہ روانگی کے متعلق
کسی قسم کی غلط بیانی سے کام نہ لیا جائے۔ ضیاء الحق کی 05خفیہ تنظیمیں نگرانی کررہی تھیں۔ ربوہ آنے جانے والے
تمام راستوں پر ان خفیہ تنظیموں کے کارکن موجود تھے۔ ان کارکنوں نے فقیروں کا بھیس بدلا ہوا تھا۔

(ایک مردِ خدا صفحہ 293)

ان تمام خطرات کے باوجود حضور کا قافلہ لندن جانے کے لئے روانہ ہوا۔ نمازِ فجر کے بعد خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی کار ربوہ سے روانہ ہوئی۔ آپ معمول کے لباس میں ملبوس سفید پگڑی، سنہری کلاہ بندھی ہوئی آپ نے پہن رکھی تھی۔ معمول کا حفاظتی دستہ ہمراہ تھا۔ ایک کا ر آپ کی کار کے آگے اور ایک پیچھے تھی۔ ان میں حفاظتی دستہ بھی ہمراہ تھا اس دستے کے ایک ایک فرد کو خفیہ تنظیمیں جانتی تھیں۔ ہر شخص اپنی نشست پر بیٹھا صاف دکھائی دے رہا تھا مگر کسی تنظیم کو آپ کے قافلے کو روکنے کی جرأت نہ ہوئی۔ مگر یہ سفید پگڑی والے خلیفہ رابعؒ کے معمول کے لباس میں ملبوس حضور کے بھائی صاحبزادہ مرزامنور احمد صاحب تھے۔ راہ چلتے اکا دکا

احمدی بھی یہی سمجھ رہے تھے کہ خلیفہ رابعؒ اسلام اباد جارہے ہیں مگر خلیفہ رابع تو اس قافلے سے کہیں پہلے رات کے دو بجے براستہ لالیاں اور جھنگ روانہ ہو چکے تھے۔ یہ انتہائی خفیہ معاملات تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے دو احمدیوں پر ان کا انکشاف کردیا ۔ ایک عثمان چینی تھے دوسری صاحبزادی فائزہ۔ حضور کی دوسری صاحبزادی ان دنوں خوابوں میں خلیفۃ المسیح کی ہجرت کی تفاصیل تھیں۔ عثمان چینی صاحب نے دیکھا کہ حضور کا قافلہ لالیاں اور جھنگ کے راستے کراچی روانہ ہونے کو ہے مگر جب میں کار کے اندر جھانکتا ہوں تو حضور اُس میں نہیں ہیں پھر آواز آئی کہ آپ کسی اور راستے لندن روانہ ہو چکے ہیں۔ صاحبزادی فائزہ نے دیکھا کہ کسی ویران سی سڑک پر آپ کی کار جارہی ہے وہاں بجری کے ڈھیر ہیں۔ بُری ہیبت والے فقیر کار کی طرف بڑھتے ہیں تو کار میں سے ایک شخص نے بازو نکال کر ایک ایک سو روپے کے نوٹ پھینکے۔ فقیر نوٹوں پر جھپٹ پڑے اور کار بحفاظت وہاں سے نکل کر منزل مقصود کی طرف رواں دواں ہوجاتی ہے۔ عثمان چینی والے خواب میں آپ کو ڈاکٹر مرز امنور احمدوالا قافلہ دکھایا گیا کہ آپ اس میں نہیں ہیں بلکہ کسی اور راستے سے لندن پہنچ چکے ہیں۔ صاحبزادی فائزہ والا خواب اس طرح پورا ہوا کہ جب حضور کی کاریں لالیاں پہنچی تو لالیاں کے قریب ویران جگہ پر سڑک ٹوٹی ہوئی تھی اور بجری کے ڈھیر پڑے تھے وہاں خفیہ تنظیموں کے آدمی فقیروں کے لباس میں ملبوس چھپے ہوئے تھے جب آپ کی کاریں وہاں پہنچیں تو وہ حضور کی کار کی طرف بڑھے تو کار میں موجود ایک آدمی نےسو سو روپے کےنوٹ ہوا میں اچھال دئیے جس سے فقیروں کی توجہ کاروں کی طرف سے ہٹ گئی۔ آپ سلامتی کے ساتھ کراچی کی طرف عازم سفر ہوئے۔

(ایک مردِ خدا سے ماخذ صفحہ 294،295)

پھر ائیر پورٹ پر حفاظتِ الٰہی کے نشانات کس شان کے ساتھ ظہور میں آئے۔ ائیر پورٹ کے حکام کو حکم نامہ جاری ہوگیا تھا کہ امام جماعت احمدیہ ہرگز ملک چھوڑنے نہ پائیں۔ جہاز مقررہ وقت سے 03گھنٹے لیٹ ہوگیا تھا ۔ سیّدہ بیگم صاحبہ اور حفاظتی عملہ سخت پریشان تھا مگر حضور بالکل مطمئن تھے۔ آپ کے چہرے پر کسی پریشانی کے آثار نہ تھے۔ 03گھنٹے کی چیکنگ کے بعد جہاز کو پرواز کی اجازت دے دی گئی۔ اس طرح 08گھنٹے کی مسافت کے بعد فرشتوں کی حفاظت میں حضور لندن پہنچ گئے۔

چیکنگ کے دوران یہ عظیم الشان نشان ظہور میں ایا کہ جنرل ضیاء کے حکم نامے میں مرزا طاہر احمد کی بجائے مرزا ناصر احمد لکھا ہوا تھا ۔ یہ ضیاء کی غلطی تھی جو قدرت کی طرف سے ہوا اور ائیر پورٹ کے عملے نے یہ کہہ کر حضور کو روانگی کی جازت دے دی کہ یہ کوئی پرانا حکم نامہ ہے جواب قابل عمل نہیں رہا اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کی قدم پر حفاظت فرمائی۔

(ماخوذ ایک مردِ خدا صفحہ 301)

آپ کی ہجرت کے واقعات بڑے بڑے جلیل القدر انبیاء کی ہجرت سے شدید مشابہت رکھتے ہیں خصوصاً آنحضور ﷺ کی ہجرت سے بہت مماثلت ہے ۔آنحضور ﷺ پر مکہ کے سرکردہ لوگوں کی جمیعت میں جو حکام کے قائم مقام تھے اُنہوں نے ہجرت مسلط کی اور اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے خلاف بھی فوجی حکام سرگرمِ عمل ہوئے۔ مکہ کےکافروں کا بھی یہ مقصد تھا کہ اسلام کو نشوونما سے پہلے نابود کردیا جائے بانی اسلام کو ختم کرنے کے نتیجے میں ۔ خلیفہ رابعؒ پر بھی خلافت حقّہ اسلامیہ جس کے ساتھ اسلام کی زندگی وابستہ ہے، پر حملے کےنتیجے میں خلافتِ حقّہ کو ختم کرنے کی سازش کی گئی۔ آنحضور ﷺ بھی رات کے وقت ہجرت کے لئے نکلے ، حضرت خلیفہ رابع بھی رات کے دو بجے عازمِ سفر ہجرت ہوئے۔ آنحضور ﷺ نے اپنے بستر پر کافروں کی توجہ ہٹانے کے لئے حضرت علیؓ کو سلایا۔ حضرت خلیفہ رابع نے بھی زمانے کے کفار کی توجہ ہٹانے کے لئے اپنے بھائی مرزا منوراحمد کا اپنی کار میں روانہ کیا اور خود دوسرے رستے سے کراچی روانہ ہوئے۔ غارِ ثور میں دشمن غار کے منہ سے واپس گئے۔ اللہ نے اُن کے دماغ ماؤف کردئیے۔ اسی طرح خلیفۃ المسیح الرابع کے پاسپورٹ کے ذریعے آمرڈکٹیٹر کا ذہن ماؤف کردیا گیا اور ان تمام واقعات میں اصل میں حفاظتِ الٰہی دونوں برگزیدہ بندوں کی حفاظت پر مامور تھی پھر جو کامرانیاں آنحضور ﷺ کو مدینہ پہنچ کر عطا ہوئیں وہی سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کو لند ن پہنچ کر عطا ہوئیں۔ اسلام و احمدیت کے نئے مرکز کا قیام عمل میں آیا۔ اسلام احمدیت کی ترقی کے لئے نئی نئی راہیں کھل گئیں۔ حضور کی تمام قوتیں و صلاحتیں کھل کر سامنے آئیں۔ لوگ جوق در جوق احمدیت میں داخل ہونے لگے۔ چند سالوں میں کروڑوں لوگ دنیا بھر سے حلقہ بگوش اسلام احمدیت ہوئے۔ حضور کی ولولہ انگیز قیادت نے خلافت احمدیہ کو اور بھی مضبوط سے مضبوط تر کردیا۔ تبلیغ اور نشرو اشاعت پر جو پابندی لگائی گئی تھی وہ ایم ٹی اے کے

ذریعے کھول دی گئی۔ اب اسمانی لہروں کے ذریعے حضور ہر گھر میں اتر کر ہر احمدی کی بنفسِ نفیس تربیت فرمانے لگے۔

یہ تمام ترقیات ضیاء کو ایک آنکھ نہ بھائیں۔ اُس نے پاکستان کے احمدیوں کو مظالم کی چکی میں مزید پیسنا شروع کردیا۔ کوئی احمدی اپنے آپ کو مسلمان کہتا ،اپنی عبادت گاہ کو مسجد کہتا یا عبادت کو نماز کہتا، کوئی کلمہ طیبہ کا بیج اپنے سینے پر لگا لیتا یا دکان پر لَا اِلٰہَ اِلا اللہ لکھتا اُسے فوراً جیل میں بند کردیا جاتا۔ اُس پر تشدد کیا جاتا۔ علماءِ سُو ء کو کھلی چھٹی دے رکھی تھی کہ جاہل عوام کو ممبروں پر اپنے خطبوں اور تقریروں سے احمدیوں کے خلاف بھڑکائیں ،اُن کے گھر بار لوٹ لیں۔اُن کی جان ،مال او رعزت پر حملے کریں۔ اب کسی احمدی کی جان،مال اور عزت محفوظ نہیں تھی۔خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اُسے مباہلہ کا چیلنج دیا لیکن اُس نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ حضور نے جنرل ضیاء الحق سے اپیل کی کہ وہ احمدیوں پر کئے جانے والے تشدد سے بازآجائے۔ آپ نے فرمایا

> اگر تمہارے دل میں خدا خوفی کی کوئی رمق ہے ، اگر اپنی دنیوی وجاہت کی وجہ سے اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتے ہوئے ہچکچاتے ہوتو کم از کم اتنا تو کرو کہ اس ظلم وستم سے باز آجاؤ اور احمدیوں پر کئے جانے والے تشدد سے باز آجاؤ اور خاموشی اختیار کرلو۔ ہم فرض کر لیں گے کہ تم نے مباہلے کا چیلنج قبول کرنے سے انکار کردیا ہے اور دعا کریں گے کہ وہ تمہیں اپنے غضب کی آگ سے بچا لے۔

پھر فرمایا

> اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ فریقِ ثانی کی خاموشی کا کیا مطلب ہے ۔

(ایک مردِ خدا صفحہ 377،378،379)

مباہلہ کا فریقِ ثانی صرف جنرل ضیاء الحق ہی نہیں تھا بلکہ وہ لوگ بھی تھے جو احمدیوں پر کئے جانے والے مظالم میں عملاً اُس کا ہاتھ بٹا رہے تھے۔ مباہلہ کے پمفلٹ ضلع شیخوپورہ کے چھوٹے سے قصبے شاہ کوٹ پہنچے۔ وہاں عاشق حسین نامی شخص احمدیوں پر توڑے جانے والے مظالم کی روحِ رواں تھا۔ بلوائیوں کو منظم کرنےا ور اکسانے میں ہمیشہ پیش پیش تھا اُس نے بلوائیوں کو منظم کر کے اعلان کیا کہ آج احمدیوں کے نام نہاد مباہلہ کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔ ان کی دوکانیں مکانات لوٹ لئے جائیں گے۔ انہیں جلا دیا جائے گا۔ ان کے مال مویشی ہلاک کر دئیے جائیں گےضلع شیخوپورہ کی حدود میں رہنے والا ہر احمدی موت کے گھاٹ اتار

دیا جائے کا یا اسے فرار کا راستہ اختیار کرنا پڑے کا اور واضح ہو جائے گا کہ خدا کس کے ساتھ ہے۔ جب ہجوم پوری طرح مشتعل ہوگیا تو عاشق حسین چھریاں اور چاقو لینے کے لئے اپنی دکان میں داخل ہوا اس نے بجلی کا پنکھا چلانا چاہا تووہ روز چلاتا تھا اُس نے بجلی کے بٹن کو ہاتھ لگایا ہی تھا کہ برقی رو نے اُس کا کام تمام کردیا ۔ ہجوم جو احمدیوں کو تباہ کرنے کےلئے نکلا تھا ایک ماتمی جلوس بن گیا ۔برطانیہ میں ایک مشہور مخالف نے مباہلے کا چیلنج قبول کیا وہ جلد ہی کار کے حادثے میں ہلاک ہوگیا۔ جب سوگوار تعزیت کے لئے آئے تو مکان کی چھت تہہ خانے پر جاگری جس سے بہت سے لوگ زخمی ہوگئے۔ بہت سے عالم دین مباہلے سے بھاگ گئے اورعجیب و غریب شرائط رکھنے لگے مثلاً فریقین دریامیں چھلانگ لگادیں،آگ میں کود جائیں ،بلند و بالا عمارت پر سے چھلانگ لگا دیں۔ ان عجیب و غریب شرائط سے عملاً وہ مباہلے سے فرار اختیار کر چکے تھے۔
(ایک مردِ خدا صفحہ 379،380)

02اگست کو خطبہ جمعہ میں حضور نے اعلان کیا کہ جنرل ضیاء الحق نے لفظاً معناً عملاً کسی شکل میں احمدیوں پر کئے جانے والے مظالم پر پشیمانی کا اظہار نہیں کیا اب معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے ہم اس کی فعلی شہادت کے منتظر ہیں۔ آپ نے واشگاف الفاظ میں اعلان کیا اب جنرل ضیاء الحق اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچ نہیں سکتا اب واپسی کے تمام راستے بند ہوچکے ہیں۔ 05دن اور گزر گئے لندن مسجد کے امام نے ایک خط حضور کی خدمت میں بھیجا جس میں اپنا ایک خواب درج کیا وہ ضیاء الحق سے کہہ رہے ہیں کہ خلیفہ رابع آپکو کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہتے۔ اس پر وہ نہایت تکبّر سے اُن کی ٹھوڑی پکڑ کر بڑی درشتی سے اُن کا منہ دوسری طرف دھکیلتا ہے پھراُن کی طرف انگلی کے اشارے سے کہتا ہے میں اس کو یعنی خلیفہ رابع کو ایسا سبق سکھاؤں گا جسے وہ عمر بھر یاد رکھے گا۔ حضور نے مکتوب کے جواب میں لکھا معلوم ہوتا ہے کہ جنرل ضیاء الحق اصلاح کی طرف ہرگز مائل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس دشمن احمدیت کے منصوبوں کو خاک میں ملا دے۔ ابھی 17اگست ہے چند گھنٹے اور گزر چکے ہیں اچانک پاکستان کا آمر مطلق اپنے C-130ہرکولیس ٹرانسپورٹ طیارے سمیت ایک دھماکے کے ساتھ پرزے پرزے ہو کر فضا میں بکھر گیا ۔ صدارتی ہوائی جہاز سہ پہر تین بج کر چھیالیس منٹ پر بہاولپور کے ہوائی اڈے سے روانہ ہوا وہ صبح کو بہاولپور ایک امریکی ٹینک کے تجربے کےلئے پہنچا تھا ۔تجربہ بری طرح ناکام ہوگیا ۔ جنرل ضیاء نے پہلے افسردگی کے ساتھ کھانا کھایا اور پھر رن وے پر پہنچا۔ جہاں جہاز اُس کا

منتظر تھا۔ سارے جرنیلوں سے فردا فردا معانقہ کیا اور سیڑھیاں طے کرتا ہوا جہاز میں داخل ہوا۔ یہ ایک ٹرانسپورٹ طیارہ تھا سفر کا کمرہ جہاز کے اندر نصب تھا ۔ اگلے حصے میں فوج کی تمام اہم شخصیات سوار تھیں۔ امریکن سفیر آرنلڈ ایل ریفائل جنرل ہربرٹ ایم واسم تھے۔ حفاظتی طیارے نے اردگرد کا جائزہ لیا اور کنٹرول ٹاور نے طیارے کو پرواز کی اجازت دے دی۔ طیارہ اُڑا ذرا فضا میں بلند ہوا۔ کنٹرول ٹاور نے جہاز کے کپتان سے پوچھا جہاز کا محل وقوع بتائیں۔ جہاز کے کپتان نے جواب دیا :یہ پاک ون ہے جواب کا انتظار کریں لیکن اس کے بعد مکمل خاموشی چھا گئی۔ صدارتی طیارہ لاپتہ ہوچکا تھا چھ میل دور کسان کھیتوں میں کام کرر ہے تھے انہوں نے ایک ہوائی جہاز کو ڈگمگاتے ہوئے دیکھا جو ہچکولے کھا رہا تھا۔ 03قلابازیاں کھانے کے بعد زمین پر آگرااور ریتلی زمین میں دھنس گیا ۔ ایک دھماکے کے ساتھ شعلوں کی لپیٹ میں آگیا۔ تمام آدمی جو طیارے میں سفر کرر ہے تھے لقمۂ اجل بن گئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنے دوسرے دن کے خطبہ جمعہ میں فرمایا

”خدا تعالیٰ نے فیصلہ صادر فرمادیا“

ضیاء الحق نے حضور کی تنبیہہ کو درخورِاعتنا نہ سمجھا زمین وآسمان کے مالک نے اس کے پرخچے اُڑادئیے۔

(ایک مردِ خدا صفحہ 381،382،383)

حضرت مسیح موعود اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں

انبیاء سے بغض بھی اے غافلو اچھا نہیں
دور تر ہٹ جاؤ اس سے یہ ہے شیروں کی کچھار

(درثمین صفحہ 154)

اللہ کا شکر ہے کہ ہم نے اس عظیم الشان نشان کو اپنی آنکھوں سے اور اپنی زندگی میں مشاہدہ کیا۔ آنے والی نسلیں اس پر فخر کریں گی۔ اللہ کرے کہ اس قوم کو اب ہی عقل آجائے۔ ظلم و ستم کی راہ چھوڑ دے۔ آمین

حضرت مسیح موعود اور آپ کے خلفاء کے عورتوں کی تعلیم وتربیت کے لئے ارشادات اور اقدامات

زمانہ قدیم سے اللہ تعالیٰ کی یہ سنت جاری ہے کہ جب بھی فسق وفجور اور ظلم اور بر بریت کا دور دورہ ہوتا ہے، طاقتور کمزور

طبقات ، کمزور اقوام یا افراد پر ظلم و ستم ، جبرو استبداد میں حد سے کزر جاتا ہے ۔ دنیا الفساد فی البّر و البحر کا نمونہ پیش کرتی ہے اور ہدایت سے خالی ہوجاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی جناب سے انبیاء اور مصلحین کو مبعوث فرماتا ہے اور دنیا میں امن و آشتی اور عافیت کی پُر نور صبح طلوع ہوتی ہے۔ مصائب و آلام کی چکی میں پسے مظلوم طبقات اور مظلوم اقوام سکھ کا سانس لیتےہیں ۔ ان مظلوم طبقات میں سرِ فہرست عورت ہے ۔ قبل از اسلام دوسرے مذاہب عالم میں عورت کی معاشرے میں کوئی عزت ،کوئی حیثیت اور توقیر نہ تھی ۔ بلادِ عرب میں لڑکی کی پیدائش کو منحوش قرار دیا جاتا اُسے پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کردیا جاتا۔ مرد راہ چلتی عورت پر کپڑا ڈال دیتا اور اُسے اُس سے شادی کا حق حاصل ہوجاتا۔ لاتعداد عورتوں سے لوگ شادی کرتے اور جب مرد فوت ہوجاتا تواُس کی بیویاں ترکہ میں بانٹی جاتی تھیں۔ عورت کے نہ جذبات تھے ، نہ احساسات تھے ۔ بچے پیدا کرنے ، پالنے اور گھر کی ملازمہ ہونے کے سوا اُسکی کوئی حیثیت نہ تھی ۔ہندوستان میں عورت محض مرد کے لئے عیش و عشرت کےلئے تھی اور یہی اُس کی زندگی کا مقصد تھا ۔ نہ اُسے خلع کا حق تھا ۔ بیوہ ہونے کی صورت میں اُسکا جینا موت سے بدتر تھا یا تو زندہ جلا دیا جاتا یا پھر زندگی گزارنے کے سارے حقوق ساری آسائشیں اُس سے چھین لی جاتیں۔ یہودی مذہب میں عورت کو شیطان اور گناہوں کی جڑھ قرار دیا جاتا۔ اسلام اور بانئ اسلام نے اس مقہور طبقہ کی دادرسی فرمائی ۔ قرآن کریم کی بے شمار آیات اور آنحضور ﷺ کی بے شمار احادیث عورت کے حقوق کی حفاظت کے سلسلے میں اس کے گرد حصار بنائے کھڑی ہیں ۔آنحضور ﷺ نے ماں کے پاؤں تلے جنت کی بشارت دی۔ بیویوں کے ساتھ حسنِ سلوک کے سلسلے میں فرمایا:

تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنے اہل وعیال کےساتھ اچھا ہے
اور میں تم سب سے زیادہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ اچھا ہوں۔

اپنے اہل وعیال کے ساتھ ، بیٹیوں کے ساتھ رأفت و رحمت ، محبت اور عزت کی ایسی مثالیں قائم فرمائیں جو قیامت تک تمام انسانوں کے لئے اسوہ ہیں۔ مگر جوں جوں آفتاب رسالت کا زمانہ دور ہوتا گیا احکاماتِ اسلام اور احکاماتِ محمد مصطفیٰ ﷺ کو پسِ پشت ڈال دیا گیا ۔ عورت کے حقوق پھر وہی زمانہ جاہلیت کی طرح سلب کئے جانے لگے۔ یہاں تک کہ اُسے تعلیم کے حق سے محروم کردیا گیا۔ اُس کے فکر و شعور پر جہالت کے سائے لہرانے لگے۔ اُ سکی سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں مفقود ہوکررہ گئیں یا تو اُسے بے جا انسانیت سوز پردے میں محبوس کردیا گیا یا یورپ

میں ا سکی عزت و ناموس کو اوارہ اور بازاری اوباشوں کے ہاتھوں نیلام کردیاگیاتب بروز محمد مصطفیٰ حضرت اقدس مسیح موعود کا ظہور ہوا۔ عورت کا فکرو شعور اور علم و آگہی بیدار ہونے لگی۔ عورت کے اندر اپنی حیثیت اور اپنی ذمہ داریوں اور فرائض کی پہچان ہونے لگی۔

حضرت مسیح موعود اور آپ کے خلفاء کے ارشادات اور عورت کی فلاح و بہبود کے لئے کئے گئے اقدامات نے عورت کی کایأ پلٹ دی اور اُس کی زندگی میں انقلابِ عظیم برپا ہوگیا ۔

حضرت مسیح موعود کے عورت کی اصلاح کے لئے
دئیے گئے احکامات، ارشادات اور اقدامات

حضور فرماتے ہیں :

عورتوں اور بچوں کے ساتھ حسنِ معاشرت میں لوگوں نے بڑی غلطیاں کھائی ہیں اور جادۂ مستقیم سے بہک گئے ہیں۔ قرآن شریف میں تو لکھا ہے :

عاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ

(سورة النساء آیت 2)

آپ فرماتے ہیں کہ دو قسم کے لوگ اس بارے میں پائے جاتے ہیں۔ ایک گروہ تو ایسا ہے کہ انہوں نے عورتوں کو بالکل خلیع الرسن کردیا ہے ۔ دین کا کوئی اثر ان پر ہوتا ہی نہیں اور وہ کھلے طو رپر اسلام کے خلاف کرتی ہیں اور کوئی ان سے پوچھتا ہی نہیں بعض ایسے ہیں کہ خلیع الرسن تو نہیں کیا مگر اس کے بالمقابل ایسی سختی کی ہے اور پابندی کی ہے کہ ان میں اور حیوانوں میں کوئی فرق ہی نہیں کیاجاسکتا اور کنیزوں اور بہائم سے بھی بدتر سلوک ان سے کیا جاتا ہے ۔ مارتے ہیں تو ایسے بے درد ہو کر کہ کچھ پتہ ہی نہیں کہ آگے کوئی جاندار ہستی ہے یا نہیں۔ غرض بہت ہی بُری طرح سلوک کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ پنجاب میں مثل مشہور ہے کہ عورت کو پاؤں کی جوتی کے ساتھ تشبیہہ دیتے ہیں کہ ایک اتار دی اور دوسری پہن لی۔ یہ بڑی خطرناک بات ہے اور اسلام کے شعائر کے خلاف ہے ۔

رسول اللہ ساری باتوں کے لئے کامل نمونہ ہیں۔ آپؐ کی زندگی میں دیکھو کہ آپؐ کس طرح عورتوں سے معاشرت کرتے تھے۔ میرے نزدیک وہ شخص بزدل اور نامرد ہے جو عورت کے مقابلہ میں کھڑا ہوتا ہے ۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 387)

انبیاء اپنے اقوال و افعال اور لوگوں کے ساتھ معاملات میں نمونہ ہوتےہیں۔ عائلی زندگی میں اُن کا اپنے اہل خانہ کے ساتھ حسنِ سلوک اور دشمنوں کے ساتھ کئے گئے معاملات سب مشعلِ راہ ہوتےہیں۔ اُن کی زندگیاں ایک مکتب کی طرح اور اُن کی کتاب حیات درسگاہ کا درجہ رکھتی ہے ۔ سو اپنے آقا ومطاع حضرت اقدس محمد مصطفیٰ کی پیروی میں آپ نے بھی عورت جیسی مظلوم و مقہور ہستی کی طرف خاص توجہ فرمائی اور اُسے پستیوں سے اُٹھا کر روحانی اور دنیاوی رفعتیں عطا کیں ۔ یہاں آپ کی عورت کی بحیثیت ماں ، بیوی، بیٹی ، خادمہ عزت وتکریم اور دلجوئی کے چند واقعات درج کروں گی ۔

حضرت اقدس مسیح موعود کی والدہ کے ساتھ حسن سلوک کے واقعات تاریخ کی کتابوں میں زیادہ نہیں ملتے مگر یہ لکھا ہے کہ آپ اپنی والد کے ساتھ بہت محبت کرتے اور اطاعت کرتے اور بہت عزت وتکریم سے پیش آتے۔ آپ کا حسن سلوک اپنی ازواج کے ساتھ قابل تقلید اور نمونہ ہے ۔آپ کی پہلی شادی آپ کے خاندان میں ہوئی ۔ ان لوگوں کو دین سے کوئی رغبت نہ تھی۔ دنیادار لوگ تھے ۔ سو آپ کی اہلیہ بھی اُن کے رنگ میں رنگین تھیں۔ حضرت مسیح پاک کے ساتھ مزاج نہ ملنے کی وجہ سے وہ آپ سے علیحدہ میکے میں رہنے لگیں۔ مگر آپ اُن کی ضروریات کا خیال رکھتے اور خرچہ وغیرہ بجھواتے۔ پھر جب آپ کی شادی اُم المؤمنین سے ہوئی تو چشم فلک نے اخلاقِ محمّدی ہوبہو ذات حضرت احمد میں مشاہدہ کئے۔ اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کےلئے جو لٹریچر آپ کے قلم مبارک سے نکلا وہ مرد اور عورت دونوں کی اصلاح کے لئے ہے مگر آپ نے اپنے عملی نمونے سے عورت کو عزت واحترام اور رفعت و عظمت کا مقام عطا فرمایا۔ اپنے آقا و مطاع حضرت اقدس محمد مصطفیٰ کی پیروی میں آپکا سلوک حضرت اماں جان اپنی صاحبزادی اور گھر کی خادم خواتین سے قابلِ صدتقلید تھا۔

کہاں ہیں مانیؑ و بہزاد دیکھیں فنِ احمد
کو
دکھایا کیسی خوبی سے مثیلِ مصطفیٰ ہو
کر

اگر آپ کی شادی حضرت اماں جان سے نہ ہوتی تو یہ حصۂ عمل لوگوں کے سامنے نہ آتا مگر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس حصہ مخلوق کو چھوڑ دیتا۔ آپ حضرت اماں جان کا بے حد احترام اور عزت فرماتے۔ آپ دونوں پاک ہستیوں کے مبارک تعلق کی وجہ سے اور پاک نمونہ

سے اللہ تعالیٰ نے ہزار ہا گھروں کو برکت سے بھر دیا مثلا تین یا چار واقعات ذیل میں آپ کے حضرت اماں جان کے ساتھ حسنِ سلوک کے بیان کروں گی:

حضرت اماں جان فرماتی ہیں کہ جب میں دہلی سے بیاہ کر آئی تو مجھے روشنی میں سونے کی عادت تھی جبکہ حضرت مسیح پاک بتیاں گل کر کے سونے کے عادی تھے مگر رفتہ رفتہ آپ نے حضرت اماں جان کی خاطر روشنی میں سونے کی عادت اپنا لیپھر یہ واقعہ بہت مشہور ہے کہ آپ کو گڑ والے چاول بہت پسند تھے حضرت اماں جان نے آپ کے لئے چاول بنائے جن میں گڑ زیادہ ڈال دیا اور وہ راب سی بن گئے۔ اب حضرت اماں جان بے حد پریشان تھیں کہ شاید حضرت مسیح موعود ناراض ہونگے مگر آپ نے حضرت امان جان کی دلجوئی فرمائی اور فرمایا کہ مجھے ایسے ہی چاول پسند ہیں اور میں زیادہ گڑ والے ہی پسند کرتا ہوں۔ غرض آپ نے حضرت اماں جان کی اسقدر تعریف فرمائی کہ آپ سب رنج وکلفت بھول گئیں۔

پھر ایک واقعہ تاریخ میں اور بھی ہے جو بہت مشہور ہے کہ حضور ایک مرتبہ بیمار تھے اور منشی عبدالحق صاحب نے آپ کی صحت کے پیش نظر آپ کو مشورہ دیا اور کہا کہ حضرت آپ کو بہت دماغی محنت کرنا پڑتی ہے آپ کوئی مقوی غذا وغیرہ لیا کریں ۔ آپ نے فرمایا ہاں میں نے کہا تو ہے مگر عورتیں اپنے کام دھندوں میں اس قدر مشغول ہوتی ہیں کہ اس طرف دھیان ہی نہیں دیتیں۔ منشی عبدالحق کہنے لگے ہم تو اپنے کھانے کا خاص اہتمام کرواتے ہیں نہیں تو ہم دوسری طرح خبر لیتے ہیں ۔آپکے ایک جلیل القدر صحابی مولوی عبدالکریم صاحب نے بھی اسی بات کی تائید کی توآپ نے اس عمل کی فوراً تردید کی اور فرمایا ہمارے دوستوں کو تو ان اخلاق سے پرہیز کرنا چاہیے ۔

بہت سے واقعات ہیں جو طوالت کے خوف سے بیان نہیں کئے جاسکتے اپنی دختر نیک اختر حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے بھی آپ نے بہت ناز اُٹھائے بہو بیٹی کے ساتھ حسن سلوک تو ہر کوئی کرتا ہی ہے ۔ آپ نے تو گھر کی خادماؤں کے ساتھ حسن سلوک کی لازوال مثالیں قائم فرمائی اچھے گھرانوں میں اُن کی شادیاں کیں اپنی اولاد کی طرح اُن پر

اعتماد فرمایا پھر گاؤں کی عورتیں اپ کے پا س دوا لینے اتی ہیں اپ گھنٹوں اُن کو دوائیں بنا بنا کر دے رہے ہیں۔ غرض آپ کا وجود عورتوں کے لئے رحمت ہی رحمت تھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اسیروں کے رستگار اور حسن و احسان میں حضرت مسیح موعود کے نظیر ہیں۔ اس لئے آپ نے عورت کی ترقی روحانی اور دنیوی کے لئے ایسے اقدامات کئے جو لازوال اور بے نظیر ہیں ۔ یوں تو آپ نے عورت کو اپنے 52سالہ دورِ خلافت میں بے شمار نصائح اُس کی زندگی اور آخرت کو سنوارنے کے لئے کیں۔ بے شمار تحریکات آپ نے اُسے بامِ عروج پر پہنچانے کےلئے کیں مگر آپ کا سب سے بڑا کارنامہ اُسے منظّم طور پر ترقیات کے سارے میدانوں کو سر کرنے کے لئے عظیم الشان تنظیم لجنہ اماء اللہ کا قیام ہے ۔ 25دسمبر 1922ء کا دن عورتوں کے لئے عید سے کم نہ تھا جب حضرت مصلح موعود کے ہاتھوں ایک ایسے عظیم کام کی بنیاد رکھی گئی جس پر احمدیت اور جماعت کی ترقی کا بہت حد تک انحصار تھا جس کے نتیجہ میں احمدی عورتیں تعلیمی، ذہنی ، فکری اور عملی ہر لحاظ سے ترقی کر کے دنیا کی خواتین کی صنفِ اول میں نظر آسکتی تھی۔ آپ نے اپنے ایک مضمون میں لجنہ اماء اللہ کے بنیادی مقاصد بیان فرمائے ۔ سیدنا حضرت مصلح موعود تنظیم لجنہ اماء اللہ کے قیام کی غرض وغایت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

> ہماری پیدائش کی جو غرض و غایت ہے اس کو پورا کرنے کیلئے عورتوں کی کوشش کی بھی اس طرح ضرورت ہے جیسا کہ مردوں کی ہے جہاں تک میرا خیال ہے ۔ عورتوں میں اب تک اس کا احساس پیدا نہیں ہوا کہ خداتعالیٰ ہم سے کیا چاہتا ہے ہماری زندگی کس طرح صرف ہونی چاہیے جس سے ہم اللہ کی رضا کو حاصل کر کے نہ صرف مرنے کے بعد بلکہ اسی دنیا میں اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بن سکیں ۔

(مصلح موعود نمبر صفحہ 315-316)

حضور فرماتے ہیں

> آج میں اسی بات پر بیان کروں گا عورتیں اپنے ایمان کے متعلق یاد رکھیں کہ ان کا تعلق
> خداتعالیٰ سے علیحدہ ہے چنانچہ عورتیں بھی خداتعالیٰ سے تعلق رکھ سکتیں ہیں بشرطیکہ ان کا ایمان اپنا ایمان ہو خاوندوں کا ایمان نہ ہو۔

آپ اپنی تقریر میں مزید فرماتے ہیں

یاد رکھو کوئی دین ترقی نہیں کرسکتا جب تک عورتیں ترقی نہ کریں پس دین کی ترقی کے لئے ضروری ہے کہ تم بھی ترقی کرو عورتیں کمرہ کی چاردیواروں میں سے دو دیواریں ہیں اگر کمرہ کی دو دیواریں گر جائیں تو کیا کمرہ کی چھت محفوظ رہ سکتی ہے۔ پس عورتوں کو کئی اہمیتیں حاصل ہیں ۔

بچوں کی تربیت کے سلسلے میں نصائح کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں :

جب تک تم ترقی نہ کرو دین کامیاب نہیں ہوسکتا ہماری ترقیاں ہماری قربانیاں زیادہ سے زیادہ 25سال تک رہیں گی مگر اگر تم اپنی ذمہ داری کو سمجھو تو قیامت تک اس ترقی کو قائم رکھ سکتی ہو کیوں کہ آئندہ نسلوں کو سکھانے والی تم ہو۔

(حضرت مصلح موعود نمبر صفحہ 322-323)

ایک اقتباس میں فرماتے ہیں

مل کر کام کرو باہم مل کر کام کرنے سے علم بہت ترقی کرتا ہے ۔ ایک مجلس بیٹھتی ہے تو کئی نئی نئی باتیں ذہن میں آتی ہیں ۔ باہم مل کر کام کرنے سے حوصلے بڑھ جاتے ہیں ۔

پھر فرماتے ہیں

علم کو استعمال کرنے کےلئے مضمون لکھو مضمون لکھنے سے نئے نئے خیالات پیدا ہوتے ہیں۔

عورت میں اخلاق اور روحانیت پیدا کرنے کےلئے فرماتے ہیں

”اخلاق اور روحانیت کی بڑی ضرورت ہے“

فرماتےہیں

اخلاقی گناہ ہر ایک سے ہر وقت صادر ہوتے رہتے ہیں اس لئے اس طرف خصوصاً توجہ کرو ایک دوسرے کی بات سن کر برداشت کی عادت ڈالو اگر کوئی عیب بتاوے تو چڑ و نہیں عیب بتانے والے کے مشکور ہو اگر تمہارے کپڑے میں نجاست لگی ہے اور تمہیں کوئی بتادے تو تم مشکو رہوگی ۔ اسی طرح بد اخلاقی بھی نجاست ہے اگر یہ نقص تم کو کوئی بتا دے تو تم مشکور ہو گی۔ اسی طرح بداخلاقی بھی نجاست ہے اگر یہ نقص تم کو کوئی بتاوے تو تم اس کا شکریہ اد کرو بچوں کو بد دل مت بناؤ۔غرباء کی خدمت کے عادی بناؤ۔ ایک دوسرے سے چشم پوشی کرو۔ ناراضگی اور خفگی سے کام نہیں چلے گا ۔ محبت اور پیار سے ہرکام کرو۔ لوگوں کی ہنسی کی پرواہ مت کرو بلکہ اپنا کام کئے جاؤ۔ بعض طبائع مایوس

ہوتی ہیں وہ کہتی ہیں جی کیا ہے ، کچھ بھی نہیں۔ دو تین دن کا جوش ہے باتیں ہی باتیں ہیں۔ ان لوگوں کی پرواہ مت کرو۔

(صفحہ 324-325)

الغرض آپ کا ولولہ انگیز 52سالہ دور خلافت عورت کی روحانی ، شعوری اور عملی ترقیات کا دور تھا ۔ قربانیوں کا دور تھا ۔ جیسےمرد آپ کے ایک اشارے پر جان و مال فدا کرنے کے لئے تیار ہوجاتے اسی طرح عورتیں بھی آپ کے ایک اشارے پر اپنا سب کچھ فدا کرنے کیلئے تیار ہوجاتیں ۔ آپ مالی قربانی کی تحریک فرماتے ہیں ۔ عورتیں اپنے زیورات اتار اتار کردے رہی ہیں ۔ آپ کے ایک اشارے پر یورپ کی مساجد تعمیر کروا رہی ہیں ۔ آپ اولاد کی قربانی مانگتے ہیں اپنے اکلوتے بیٹے کشمیر کی جنگ کے لئے جہاد کےلئے بھجوارہی ہیں ۔ وقت کی قربانی مانگتے ہیں تو دیوانہ وار لجنہ کے کاموں میں مصروف ہیں۔ آپ کی تربیت نے خواتین میں زندگی کی نئی روح پھونک دی۔ آپ کی ولولہ انگیز قیادت نے ایسی اطاعت کی روح عورتوں میں پیدا کردی کہ اُس دور میں آپ نے پردہ کی تحریک فرمائی تو عورتوں نے بے مثال اطاعت کا مظاہرہ کیا ۔ حضرت مصلح موعود کے دور میں قادیان کی خواتین کا جو پردے کا معیار تھا اُ سکی نظیر نہیں ملتی۔

آپ سے کسی نے سوال کیا کہ عورتیں پردے میں رہ کر اپنے فرائض ادا نہیں کرسکتیں ۔ آپ نے بڑے جوش سے فرمایا کہ بے پردہ عورتیں کون سے بڑے عظیم کام کررہی ہیں جو پردہ دار نہیں کرسکتیں ۔ آپ نے فرمایا عورتوں نے پردے میں رہ کر آنحضور□ کے زمانے میں جنگوں میں حصہ لیا۔ بڑی بڑی باخدا عورتیں گزری ہیں جنہوں نے پردے میں رہ کر بڑے بڑے روحانی اور دنیاوی مراتب حاصل کئے ۔ اس لئے یہ اعتراض غلط ہے کہ عورتیں پردے میں رہ کر ترقی نہیں کرسکتیں ۔

تربیت اولاد کے سلسلے میں معرکۃ الآراء لیکچرز دیئے جن پر عمل کر کے احمدی خواتین کی گود سے ایسے ایسے جری اور بہادر خادم دین ، دین کی غیرت رکھنے والے دین کے لئے جانیں قربان کر نے والے نکلے جن کی مثال نہیں ملتی ہزاروں گھرانے آپ کی تربیت پاک سے جنت نشاں بن گئے ۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ

”آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے“

آپ اپنے متعلق فرماتے ہیں

اک وقت ائے کا کہ کہیں کے تمام لوک
ملت کے اس فدائی پر رحمت خدا کرے

چند سطور میں آپ کے کارہائے نمایاں کو سمیٹنا ناممکن ہے۔ یہ نیکیوں اور بھلائیوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے۔ ہمارے اندر طاقت نہیں کہ ہم اس کو کوزے میں بند کرسکیں۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے عورتوں پر احسانات

آپ کے دورِ خلافت کے نمایاں کارنامے

1. رسومات کا قلع قمع کرنے کی تحریک
2. قرآن کریم کا علم حاصل کرنے کی تحریک
3. محبت الہٰی کی طرف راغب کرنے کی تحریک

بدرسومات:

23جون 1967ء کے خطبہ جمعہ میں آپ نے بڑے واضع الفاظ میں مستورات کو مخاطب کرکے فرمایا:

> میں ہر گھر کے دروازے پر کھڑے ہو کر ہر گھرانہ کو مخاطب کر کے بد رسوم کے خلاف جہاد کا اعلان کرتا ہوں جو احمدی گھرانہ بھی آج کے بعد ان چیزوں سے پرہیز نہیں کرے گا اور ہماری اصلاحی کوششوں کے باوجود اصلاح کی طرف متوجہ نہیں ہوگا وہ یاد رکھے کہ خدا اور اُس کے رسول کو اور اس کی جماعت کو اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے وہ اس طرح جماعت سے نکال کر باہر پھینک دیا جائے گا جس طرح دودھ سے مکھی ۔پس اس سے پہلے کہ خدا کا عذاب قہری رنگ میں آپ پر وارد ہو یا اس کا قہر جماعتی نظام کی تعزیری کے رنگ میں آپ پر وارد ہو اپنی اصلاح کی فکر کرو اور خدا سے ڈرو۔

(خطابات ناصر جلد اول صفحہ 763)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی اشاعت قرآن کے سلسلے میں تڑپ اور اقدامات:

حضور فرماتے ہیں کہ:

> جماعت کا کوئی بچہ، مرد اور عورت ایسا نہیں ہونا چاہیے جو قرآن کریم ناظرہ نہ جانتا ہو اور پھر دوسرا اقدام یہ ہونا چاہیے کہ ہر مرد اور عورت قرآن کریم باترجمہ جانتا ہو۔جب تک قرآن کریم کے خزانہ کا صحیح علم نہ ہوگا ہم اسے کیسے دوسروں تک پہنچا سکتے ہیں۔

پھر ایک خطبہ میں اپ فرماتے ہیں

میں نے جماعت کی توجہ اس طرف پھیر ی تھی کہ وہ قرآن کریم پڑھنے ، پڑھانے کی توجہ دیں۔ یاد رکھیں کہ احمدیت کی ترقی اور اسلام کا غلبہ اس بات پر منحصر ہے کہ ہم خود بھی اور اپنے ماحول کو بھی قرآن کریم کے نور سے منور کریں۔ اگر ہم ایسا نہ کریں گے تو اپنے نفسوں اور اپنی نسلوں پرظلم کر رہے ہونگے ۔ دوسری طرح ہم عملاً اس بات میں شیطان کے مددگار بن رہے ہونگے کہ اسلام کے غلبہ میں التواء پڑ جائے۔

حضور نے عورتوں میں تقریر کرتے ہوئے ایک اور معاشرتی برائی کی نشاندہی فرماتے ہوئے فرمایا

ایک اور چیز جو ہمارے اوقات پر ڈاکہ ڈالتی ہے وہ تجسس کی عادت ہے بعض مرد اور عورتیں اپنے بہن بھائیوں کی عیب گیری کے لئے میٹریل کی تلاش میں رہتے ہیں اور اس ٹوہ میں رہتے ہیں کہ ان کا کوئی نقص ان کے علم میں آجائے اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ کا ایک بڑا سخت ارشاد ہے جو میں بہنوں کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ اسے غور سے سنیں اور اسی وقت یہ عہد کریں کہ ہم کسی کے عیب تلاش نہیں کریں گی۔ آنحضور ﷺ نےیہ فرمایا کہ تم مسلمان کو تکلیف نہ دو ان پر عیب نہ لگاؤ اور نہ اُن کی کمزوریوں کے پیچھے لگے رہو کیوں کہ جوشخص مسلمانوں کی کمزوریوں کے پیچھے لگا رہے گا خدا اس کے عیب کے پیچھے لگا رہے گا۔ پس اگر ہم میں سے ہر ایک یہی چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ستّاری کا پردہ اس پرپڑا رہے اور اس کی غلطیوں، اورکوتاہیوں کو اللہ تعالیٰ ظاہر نہ ہونے دے اور اپنی مغفرت کی چادر کے نیچے اسے ڈھانپ لے تو ہم ایسا کرنے کی جرأت کیسے کرسکتے ہیں ۔

(مصباح مارچ 1996ء)

عورت کے اندر محبت الٰہی ، عشقِ الٰہی کے گُر پیدا کرنے کے لئے آپ فرماتے ہیں کہ

عورت کو صابرات میں شامل ہونا چاہیے اس کا مطلب ہے جن باتوں سے عقل شرح رکھنے یا بچنے کا تقاضا کرے ان سے اپنے نفس کو روکے رکھنا جزع فزع نہ کرے کوئی رنج کی بات ہو تو عورتیں پیٹنا شروع کردیتی ہیں۔ ایسے کلمات منہ

سے نکالنا شروع کردیتی ہیں جو ایسی عورت کے منہ سے نہیں نکلنے چاہیئیں جو خدائے قادر مطلق پر ایمان رکھتی ہے نیز صابرہ کے معنی بہادری اور شجاعت کے بھی ہیں یعنی بہادری اور شجاعت کے ساتھ دشمن کے مقابلے پر ڈٹے رہنا سب سے بڑا دشمن ہمارا تو شیطان ہے جس راستہ پر یا جس میدان میں بھی شیطان ہم پر حملہ آور ہو یہی اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کا یقینی ذریعہ ہے ۔

(صفحہ 528 خطابات مریم)

الغر ض آپ کادور خلافت بھی جماعت کے لئے بے پناہ روحانی ترقیات کا دور تھا۔ آپ کی تحریکات فضل عمر فاؤنڈیشن لائبریری کا قیام ہے الغرض آپ کے تمام کارناموں کواحاطہ تحریر میں لانا ناممکن ہے۔ مساجد کا قیام اور LOVE FOR ALL HATERED FOR NONEآپ کا ماٹو رہاہے۔ غرض آپ کا وجود جماعت پر اور تمام انسانیت پر محبتیں نچھاور کرتا ہوا دنیا سے رخصت ہوا۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے عورتوں کے لئے عطا کئے گئے ارشادات اور اقدامات

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا دور خلافت تاریخ احمدیت میں تاریخ ساز دور ہے۔ آپ کے دورِ خلافت میں تائیدات خداوندی کے عظیم الشان نشانات ظہور میں آئے۔ آپ کے دور کے نمایاں کارنامے کروڑوں انسانوں کا احمدیت میں داخل ہونا ۔ آپ کا لندن ہجرت کرنا فراعین وقت کے ساتھ آپ کی ٹکر فراعین کو خداتعالیٰ کی تقدیر کا ٹکڑے ٹکڑے کردینا، ایم ٹی اے کا قیام جماعت کے اخلاص میں بے انتہاء برکت لقائے الٰہی ، محبت الٰہی ، عبادات الٰہی پر جماعت کی اکثریت کا قائم ہونا ، تعلق باللہ توکل اِلَی اللہ تبتل اِلَی اللہ پر قائم ہوجانا۔ ایک نئی جہت سے خصوصاً لجنہ کی تربیت فرمانا غرض آپکا دور رحمت و برکت الٰہی کے ظہور کا دور تھا۔ آپ کے کارہائے نمایاں پر چند سطور میں روشنی ڈالنا ناممکن ہے فقظ چند اقتباسات پر اکتفاء کروں گی۔

خواتین سے اپنے ایک خطاب میں تعلق باللہ اور محبت الٰہی پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

میری یہ دعا ہے کہ آپ سب میں خدا تعالیٰ جلوہ گر ہو، سچی محبت اللہ سے چاہیے ، خلوص چاہیے خدا کی خاطر قربانی کے ایسے عزم ہوں کہ جن کے نتیجے میں آپ اپنی پیاری چیزیں خدا کی خاطر قربان کرنے کےلئے دل سے تیار ہوں

اپنے روزمرہ کے انسانی معاملات میں یہ عزم ہوں کہ اپ اپنے دل کو ٹٹول کر اپنی نیتوں کو کھنگال کر پھر قدم اُٹھایا کریں۔

(جلسہ سالانہ جرمنی 1993ء)

پھر فرماتے ہیں

پس خدا سے تعلق قائم کرنا نفس کی سچائی کو چاہتا ہے دل کا تقویٰ ہے جو ہرقسم کے پھل آسمان سے عطا کرتا ہے آپ دل کی متقی ہو جائیں دل کی صاف ہو جائیں۔اللہ تعالیٰ سے ٹیڑھی اور ہوشیاری کی باتیں چھوڑ دیں صاف ستھری بات اتنی ہی کریں جو آپ کرسکتی ہیں پھر دیکھیں خدا کس طرح آپ پر جلوہ گر ہوگا ہمیشہ آپ کے ساتھ ہوگا۔آج مغرب کی دنیا کو زندہ کرنے کےلئے ایسی احمدی خواتین کی ضرورت ہے جو خدا کے تعلق کے ذریعے خود زندہ ہو چکی ہوں کیوں کہ زندہ ہی ہیں جومردوں کو زندگی بخش سکتے ہیں۔ اگر آپ کے دل زندہ نہ ہوئے اگر خدا آپ کے دلوں کے صحنوں میں جلوہ گر نہ ہوا تو پھر ماحول کے اندھیروں کو آپ دور نہ کرسکیں گی۔

(جلسہ سالانہ جرمنی 1993ء)

عورتوں کو تقویٰ پر قائم کرنے کی طرف کس شدّت سے آپ توجہّ دلاتےہیں آپ فرماتے ہیں

احمدیت کو ابھی بہت لمبا سفر طے کرنا ہے اور بہت زادِ راہ کی ضرورت ہے قرآن کریم فرماتا ہے کہ زادِ راہ ساتھ لے کر چلو ”خَیرَ الزَّادِ التَّقْویٰ“سب سے اچھا زادہ راہ تقویٰ ہے۔ پس آپ بھی اپنے تقویٰ کی حفاظت کریں کیوں کہ ہمارا سفر بہت دشوار ہے اور بہت بڑی بڑی منازل ہم نے طے کرنی ہے ۔ دنیا کی لذتیں تو آنی جانی ہیں چند دن کے بعد یہ ختم ہوجانی ہیں ہر حسن بڑھاپے میں اپنا نور اپنی روشنی کھو دیتا ہے اور چند دن کے عیش وعشرت کے بعدا انسان خاک کا ایک پتلا بن کر رہ جاتا ہے اس لئے احمدی خواتین دنیا کے فیشنوں کی پرواہ نہ کریں۔ دنیا کی طرزِ زندگی کو نظر انداز کردیں اصل لذتیں اور دائمی لذتیں تو وہی ہیں جن میں اللہ کی طرف سے ہم کلام ہونے والے فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ وہ احمدی بچیوں، بوڑھیوں اور ماؤں اور بیٹیوں کو خوشخبری دیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں اور کوئی غم نہ کرو کوئی فکر نہ کرو یہ اللہ کی طرف سے تمہاری مہمانی ہے اس دنیا میں بھی ہم تمہارے ساتھ ہیں اور اُس دنیا میں بھی ساتھ رہیں گے۔

(خطاب جلسہ سالانہ یو کے 31جولائی 1993ء)

سو یہ ہیں حضور کے احسانات آپ عورت کو کس بلند مقام پر دیکھنا چاہتے ہیں۔ یہ ایک دواقتباسات آپ کی عورت کو دی گئی تعلیمات کا احاطہ نہیں کرسکتے ۔ پردے کے بارے میں آپ نے عورتوں کی اصلاح کے لئے عظیم الشان معرکۃ الآراء خطاب فرمائے ۔ آپ نے بہت درد انگیز پیرائے میں فرمایا کہ

اگر آج عورت نے اپنی اصلاح نہ کی اور پردے کے معیار کو ٹھیک نہ کیا تو آئندہ آنے والی نسلیں ناچ گانوں میں مبتلا ہو جائیں گی اور موجودہ نسلیں اُسے حسرت سے دیکھیں گی۔

پھر اپنے ایک خطاب میں اپنی ایک رؤیا بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

میں کسی میدان جنگ میں ہوں اور دشمن کے خلاف تیر چلا رہا ہوں کیا دیکھتا ہوں کہ تیر ختم ہوگئے ہیں اور سوچتاہوں اب کیا کروں تو اچانک مجھے خیال آتا ہے کہ لجنہ کے تیر ابھی باقی ہیں۔

اس میں خواتین کےلئے بہت بڑی خوشخبری آپ کو عطا کی گئی ہے کہ آئندہ لجنہ اماء اللہ سے اسلام کی نشاط ثانیہ کے لئے اللہ تعالیٰ بڑے بڑے کام لے گا ۔ اللہ تعالیٰ آپ کی روح پربے شمار رحمتیں نازل فرماتا چلا جائے ۔ آمین

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس کے عورت کی روحانی اور دنیاوی ترقی کے لئے دئیے گئے ارشادات و اقدامات

آپ اپنے ایک خطاب میں عورتوں سے مخاطب ہوتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ نے ایک مومن عورت کامل مسلمان عورت کی کیا خصوصیات بیان فرمائی ہیں جس نے اعلیٰ معیار قائم کرنے ہیں۔

سچ بولنے والیاں:

فرمایا

تمہاری یہ خصوصیت ہونی چاہیے کہ تم ہمیشہ سچ بولنے والی ہو کبھی ایسا نہ ہو کہ تمہارا ذاتی مفاد تمہیں سچ سے دور لے جائے اپنا فائدہ حاصل کرنے کےلئے کبھی ایسا نہ ہو کہ تم جھوٹ بول جاؤ اگر ایسا ہوا تو تم اپنے دعویٰ میں سچی نہیں ۔ یہ بیعت کا جو اقرار تم نے کیا ہے تم اس میں سچی نہیں ہوگی۔

(اوڑھنی والیوں کے پھول)

صبر اور عجز وانکسار کرنے والیاں:

پھر فرمایا

صبر بھی ایک بہت بڑی خوبی ہے اگر یہ تمہارے اندر پیدا ہوجائے تو بہت سے جھگڑے گھریلو اور ہمسائیوں کے ساتھ رشتہ داروں کے ساتھ پیدا ہی نہیں ہونگے۔اس لئے صبر کی عادت اپنے اندر اور اپنی اولادوں کے اندر پیدا کرو۔
پھر عاجزی بھی بہت بڑا وصف ہے اگر اس پرنظر رکھے اور ہمیشہ یہ احساس رہے کہ میں تو کچھ چیز نہیں بڑائی کا احساس تو مقابلہ کی چیز ہے یعنی نسبتی مقابلہ اگر ہم اپنی نظر ذرا وسیع کریں اور ان نسبتوں کے آگے جا کر بھی دیکھیں جو ہمیں سامنے نظر آتی ہیں تو بڑائی کا احساس اور اپنے کچھ ہونے کا احساس خود بخود ختم ہوجاتاہے ۔

(اوڑھنی والیوں کے پھول)

صدقات وخیرات کرنے اور روزے رکھنے والی عورتیں:

پھراعلیٰ معیاروں کو حاصل کرنے والی عورتوں کی یہ خصوصیت بیان فرمائی صدقہ کرنے والی ہوں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والی ہوں نیکیوں پر قائم رہنے اور بلاؤں کو دور کرنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ صدقہ و خیرات کی عادت ڈالیں ۔اپنے بچوں کو عادت ڈالیں۔
پھر فرمایا:
روزے رکھنے والیاں ہوں یہ نہ ہو کہ بہانے تلاش کرکے روزے چھوڑنے والیاں ہوں۔

(اوڑھنی والیوں کے پھول صفحہ120)

اپنی عصمت کی حفاظت کرنے والی ہوں:

پھر کامل ایمان والی کی ایک خصوصیت یہ بیان فرمائی کہ:
جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس سے بخشش کا سلوک کرے گا کہ وہ فروج کی حفاظت کرنے والی ہوں ا س سے مراد جسم کا ہر سوراخ یعنی کان ، ناک ، آنکھ کی حفاظت ہو گی تو تمہارے نفوس کا تزکیہ ہوگا ۔
پھر فرمایا
غضِّ بصر سے کام لو یعنی نگاہیں نیچی رکھو نہ غیر مرد کو دیکھو نہ غیر ضروری چیزوں کودیکھو جس سے ذہن میں انتشار پیدا ہو۔

(اوڑھنی والیوں کے پھول صفحہ 121)

الغرض آج جو حضور انور ہم سے چاہتے ہیں جبکہ بدیوں اور بے حیائیوں کا سیلاب آیا ہوا ہے کہ ہم حضور انور کی ہر بات ہر حکم پر لبیک کہتے ہوئے آپ کا ہر حکم مانیں۔ اس میں ہمارے لئے دنیاو آخرت کی بھلائیاں

چھپی ہوئی ہیں ۔ اس سے ہی ہم دنیا و اخرت میں دارالنجات تک پہنچے میں کامیاب ہوسکتے ہیں۔

اختتامیہ:

اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے کہ اُس نے دنیا و آخرت کی نعمتوں کی جانِ نعمت خلافت سے ہمیں سرفراز فرمایا ۔ مسیح آخرالزماں پر ایمان لانے کی توفیق ہمیں بخشی جن کی ولولہ انگیز قیادتوں کے صدقے ہم حصارِ عافیت خداوندی میں آگئے ہیں۔ دنیاو آخرت کا کوئی مسئلہ نہیں جس کا حل خلافتِ عظمیٰ کے پاس نہ ہو۔ہم اپنے تمام غم دکھ درد سیدنا خلیفۃ المسیح کے حوالے کر کے سکھ کی نیند سو رہتے ہیں ۔ وہ پاک ہستی جو ہمارے لئے اپنے دن اور راتیں دعائیں کرتے ہوئے گزار دیتی ہے جس کا تمام چین آرام وراحت اس بات میں ہے کہ جماعت کا ہر فرد دین و دنیا کی بھلائیاں حاصل کرے ۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع اپنے ایک شعر میں اس کیفیت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

خوں بڑھے میرا تم جو ترقی کرو
قرۃ العین ہو سارباں کے لئے

(کلامِ طاہر)

سو ہمارا بھی یہ فرضِ اولیں ہے کہ دعاؤں میں سلسلہ عالیہ احمدیہ اور پیارے امام کو یادرکھیں۔ زندگی کی اس سب سے بڑی نعمت کی قدر کریں آپ کے ہرحکم پر دل وجان سے عمل کریں۔ سیدنا مسیح موعود اور آپ کے تمام خلفاء کے اقوال و ارشادات کو زیرِ مطالعہ رکھیں تاکہ ہمارا ایمان اور عرفان ہمیشہ ترقی پذیر رہے اورکوئی عمل اور کوئی نافرمانی ہم سے سرزرد نہ ہو جو پیارے حضور کے لئے تکلیف کا باعث ہو۔ دکھ کا موجب بنے۔

آپ کے لئے ہر آن دعا گو رہیں کہ اللہ صحت و سلامتی کے ساتھ جماعت کے سر پر اس شجرِسایۂ دار کو قائم رکھے اور ہماری طرف سے ہمیشہ آپکی آنکھیں ٹھنڈی ہوں تاکہ ہم دنیا و آخرت کی بھلائیاں سمیٹنے والے ہوں۔آمین

فیضانِ نبوت

انبیا ء خدا تعالیٰ کا حسین چہر ہ دکھانے کےلئے دنیا میں تشریف لاتے ہیں اور اس کی محبت جو دلوں سے مفقود ہوچکی ہوتی ہے اسے ازسرِ نو قائم فرمانے کے لئے مبعوث ہوتے ہیں۔ اُن کا وجود خدا تعالیٰ کے حسن و جمال ،قدرت و جلال کے اظہار کا موجب ہوتا ہے ۔اُن کی دعاؤں سے بگڑے ہوئے کام درست ہونے لگتے ہیں اُن کی قبل از وقت کی گئی پیشگوئیاں مستقبل کے پوشیدہ اسرار سے پردہ اُٹھاتی ہیں۔ اُن کے خدا تعالیٰ سے خبر پا کر کہے گئے کلمات اپنے وقت پر پورے ہو کر ورطۂ حیرت میں ڈال دیتے ہیں۔ اُن کا وجود اُ س ابرِ بہار کی طرح ہوتا ہے جس کے برستے ہی زمین روئیدگی دکھانے لگتی ہے۔ اس طرح ان کی قوّت قدسیہ سے دنیا میں نیکی اور تقویٰ کی سرسبز فصلیں پھلنے پھولنے لگتی ہیں۔ تمام انبیاء کا ایک ہی مقصد تھا بنی نوع انسان کو توحید پر قائم کرنا اور حقوق العباد سے روشنا س کرانا۔ دنیا میں نیکی اور تقوٰی کو فروغ دینا۔ بندے اور خدا کے درمیان تعلق استوار کرنا وہ خداتعالیٰ کے آستانہ پر گرے ہوئے دعاؤں میں مشغول رہتے ہیں۔ دنیا کو گمراہی اور تاریکی سے نجات دلوانے کےلئے کوشاں رہتے ہیں۔ اس راہ میں اُن کو بڑی بڑی صعوبتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ ایک عالم اُن کا دشمن ہوجاتا ہے مگر وہ اس سے بے نیاز ہو کر خلق خدا کو خداتعالیٰ کے کامل بندے بنانے میں کوشاں رہتے ہیں۔ وہ خداتعالیٰ کی محبت میں حد درجہ فنا ہوتے ہیں اور پھر بنی نوع انسان کے دلوں میں محبتِ الٰہی کا فسوں پھونکتے ہیں جس کے بعد انسان اپنے خالق کے لئے بڑی بڑی جانفشانیاں دکھلانے لگتا ہے وہ اس کے لئے جان ، مال ،وقت اور اولاد کی قربانیوں کو ہیچ سمجھنے لگتا ہے۔ وہ خداتعالیٰ کو سب سے بڑا خزانہ اور نعمتوں کی جان سمجھتے ہیں اور دکھوں کا مداوا قرار دیتے ہیں۔ اُن کے انقلاب آفریں خیالات زمانے میں حشر برپا کردیتے ہیں دنیا اُن کی طرف کھینچی چلی آتی ہے۔

دنیا میں جتنے انبیاء بھی گزرے ان کے پاک اثرات ہزاروں سال گزرنے کے باوجود آج بھی زندہ ہیں۔ اُن کا نام ،اُن کے کام، اُن کے کمالات و فیضان زندہ جاوید ہیں۔ یہ لوگ صحرائے دنیا کے ستارے ہوتے ہیں جو بھٹکے ہوؤں کو راہ دکھاتے ہیں جن کی پیروی سے انسان دارُالنجات تک پہنچ جاتا ہے۔ انبیاء انسانیت کی معراج ہیں انہی کے دم سے دنیا میں روشنی ہے۔ کفرو ضلالت ،ظلم وستم کے گھٹا ٹوپ اندھیرے چھٹتےہیں۔ صدیاں اور زمانے انہی کے نور سے منور ہیں۔ اگر یہ پاک وجود تازہ وحی و الہام سےانسان کو فیضیاب نہ کریں اور اُس کے لئے رشد و ہدایت کا سامان نہ کریں تو انسانیت کی صف لپیٹ دی جائے۔ سخت تعجب ہوتا ہے اُن لوگوں پر جو نزول نبوت کے منکر ہیں اور اُس پر مہر لگائے ہوئے خود ہی اپنے اور معصوم خلق خدا کے ہادی بنتے ہیں بغیر آسمانی روشنی کے نتیجتاً فتنہ و فساد کا بیج بوتے ہیں اور ظلم و بربریت سے معاشرے کا امن وسکون برباد کرتے ہیں۔ زندگی کے چشمے یعنی وحی والہام پر مہر لگا دیتےہیں۔ روحانیت، تقویٰ اُن سے مفقود ہو جاتے ہیں۔ لفّاظی کے سوا اُن کے پاس کچھ نہیں ہوتا نیکی کے غرور سے گردنیں اُن کی تنی رہتی ہیں۔ اپنے سوا اللہ کے تمام بندوں کو کافر،فاسق اور واجب القتل سمجھتے ہیں مگر بالآخر خداتعالیٰ کا فرستادہ ہی کامران ہوتا ہے کیوں کہ خدائے عزوّجل نے یہ اعلان فرمادیا ہے:

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ ؕ
(سورة المجادلہ: 22)

اللہ نے لکھ رکھا ہے کہ میں اور میرے رسول غالب آئیں گے

گو شرعی نبوت ختم ہوگئی ہے مگر امتی نبوت کا دروازہ کھلا ہے اور فیضان نبوت قیامت تک جاری ہے۔ اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے دنیا پر رحم فرماتے ہوئے آنحضرت کے نور سے فیض یافتہ عظیم الشان امتی نبی کا ظہور فرمایا ہے جس کے روحانی خزائن انسانیت کو مالا مال کررہے ہیں۔ گمراہی کی تاریک رات میں مینارۂ نور ہیں قیامت تک آپ کی خلافت کا فیض جاری رہے گا۔ خدا نہ کرے کہ کوئی زمانہ مصلح سے خالی ہو۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ دینِ حق کو تمام ادیان پر غالب کردے اور شرک و گمراہی اور کفرو ضلالت کی صف لپیٹ دے۔آمین

اردو زبان سیکھنا ضروری ہے

اردو ہماری پیاری زبان شہد سے شیریں بے شمار حلاوتیں اور مٹھاس لئے ہوئے شائستگی ،فصاحت وبلاغت میں باکمال بے مثال لسّانی حسن سے آراستہ خوبصورت تہذیب و تمّدن کو تشکیل دینے والی اُمُّ الاسنہ عربی،فارسی، ہندی جیسی بڑی زبانوں کی کوکھ سے جنم لینے والی شاعروں ، ادیبوں، قلم کاروں کی جان ہماری اردو زبان چند سو سالوں میں ہی ہزاروں برس پرانی اور عظیم زبانوں پر سبقت لے جانے والی ترقی کی راہوں پر گامزن اس کی نثر اثر انگیز اس کی شاعری دلوں کے نہاں خانوں میں اترنے والی افلاک کی رفعتوں میں پرواز کرنے والی اس زبان میں ایسا کچھ ہے کہ تمام عالم پر چھا جائے تمام زبانوں کو اپنے اندر جذب کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اسکے محاورے ضرب الامثال اپنے اندر داستانیں لئے ہوئے ہیں۔ بڑے بڑے شعرأ اس زبان میں طبع آزمائی کر کے امر ہو گئے ۔ چھوٹے سے چھوٹے نجی مسائل سے لے کر بڑے بڑے عالمی مسائل کو عمدگی سے بیان کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ دلوں کے جذبات واحساسات کی بہترین ترجمان ہے بشرطیکہ اسے محبت سے سیکھا اور اپنایا جائے اور اسے دلوں میں جگہ دی جائے۔ حضرت خواجہ میر درد نے کیا خوب فرمایا ہے کہ:

> ”اے اردو تو فقیروں کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا ہے جو خوب پھلے گا، پھولے گا اور قرآن و حدیث تیری آغوش میں آکر آرام کریں گے۔“

یہ پیشگوئی کس شان سے پوری ہوئی۔ حضر ت مسیح موعود کی مقدس وحی اور تائید دین حق کے لئے لکھا جانے والا لٹریچر اردو زبان میں ہے۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی معرکۃ الآراء کتب جو اردو زبان میں ہیں روحانیت اور زندگی کا سرچشمہ ہیں یہ وہ لٹریچر ہےجس سے ہماری روحانی اور جسمانی بقا وابستہ ہے جو ہمیں قَعْرِ مزِ لّت سے اٹھا کر آسمان کی رفعتوں تک لے جانےو الا ہے۔ ہم اس خزانے سے استفادہ کر ہی نہیں

سکتے جب تک کہ اردو زبان نہ سیکھیں۔ کو دوسری زبانوں سے واففف ہونا بھی ضروری ہے جیسے انگریزی جو عالمی زبان ہے ہم غیر قوموں سے روابط بڑھا کر اُنہیں دین حق کا پیغام پہنچا ہی نہیں سکتے جب تک اُن کی زبان سے واقف نہ ہوں۔ اس نقطۂ نظر سے دنیا کی تمام زبانو ں کو سیکھنا ازحد ضروری ہے مگر اردو پر کسی زبان کو فوقیت نہ دیں اپنے گھروں میں اردو کو فروغ دیں۔ اپنے بچوں میں اردو دانوں کی سی اردو کو فروغ دیں۔ اگر ہم نے ایسا کیا تو اس پاک چشمے سے خود کو بھی سیراب کرنے والے ہونگے اور اپنے بچوں اور تمام پیاسی روحوں کو بھی سیراب کرنے والے ہونگے اور اپنی دنیا وآخرت سنوارنے والے ہونگے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

شرائط بیعت سلسلہ عالیہ احمدیہ کی حقیقت

شرائط بیعت سلسلہ عالیہ احمدیہ جو حضرت مسیح پاک نے سلسلہ میں داخل ہونے کیلئے قائم فرمائی ہیں یہ انسانی زندگی میں انقلاب عظیم برپا کرنےو الی اور اُس کی ہستی کی کایا پلٹ دینے والی ہیں۔ ان شرائط پر عمل پیرا ہونے والا گناہوں سے کلیتہً پاک معصوم اور دنیاوی آلائشوں سے منزّہ

ہو جاتا ہے۔ یہ شرائط انسان کو فعرِ مزلت سے اٹھا کر عرش تک لےجاتی ہے۔ ان شرائط کا مقصد نومبائع کو فقط جماعت احمدیہ میں داخل کرنا ہی نہیں بلکہ اُس کی ہستی میں انقلاب برپا کرنا اُسے اپنے نفس کے محاسبہ کی طرف توجہ دلانا ہے۔ اُسے انسان سے باخدا اور باخدا سے خدا نما وجود بنانا ہے۔ ان شرائط کو جلی حروف میں لکھوا کر اپنے گھر کی دیواروں پر آویزاں کرنا ناگزیر ہے تاکہ چلتے پھرتے ہماری نظر ان پاک شرائط پر پڑتی رہے اور ہم اپنے محاسبۂ نفس سے غافل نہ ہوں۔

شرط نمبر 1:

ہمیں شرک سے بچنے اور تمام معبودانِ باطلہ کی نفی کی طرف توجہ دلاتی ہے جب ہم اس پر عمل پیرا ہوتےہیں تو ہماری روح تمام معبودانِ باطلہ سے بیزار ہوجاتی ہے ہم اپنا نجات دہندہ صرف اپنے پیدا کرنے والے خالق اورمالک کو ہی سمجھتے ہیں۔ ہماری تمام امیدیں ،آرزوئیں اُسی سے وابستہ ہوجاتی ہیں۔ اُسی پر توکل کرتےہیں اور وہ ہر معاملے میں ہمارا کفیل ہوجاتا ہے ہر خوف اور غم سے آزاد فرمادیتا ہے۔

شرط نمبر 2:

اس شرط پر عمل پیرا ہو کر ہم اُن تمام تر برائیوں سے پاک ہونے لگتےہیں جن کا انجام دنیا میں رسوائی اور آخرت میں عذابِ عظیم ہے بھٹکے ہوئے جذبات اور نفسانی جوشوں کو اپنے اوپر غالب آنے نہیں دیتے اور یوں ہماری روح پُر سکون ہوجاتی ہے اور ہم ترکِ شر کے بعد ایصالِ خیر کی طرف قدم بڑھانے لگتے ہیں ۔

شرط نمبر 3:

تیسری شرط پر عمل کرتے ہوئےتیزی سے اپنے رب کی طر ف قدم بڑھاتے ہیں نمازیں پنج وقتہ ادا کرتے ہیں تہجد ،نبی پاکؐ پر درود ، استغفار میں مشغول رہتےہیں۔ اللہ کے احسانوں کو یاد کرتے اور ہر آن اُس کی حمدو ثناء کر کے حقوق اللہ کی ادائیگی کی طرف متوجہ ہوتےہیں۔

شرط نمبر 4:

چوتھی شرط ہم سے حقوق العباد کی ادائیگی کا تقاضا کرتی ہے کہ ہم اپنے انسان بھائیوں اور مسلمان بھائیوں کو کبھی زبان سے ہاتھ سے یا کسی نوع سے تکلیف نہ پہنچائیں۔

شرط نمبر 5:

پانچویں شرط ہم سے خداتعالیٰ سے وفاداری کا عہد لیتی ہے۔ کیسے بھی حالات ہوں ، تنگی، تکلیف، دکھ ، راحت، نعمت بلا اُس کی راہ میں ذلت پہنچے دکھ پہنچے وفا میں کمی نہ آئے بلکہ قدم آگے بڑھے ۔

شرط نمبر 6:

ہم سے مکمل اطاعت کا تقاضا کرتی ہے ۔ بدرسومات اور ہواو ہوس سے بچنے کا درس دیتی ہے۔ قرآن کریم کے عام احکامات اور اوامر نواہی کی پیروی کرنے، اللہ اور اُسکے رسول کے اقوال کو حرزِ جان بنانےکا درس دیتی ہے۔

شرط نمبر 7:

تکبّر و نخوت سے نجات دلا کر حلیمی، مسکینی اور عاجزی اختیار کرنے کا حکم دیتی ہے۔

شرط نمبر 8:

خدمتِ دین اسلام کے لئے اپنا سب کچھ لٹا دینے کا درس دیتی ہے۔

شرط نمبر 9:

خدمتِ بنی نوع انسان کے لئے اپنی تمام طاقتوں اور قوتوں کو خرچ کرنے کی طرف متوجہ کرتی ہے۔

شرط نمبر 10:

امام آخر الزماں کی ایسی اطاعت اور محبت کا تقاضا کرتی ہے جس کے آگے تمام تعلقات ، رشتہ داریاں اور قربتیں ہیچ ہوں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان پاکیزہ شرائط کے مطابق ہمیں اپنی زندگیاں ڈھالنے کی توفیق عطافرمائے۔ آمین

دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی برکات

دنیاوی زندگی چونکہ بہت تھوڑی عارضی اور ناپائیدار ہے اور دکھوں سے بھری ہوئی ہے اس لئے اُسے اخروی زندگی پر جو لامحدود دائمی نعمتوں سے لبریز خوف و خطر سے مبّرا ہے اور وصال الٰہی کی آماجگاہ ہے ، پر فوقیت نہیں دی جاسکتی۔اخروی زندگی ایسی ہے کہ اُسے دنیاوی زندگی پر فوقیت اور اہمیت دی جائے مگر جب آزمائش یا مقابلے کا وقت آتا ہے تو انسان دین کو چھوڑ کر دنیاکی طرف جھک جاتا ہے مثلاً نماز کے وقت لھو ولعب خریدوفروخت یا کسی دوسرے دنیا کے کام میں مشغول ہوجاتاہے یا مالی فراخی کے باوجود اللہ تعالیٰ کے کمزور بندوں پر خرچ نہیں کرتا اور دن رات اپنی دنیاوی عیش وآرام پر خرچ کرتا ہے یا ذاتی کاموں کو جماعتی کاموں پر ترجیح دیتا ہے۔ اللہ اور اُسکے رسول اور خلیفۃ

المسیح کے حکموں کو ٹالتا ہے تو وہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے والا نہیں کہلا سکتا بلکہ وہ دنیا کو دین پر فوقیت دینے والا ہے ۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان بہت جلد باز واقع ہوا ہے وہ جلد ملنے والے نفع کی طرف جھک جاتا ہے اور بعد میں آنے والی اعلیٰ زندگی کو بھول جاتا ہے جس کے لئے نفس کے خلاف چلنا پڑتا ہے ۔قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے کہ

یَا اَیُّھَا الاِ نْسَانُ اِنَّکَ کَادِحٌ اِلیٰ رَبِّکَ کَدْحًا فَمُلٰقِیْہِ

(الانشقاق:7)

اے انسان تو پورا زور لگا کر اپنے رب کی طرف جانے والا ہے اور پھر اُس سے ملنے والا ہے

دنیاوی زندگی اور اُس کےفوائد ڈھلوان کی طرح ہیں جن پر انسان تیزی کے ساتھ سہل طریق سے پھلستا چلا جاتا ہے جبکہ اخروی زندگی اور اُس کے انعامات سخت جدوجہد کا تقاضا کرتےہیں۔ گو دین کو دنیا پر مقدم کرنا بلندی کی طرف چڑھنا ہے جو کہ سخت جدوجہد اور کوشش کا تقاضا کرتی ہے مگر خدا کے وہ مومن بندے جو درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کرلیتے ہیں وہ اپنے جان ،مال ،وقت اور اولاد غرض ہر شے کو خدا اور اُس کے دین کے لئے قربان کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں اور اس راہ میں سودوزیاں کی پرواہ نہیں کرتے۔ اُن کی روح کی ہر آن یہ پکار ہوتی ہے کہ قُلْ اِنَّ صَلَا تِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ(الانعام:163)کے لئے ہے وہ اپنی ملکیت کی ہر شے کو اس کی راہ میں بیچ ڈالتے ہیں۔ کیانفع کا سودا ہے جو وہ کرتے ہیں جس کے نتیجے میں اگلے جہان میں اُن کے لئے راحت و آسانیاں اور ایسی جنتیں ہیں اور بالا خانے ہیں جن کے دامن میں نہریں بہتی ہیں اور ایسی جنتیں ہیں جن کی قیمت زمین و آسمان کے برابر ہے۔سب سے بڑھ کر اللہ کی خوشنودی ہے جو تمام راحتوں کی جان ہے گویا زمین و آسمان کے خزانے ہاتھ آگئے یہی نہیں کہ یہ اجر اگلے جہاں تک محدود ہے۔ اسی دنیا میں اُنہیں سکینت کی دولت عطا کی جاتی ہے۔ فرشتے اُن پر اترتے ہیں یہ کہتے ہیں کہ ”غم نہ کرو ہم تمہارے ساتھ ہیں“اس دنیا میں بھی اور اخروی زندگی میں بھی پھر ایسے شخص کا خدا تعالیٰ کفیل ومعین ومددگار ہوجاتا ہے۔ ہر خطرے کی جگہ سے اُس کی حفاظت فرماتا ہے۔فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ جس نے میرے لئے اور میرے دین کے لئے دنیا کو پسِ پشت ڈال دیا ہے اس کی عزت اور نیک نامی کو دنیا میں پھیلا دیں ۔ الغرض کیا ہی اچھا سودا ہے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔امین

موجودہ حالات او رہماری ذمہ داریاں

موجودہ حالات کےپیشِ نظر ہمارے پیارے امام ہمیں اکثر دعاؤں کی تحریک فرماتے رہتے ہیں خصوصاً اپنے ایک خطبےمیں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جماعت کی توجہ اضطراری دعاؤں کی طرف مبذول کروائی ہے ۔ اس کی رو سے ہمیں اپنے پیارے امام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنی دعاؤں کو انتہا تک پہنچا دینے کی ضرورت ہے ۔ جیسا کہ حضور انور نے فرمایا کہ

> ”اگر ہم اضطراری کیفیت کے ساتھ اپنی سجدہ گاہیں آنسوؤں سے ترکردیں تو اس دورِ ابتلاء کا دورانیہ کم سے کم ہو کر ان دکھوں اور تکالیف سے جلد نجات مل سکتی ہے۔“

جن میں کہ جماعت اس وقت مبتلا ہے یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ دعا کرنا اتنا سہل امر نہیں ہے۔ دعا کرنا اپنی ہستی کو کلیتہً مٹا دینے کا نام ہے۔ حضرت مسیح موعود اور آپ کے خلفائے عظام نے قبولیت دعا کے لئے بہت سی شرائط بیان فرمائی ہیں مثلاً یہ کہ دعا کرتے وقت اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قادر سمجھنا اپنی پاکیزگی نفس کا خیال رکھنا دل کو ہر قسم کی کدورت اور گناہ سے پاک رکھنا۔ مخلوق خدا کے ساتھ ہمدردی اور محبت کے ساتھ پیش آنا اور مدد کرنا۔ یہ سب باتیں بجا ہیں مگر ایک بات یہ بھی ہے کہ جب تک ہم جماعتی غم کو اپنا ذاتی غم بنا نہیں لیتے دعاؤں کی قبولیت کے وہ اثرات ہم

مشاہدہ نہیں کرسکتے اور نہ جلد وہ فوائد حاصل کرسکتےہیں جن کی ہمیں فوری ضرورت ہے مثلاًجب ہم کسی ذاتی غم، تکلیف ، کاروبار میں نقصان ،اولاد کے غم سے دوچار ہوتے ہیں تو مجسّم دعا بن جاتے ہیں۔ پھر رات دن ،سوتے جاگتے، اُٹھتے بیٹھتے پہلو میں لیٹے ہوئے سخت مضطرب حالت میں اپنے مولا کے حضور حاضر ہوتے ہیں اور اپنے ذاتی نقصان یا تکلیف کو اپنی جان کا روگ بنا لیتے ہیں۔ نتیجۃً اللہ تعالیٰ رحم کرتے ہوئے ہمارے کرب کو دور فرمادیتا ہے۔ اس درد ناک حالت کو سکون اور راحت میں بدل دیتا اور مسائل حل فرما دیتا ہے مگر جماعتی یا ملی نقصان اور دکھ کی صورت میں ہمارا رویہّ یکسر مختلف ہوتا ہے ہم کسی معصوم احمدی کی شہادت کی خبر سنتےہیں یا جماعت کے افراد کے قید وبند اور اُنکے گھر لوٹ لینے یا نذرِ آتش کرنے کی خبریں ہم تک پہنچتی ہیں تو ہمیں وقتی تکلیف ضروری ہوتی ہے اور ہم اس پر اظہارِ افسوس بھی کرتے ہیں مگر چند گھنٹے یا ایک دودن کے بعد یہ واقعہ قصۂ پارینہ بن کر ہمارے ذہنوں سے مفقود ہوجاتا ہے اور زندگی اپنی ڈگر پر رواں دواں نظر آتی ہے۔

انقلابِ عظیم برپا کرنےان تکالیف کو ٹالنے اور خداتعالیٰ کی رحمت کے حصول کے لئے ہمیں قومِ یونس والی دعا مانگنے کی ضرورت ہے اور وہی طریق اپنانے کی ضرورت ہے تب ہمیں جلد قبولیت کی نوید مل سکتی ہے اور ہم اللہ تعالیٰ کی رحیمیت سے فیض یاب ہوسکتے ہیں۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان ابتلاؤں سےہماری پیاری جماعت کو نجات بخشے اور ہمارے پیارے بھائی جو اُس کی راہ میں تکلیفیں اُٹھارہے ہیں اُن کو دور فرما دے۔ اُن کے زخموں پر تسکین کے پھاہے رکھے اُن کے اہل وعیال کا حامی و ناصر ہو۔آمین

کس نے اپنے رُخِ زیبا پہ سے الٹی ہے نقاب

ہمارا پیارا خدا ہمارا خالق و مالک صاحب جبروت جس نے تمام کائنات کو ہمارے لئے مسخر کرچھوڑا ہے۔ ذرے ذرے پر اُسکی حکمرانی ہے ہواؤں پر ،پانیوں پر،آگ پر اُس کا تصرّف ہے۔ یہ تمام اشیاء جو بقائے حیات کےلئے ناگزیر ہیں اُسکے اذن سے ہی نفع رساں ہیں ۔ دوسرے لفظوں میں اُس نے ہمیں نفع پہنچانے کے لئے ان کو اذن دے رکھا ہے وگرنہ اُسکے ایک اشارے پر یہ اشیاء انسان کے لئے وبالِ جان بن جاتی ہیں اور اُسے نیست و نابودکرسکتی ہیں۔ ان آفات کے سامنے انسان کی ہستی حباب اور تنکے کے برابر نہیں۔ پچھلے دنوں پاکستان میں جو سیلاب آیا اور اُس کی قیامت خیز اور حشر ساماں مناظر دیکھنے میں آئے جن کے تصور سے روح پر لرزہ طاری ہوتا ہے۔ ہزاروں گھرانے بے گھر ہوگئے سینکڑوں لوگ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ عمر بھر کے سامان معیشت اور جمع پونجی سیلاب بُرد ہوگئے اس کی منہ زور اور وحشت ناک موجیں اپنی راہ میں آنے والی ہر شے کو تنکے کی طرح بہا کر لے گئیں اور اپنے پیچھے درد کی لاتعداد داستانیں چھوڑگئیں۔ سیلاب کے ماہرین کے مطابق جس کا کوئی امکان نہیں تھا اچانک آگیا اور کہاں سے آیا کوئی تو اس کا سبب ہے اور وہ ہے مسیح آخر الزماں کا انکار۔ وحی ربانی ہے کہ

> ”دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اُس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کرے گااور بڑے زور آور حملوں سے اُ سکی سچائی ظاہر کرد ے گا۔“

(براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد 1صفحہ 665حاشیہ)

پاکستانی قوم اس برگزیدہ رسول کی اوّل مخاطب ہے اور انکار کے نتیجے میں مسلسل تنزل کی طرف جارہی ہے ۔ آفاتِ ارضی و سمأوی مسلسل ایک کے بعد دوسری اس قوم کا پیچھا کررہی ہیں۔ قرآن کریم کی تمام انذاری پیشگوئیاں اس قوم پر صادق آرہی ہیں۔ گزشتہ قوموں کے تمام بد اعمال جن میں سے ایک ایک کی وجہ سے وہ قومیں تباہ ہوئیں وہ تمام اس بدنصیب قوم میں جمع ہوگئے ہیں۔ بددیانتی، فحاشی،عریانی، بےراہ روی ، جھوٹ ، منافقت، تکبر، ظلم، خیانت، فساد، بدعہدی ایسے قبیح افعال میں ملوث ہوچکی

ہے معصوم احمدیوں پر انسانیت سوز مظالم جن کی مثال گزشتہ قوموں میں نہیں ملتی اُن پر روا رکھے ہوئے ہے وہ آگ جو اُن معصوموں کے مال اور اُن کی جانوں کے جلانے کےلئے استعمال کرتےہیں وہی اُن کے خاندانوں پر نازل ہوئی، اُن کے دلوں پر نازل ہوئی وہ فتنے پھوٹے ہیں کہ الامان! جن کا کوئی حل نظر نہیں آتا عقلیں سلب ہوگئی ہیں۔ سوچوں پر گرد تعصب کی دبیز تہہ جم چکی ہے۔ مصائب کی اصل جڑھ تلاش کرنے کی طرف توجہ نہیں ہے اپنی پیدائش کے مقصد کو وہ بھول گئے ہیں عملی طور پر اللہ تعالیٰ کی ہستی کا انکار کر بیٹھے ہیں۔ جزا سزا کے دن پر سے اُن کا ایمان اُٹھ چکا ہے مگر وہ پیارا خدا ہیبت ناک نشانوں کے ساتھ افقِ عالم پر جلوہ آراء ہورہا ہے۔ سعادت کی جڑھ یہی ہے کہ انسان ان نشانوں سے بے اعتنائی نہ برتے ۔اپنے خالق و مالک کے اشاروں کو سمجھتے ہوئے راہِ ہدایت پر چلنے کےلئے کوشاں رہے۔

خوانِ ھُدیٰ ایم ٹی اے

یہ الیکٹرونک اور پرنٹ میڈیا کا دور ہے۔ معاشرے کو بگاڑنے یا سنوارنے میں میڈیا کابہت بڑا کردار ہےبار بار نشر ہونے والی اچھی چیز

ناپختہ اذہان پر مثبت اور بَری چیز منفی اثر ڈالتی ہے۔ اج دنیا کے تمام ٹی وی چینلز فحاشی، بے راہ روی اور جرائم کی تشہیر میں پیش پیش ہیں۔ یوں معاشرہ اخلاقی پستی اور گراوٹ کی دلدل میں پھنستا چلا جارہا ہے۔ آگ کے گڑھے کے کنارے پر پہنچ گیا ہے ان حالات میں ایم ٹی اے خدا تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ ایم ٹی اے کے پروگرامز انسان کو پستیوں سے رفعتوں کی طرف اور اندھیروں سے نور کی طرف لے جانے والے ہیں۔ یہ پاک باتوں کی طرف رہنمائی کرنے والے سوچ اور فکر کا دھارا نیکیوں کی طرف موڑنے والے ہیں۔ حقیقتوں کے عکاس بناوٹ اور تصنع سے پاک اور روحانیت سے لبریز ہوتے ہیں۔ ایم ٹی اے ایک باعمل ناصح کا رنگ لئے ہوئے ہے جبکہ دوسرے چینلز کا قول کچھ اور ہوتا ہے اور فعل کچھ اورقرآن و حدیث کے پروگرام کے معاً بعد فحش حیا سوز اور اخلاق سوز نظارے نشر کرنے لگتے ہیں۔ ایم ٹی اے ہر وقت اگر گھر میں آن رہے تو کوئی نہ کوئی نیکی کی بات کان میں پڑتی رہتی ہے اور یوں بچوں کی تربیت اور بڑوں کی اصلاح غیرمحسوس طریق سے ہورہی ہوتی ہے اور گھر کے تمام افراد صراطِ مستقیم پر گامزن رہتے ہیں۔خلفائے عظام کے خطبات ، مجالس عرفان، مجالس سوال و جواب، راہِ ھُدیٰ، درسِ حدیث ،ملفوظات حضرت امامِ آخر الزماں سیرت حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ، ترجمۃ القرآن کس شان کے پروگرامز ہیں۔ کھانا پکانے کے پروگرام، سیاحت کے پروگرامز ایسے ہیں جن کی کوئی مثال نہیں۔

ایم ٹی اے خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ خوان نعمت اور زندگی بخش چشمہ شیریں ہے اس کی قدر کرنا اس سے استفادہ کرنا ہم سب پر لازم ہے۔ ایم ٹی اے انقلاب عالمگیر کا پیش خیمہ ہے اور نوعِ انسان کو امتِ واحدہ بنانے کے لئے سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ زمین کے کناروں تک مردہ روحوں کو آبِ بقا پلانے والا اور جلا دینے والا ہے۔ربّ کریم کے چمکتے ہوئے نشانوں میں سے ایک نشان ہے۔ وہ جگہیں جہاں دعوت الی اللہ کرنی ناممکن ہے وہاں تک رب کریم کا پیغام پہنچاتا ہے۔ خدا کا منادی ہے جس کے بارے میں قرآن کریم میں پیشگوئی ہے کہ جب پکارنے والا ایک قریب کے مکان سے پکارے گا اور وہ زندہ ہو کر نکلنے کا دن ہوگا سو وہ دن آگیا ہے کہ ہم اپنی آنکھوں سے اس نشان کا مشاہدہ کررہے ہیں۔ مردو روحیں اسکے

دریعے زندہ ہورہی ہیں اور حقیقی خوشی سے بہرہ مند ہورہی ہیں۔ حق و باطل میں فرق نمایاں ہورہا ہے۔

قل جاء الحق
وَزھق الباطل
ان الباطل کان
زھوقاَ

ہر اک نیکی کی جڑھ یہ اتقّا ہے

تقویٰ کے لفظی معانی ہیں خدا کا خوف، پرہیز گاری، پارسائی خدا کے خوف سے اپنے آپ کو گناہوں سے بچانا۔ تقویٰ ایک ایسا جوہر ہے جو تمام نیکیوں کی جان اور تمام بھلائیوں کی جڑھ ہے ۔ کوئی عمل عملِ صالحہ نہیں ہوسکتا جو تقویٰ سے خالی ہو ہر وہ نیکی جس کے ساتھ تقویٰ نہیں ہے ریا کے سوا کچھ نہیں ۔ متقّی کا دل گناہ کی طرف مائل ہو ہی نہیں سکتا جب کبھی اس سے خلافِ شریعت عمل سرزرد ہونے کا احتمال ہوتا ہے یا دل میں خیال بھی گزرتا ہے ۔فوراً خدا تعالیٰ کا خوف اور جزا سزا کے دن کے محاسبہ کا ڈر اُسے معصیت سے بچاتا ہے اور یوں وہ معصوم ہونے کی حالت میں زندگی بسر کرتا ہے۔ تقویٰ اُس برق کی مانند ہے جو گناہ کے خس و خاشاک

کو جلا کر بھسم کردیتی ہے۔ گناہ آلود زندگی سے نجات دے کر پاکیزہ حیات بخشتی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کسی نے استفسار کیا کہ تقویٰ کیا ہے ؟آپ نے فرمایا تقویٰ کی مثال یوں ہے کہ جیسے کوئی شخص لباس میں ملبوس خاردار جھاڑیوں والے جنگل سے گزرے تو وہ بہت احتیاط سے اپنے کپڑوں کو سمیٹ کر گزرے گا تاکہ کسی خاردار جھاڑی کے ساتھ اُس کا دامن الجھ نہ جائے۔

یہی حال دنیا کا ہے قدم قدم پر دنیا کی چکا چوند اُسے گناہ کی طرف مائل کرتی ہے مگر تقویٰ کا تقاضا ہے کہ وہ خدا کے خوف سے تمام کریہہ برائیوں سے اپنا دامن بچا تا ہوا چلے۔تمام انبیاء، اولیاء، صدیقین،صالحین تقویٰ سے ہی بلند مراتب تک پہنچے ہیں۔
حضرت مسیح موعود کیا خوب فرماتے ہیں

یہی اک فخرِ شان اولیاء ہے
بجز تقویٰ زیادت اُن میں کیا ہے
مجھے تقویٰ سے اُس نے یہ جزا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

(درثمین)

پھر قبول ہدیات کی توفیق بھی تقویٰ سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے آغاز میں ہی
یہ اعلان فرمادیا ہے کہ یہ ایک ایسی کتاب ہے جو فقط متقیوں کو ہدایت دیتی ہے قرآن کریم ہدایتوں کا سرچشمہ ہے مگر ایک تقویٰ سے عاری اور کج طبیعت انسان قرآن کریم کی آیات کے مطالب کو بگاڑ کر پیش کرے گا۔ احادیث کے کچھ کے کچھ مطالب اخذ کرے گا۔ سب کچھ جانتے بوجھتے ہوئے حق کو چھپائے گا۔ ہر ظالم، غاصب، مرتشی، چور، دروغ گو اور بددیانت تقویٰ سے عاری ہوگا کیوں کہ اہل تقویٰ کا یہ شیوا ہے کہ وہ گناہ کر ہی نہیں سکتے۔
اللہ تعالیٰ ہمیں تقویٰ کی راہوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بزرگوں کا احترام

ہر انسان کی زندگی میں تین ادوار آتےہیں پہلا بچپن ، دوسرا جوانی اور تیسرا بڑھاپا۔ بچپن بے فکری کا زمانہ ہوتا ہے۔ والدین اور سب افرادِ خانہ ناز اٹھاتے ہیں۔ جوانی بھرپور طاقتوں کے اظہار کا زمانہ ہوتا ہے دوسرے لفظوں میں کچھ کر دکھانے کی امنگوں سے بھرپور دور کہلاتا ہے مگر یہ ادوار گزار کر جونہی انسان بڑھاپے کی دہلیز پر قدم رکھتا ہے اُ سکے قویٰ انحطاط پذیر ہونے لگتےہیں۔ بتقاضائے عمر مختلف عوارض بھی آگھیرتے ہیں ۔ بچے جوان ہو کر اپنے اپنے گھروں میں آباد ہوجاتےہیں اُن کی اپنی مصروفیات ہوتی ہیں۔ ایسے میں گھر کے بزرگ اپنے آپ کو تنہا محسوس کرنے لگتے ہیں احساسِ محرومی کا شکار ہو کر خود کو بے کار وجود سمجھنے لگتے ہیں ۔ یہ وہ دور ہے جس میں وہ اولاد کی خاص توجہ کے مستحق ہوتے ہیں اُن کی اولاد خود صاحبِ اولاد ہوجاتی ہے اُن کے اپنے بچوں کے اورا پنے مسائل ہوتے ہیں جس کی وجہ سے وہ بزرگوں کو زیادہ توجہ نہیں دے پاتے نتیجۃً اُن کے اندر یہ احساس بڑھتا چلا جاتا ہے کہ اُن کی گھر میں کوئی وقعت یا قدرو منزلت نہیں ہے۔ ایک حدیثِ مبارکہ میں ارشاد ہے کہ

”جو شخص ہمارے بڑوں کی عزت نہیں کرتا اور ہمارے
چھوٹوں سے پیار نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں۔“

اس لئے ہم پر فرض عائد ہوتا ہے کہ ہم اپنے بزرگوں کی عزت نفس کا خیال رکھیں ان کا ادب واحترام کریں اُن کی ضروریات کا خیال رکھیں اُن کی صحت کا خیال رکھیں اور اُن کی آنکھوں کی ٹھنڈ ک بنیں اُن کو خوشی

پہنچائیں کیوں کہ اس عمر میں خوشی ہی صحت کی ضامن ہوتی ہے یوں وہ اپنے آپ کو مطمئن محسوس کریں گے ۔ اُن میں احساس تحفظ اجاگر ہو گا بیماری اور معذوری سے بھی بچے رہیں گے۔قرآن کریم فرماتا ہے :

”اور تیرے رب نے یہ فیصلہ صادر فرمادیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین سے احسان کا سلوک کرواور اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائیں تو انہیں اف تک نہ کہو نہ انہیں ڈانٹ، اور انہیں نرمی اور عزت کے ساتھ مخاطب کر ان دونوں کے لئے رحم سے عجز کے پر جھکا دے اور کہہ کہ اے میرے رب ان دونوں پر رحم کر جیسا کہ ان دونوں نے بچپن میں میری پرورش کی۔“

(سورۃ بنی اسرائیل آیا ت 24،25)

سوچنے کی بات ہے کہ اگر آج آپکے بزرگ بڑھاپے یا کمزوری کی حالت میں آپ کے توجہ کے مستحق ہیں تو چند سالوں بعد آپ پر بھی یہ وقت آنے والا ہے۔ جب آپ اپنی اولاد کی توجہ، محبت اور احترام کے متمنی ہونگے اس لئے اپنے بزرگوں کا دل سے ادب و احترام کیجئے ، اُن کی ضرورتوں کا خیال رکھئے اُن کےلئے دعائیں کیجئے تاکہ وہ آپ سے خوش رہیں اور خداتعالیٰ بھی آپ سے راضی ہو۔آئندہ آنے والے زمانوں میں آپ کو بے یارومددگار نہ چھوڑے۔ آمین

بزرگوں کی عزت ہو چھوٹوں سے پیار
راضی رہے تم سے وہ کردگار

حیا میں حسن ہے

حیا ایک ایسا وصف ہے جو انسان کی شخصیت میں حسن پیدا کرتا ہے جب کہ بے حیائی انسان کو بدنما بنا دیتی ہے ۔ ایک حیادار بااخلاق نیک اور پاک باطن شخص اپنی سیرت کی وجہ سے حسین معلوم ہوتا ہے۔ ہر شخص کی پسندیدہ شخصیت ہوتا ہے جب کہ حیا سے عاری، بد اخلاق، بدباطن شخص جو بظاہر خوبصورت بھی ہو بہت بد زیب اور ناپسندیدہ وجود ہوتا ہے۔ بے حیائی دنیا وآخرت میں رسوا کردینے والی چیز ہے۔ آنحضور نے فرمایا

"اگر تجھ میں حیا نہیں تو جو چاہے کرتا پھر"

(بخاری کتاب الادب باب)

یعنی حیا سے عاری شخص جسے نہ خدا کا خوف نہ لوگوں سے حیا ہو وہ ہر کریہہ برائی کا ارتکاب کرسکتا ہے ۔ ہر قسم کی گالی گلوچ ، جھوٹ اور لغو اور ناپاک گفتگو کرسکتا ہے۔ حیاسوز لباس پہن سکتا ہے۔ شتر بے مہار کی طرح زندگی گزار سکتا ہے مگر حیادار انسان غیب میں بھی اللہ تعالیٰ سے حیا کرتے ہوئے بدی کے ارتکاب کی جرأت نہیں کرسکتا وہ لوگوں سے حیا کرتا ہے کہ اس سے کوئی خلاف وقار بات یا کام سرزرد نہ ہو جائے وہ اپنے رہن سہن وضع قطع میں گفتگو میں لباس کے انتخاب میں بہت احتیاط سے کام لیتا ہے۔ اسی لئے آنحضور نے حیا کو ایمان کا جز قرار دیا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنے ایک خطاب میں جو حیا کے موضوع پر تھا فرمایا کہ

> حیا سے حسن پیدا ہوتا ہے۔ ناپاک اور فحش عورتیں جو نہایت خوبصورت اور متناسب شکل وصورت رکھتی ہیں۔ انتہائی بدصورت اور کریہہ معلوم ہوتی ہیں۔ ہم تو ٹی وی پر ایک اچانک ایسا حیا سوز نظارا نظر آجائے تو آنکھیں بند کرلیتے ہیں۔

آنحضور کے متعلق روایات میں آتا ہے کہ آپ کے اندر جوانی میں حیا کا وصف بہت نمایاں تھا۔ اسی طرح تاریخ میں حضرت عثمان کے بارے میں آتا ہے کہ آپ کے اندر حیا بہت زیادہ تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے بارے میں احمدیہ لٹریچر میں حضرت مصلح موعود کا قول ہے کہ آپ نے فرمایا میرے لڑکے ناصر احمدمیں حیا بہت ہے۔

اخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں تمام اسلامی احکام پر عمل کرنے کی توفیق عطافرمائے۔آمین

بچوں کی تربیت میں گھر کے ماحول کی اہمیت

بچے کسی بھی قوم کا سرمایہ ہوتے ہیں جنہوں نے مستقبل میں ملک و ملت کی باگ ڈور سنبھالنی ہوتی ہے۔ بچوں کی پرورش ذہنی اور جسمانی نشوونما کےلئے گھروں کے بہتر ماحول کو بہت اہمیت حاصل ہے اگر گھر کے تمام افراد کے درمیان ذہنی ہم آہنگی ہے آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ عزت سے پیش آتےہیں۔ ایک دوسرے کی تکلیف کا احساس کرتے ہیں۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد اد اکرنے میں کوشاں ہیں تو ایسے گھرانے کے بچے بھی مفید وجود کے طور پر پروان چڑھیں گے۔ جن گھروں میں لڑائی جھگڑے یا اختلافات پائے جائیں وہاں نئی نسل ذہنی پسماندگی کا شکار ہوجاتی ہے اور گھر والوں کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک بننے کے بجائے تکلیف کا باعث بن جاتی ہے مثلاً جس گھر میں شوہر بیوی کی عزت نہیں کرتا یا بیوی اپنے شوہر کی عزت نہیں کرتی یا ساس سسر بہو سے نالاں یا بہو کی گھر میں کوئی وقعت نہیں ہے تو اس گھرانے کے بچے بھی اپنے بڑوں کی عزت نہیں کرتے بلکہ وہ باہر کے لوگوں کا احترام بھی نہیں کرتے۔ اُن کا روّیہ لوگوں کے ساتھ ٹھیک نہیں ہوتا۔ پیدائش سے لے کر پانچ سال تک خصوصاً گھر کا ماحول بچے کی شخصیت پر ایسے انمٹ نقوش چھوڑ دیتا ہے جو پھر مٹائے نہیں مٹتے۔

بچوں کی تربیت کےلئے گھروں کا بہترماحول بہت اہمیت کا حامل ہے گھر کے تمام افراد اگر پاکیزہ نرم زبان کا استعمال کریں گے ایک دوسرے کی تکلیف کا احساس کریں گے تو یہی اوصاف بچوں میں بھی پیدا ہوں گے وہ بھی پاک اور نرم زبان میں گفتگو کریں گے ۔دوسروں کی تکلیف کے احساس کا جذبہ اُن میں بھی اجاگر ہوگا۔ بچہ افراد خانہ کے روّیوں اُن کی عادات، حرکات وسکنات کی پیروی کرتا ہے اگر گھر کے افراد سچائی کو شعار بناتے ہوئے جھوٹ اور دورنگی سے احتراز کرتے ہیں ۔ خلافت سے وفا کا تعلق رکھتے ہیں نظام جماعت کے مطیع ہیں عہدیداران کی اطاعت کرتےہیں ،چندہ جات کی ادائیگی وقت کی پابندی سے ادا کرنے والے، رحمی

رشتوں کی خبر کیری کرنے والے ہیں۔غرباء سے ہمدردی سے پیش انے والے ضرورت کے وقت اُن کے کام آنے والے، صدقہ خیرات کرنے والے، عبادات کو وقت پر ادا کرنے والے ، دین کو دنیا پر مقدم رکھنے والے تو ایسے گھرانے کے بچے ہی سچے عبادت گزار، خلافت ک مطیع ،غریبوں اور بے کسوں کے کام آنے والے اور تمام اعلیٰ اوصاف کے حامل وجود کے طور پرابھریں گے۔ پُراعتماد مہذب شائستہ، بااخلاق اور دیانت داری جیسے اوصاف سے متصف ہونگے ایسے گھرانے اُس دیوار کی طرح ہونگے جس کی ایک اینٹ دوسرے کے لئے مضبوطی کا باعث ہوتی ہے اور یوں تمام معاشرے کو جنت نظیر بنانے میں اہم کردار اد اکریں گے۔ قریہ قریہ کوچہ کوچہ امن و آشتی کا گہوارہ بن جائے گا ۔ ایک ایسا معاشرہ تشکیل پائے گا جس میں دکھ اور تکلیف کا عنصر کم سے کم ہو کر خوشیوں کا دور دورہ ہوگا۔

مقامِ حضرت مسیح موعود

مسیح آخر الزماں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کے مقام ومرتبہ کا تعین کرنا اور آ پ کے فیضان کو اکمل طور پر احاطۂ تحریر میں لانا مشکل

ہی نہیں ناممن ہے تاہم اپ کے فیوض و برکات کے بارے میں حتی الوسع بیان کرنے کی کوشش کروں گی۔

آپ کی ذاتِ مبارکہ وہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضور ؐ تک سب انبیاء جس کے بارے میں خوشخبریاں دیتے چلے آئے ہیں۔ آنحضور ؐ فرماتے ہیں کہ وہ امت کس طرح ہلا ک ہوسکتی ہے جس کے شروع میں میں ہوں اور آخر میں مسیح موعود ہوگا۔ پھر یہ کہ تمہارا کیا حال ہوگا جب تم میں ابنِ مریم نازل ہوگا اور وہ تمہیں میں سے تمہارا امام ہوگا۔ تمام صلحائے امت آپ کے زمانے کو یاد کر کے روتے اور آپ کا انتظار کرتے چلے آئے ہیں۔ حضرت محمد مصطفیٰ ؐ کا لایا ہوادینِ اسلام جس کے ساتھ انسانیت کی روحانی اور جسمانی بقا وابستہ ہے نابود ہونے کو تھا۔ دجالی اور طاغوتی قوتیں اسلام کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کے درپے تھیں ہر طرف کفرو ضلالت اور گمراہی نےڈیرے ڈال رکھے تھے قرآن کے الفاظ رہ گئے تھے اسلام کا نام رہ گیا تھا باغِ محمدی پر خزاں کا دور دورہ تھا۔ تقویٰ راستی خدا خوفی کی جگہ ظلم ، بربریت ، ناانصافی ،فساد ،خیانت نے لے لی تھی ۔ ایسے میں قادیان کے افق سے آنحضور ؐ کے نور سے فیض یافتہ ماہتاب کا طلوع ہوا۔ جس نے اپنی نورانی کرنوں سے تمام عالم پر چھائے گھٹا ٹوپ اندھیروں سے نجات بخشی یا ایسے ابر رحمت کے طور پر آپ کا نزول ہوا کہ جس نے مردہ زمین کو متحرک کردیا اور اُس نے اپنی اعلیٰ درجہ کی زینت کو پالیا یا آپ کی مثال ایسے ناخدا کی سی ہے جو کشتی اسلام کو خطرناک اور ہولناک طوفانِ ضلالت سے نکال کر لے آیا۔ آپ نے اسلام کی سربلندی کے لئے اپنی دعاؤں سے ملاءِ اعلیٰ میں شور برپا کردیا۔ کس درد سے فرماتے ہیں

ڈوبنے کو ہے یہ کشتی میرے اے ناخدا
آگیا اس قوم پر وقتِ خزاں ابرِ بہار

قیامِ توحید کے لئے آپ کی کیسی جانفشانیاں ہیں ساری قوم آپ کی دشمن ہو جاتی ہے تمام مذاہب سے آپ اسلام کے دفاع کے لئے برسرِ پیکار ہیں۔ آپکا تمام لٹریچر جو آپ سے ظہور میں آیا اُس نے تمام عالم میں تہلکہ مچا دیا جو بھی دلِ صافی سے تعصب سے خالی ہو کر اُس کا مطالعہ کرتا ہے اُس کے دل میں اللہ اوراُس کے رسول کی محبت کی شمع روشن ہوجاتی ہے وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد پر سختی سے عمل کرنے لگتا ہے نصرت الہٰی ،تائیدات الہٰی ،محبت الہٰی مکالمہ مخاطب الہٰیہ کے اعتبار سے آنحضور ؐ کو چھوڑ کر باقی تمام انبیاء سے بلند مرتبے پر فائز ہیں۔ زمین سے آپ کی تائید میں نشان ظاہر ہو رہے ہیں آسمان نشان دکھا رہا ہے ۔ روئے زمین پر بسنے والا ہرانسان اور ہر قوم جیسا کہ نبی کریمؐ کی مخاطب ہے

اسی طرح اپ کی بھی مخاطب ہے اپ کے ماننے والوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دروازے کھل رہے ہیں آپ کے منکروں اور دشمنوں پر عذاب وارد ہو رہے ہیں آپ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے والے ولائت کا درجہ پارہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کی بات محبت سے سنتا ہے اور جواب دیتا ہے ۔آپ کی محبت الہٰی آنحضور □ کے سوا تمام انبیاء سے بڑھ کر ہے ۔ فرماتے ہیں

تیرے منہ کی بھوک نے دل کو کیا زیر و زیر
اے میرے فردوس اعلیٰ اب گرا مجھ پر ثمار

جواب میں اللہ تعالیٰ کیا فرماتا ہے:

"تو اس سے نکلا اور اس نے تمام دنیا سے تجھ کو چنا تو جہاں کا نور ہے تو خدا کا وقار ہے پس وہ تجھے ترک نہیں کرے گاکلمۃ الازل ہے پس تو مٹایا نہیں جائے گا میرا لوٹا ہوا مال تجھے ملے گا میں تجھے عزت دوں گا تیری حفاظت کروں گا۔"

(تذکرہ صفحہ 258)

اب کائنات کا مالک جس کے لئے ایسے محبت بھرے کلمات فرمائے اُس کا مقام و مرتبہ بیان کرنا ہماری بساط میں کہاں۔مشہور شاعر احمد فراز نے کیا خوب کہا ہے :

چلے تو گردشیں اُس کا طواف کرتی ہیں
رکے تو اُس کو زمانے ٹھہر کر دیکھتے ہیں

سورج اور چاند پاک مسیح کے لئے تاریک و تار ہو گئے طاعون نے آپ کے لئے گواہی دی۔ زلزلوں کے زور دار جھٹکے اور تباہ کاریاں زبانِ حال سے پکار پکار کر آپ کی آمد کا اعلان کررہی ہیں۔ منہ زور سیلاب کی تندو تیز موجیں اور طرح طرح کی وبائیں اور حوادث آپ کی تشریف آوری کی طرف اشارے کر رہے ہیں۔ کاش کہ یہ بدنصیب قوم اپنے اس شرف کے سامان کی طرف توجہ کرے اور اُسے قبول کرے تاکہ آفات ارضی و سماویٰ سے نجات پا جاوے۔

خدا کرے ایسا ہی ہو۔

ہمارا لباس

لباس انسان کی اوّلین ضرورت ہے یہ گرمی، سردی، بارش اور دھوپ سے بچاتا ہے بدنی عیوب ڈھانپتا ہے اور شخصیت میں حسن پیدا کرتا ہے ۔ زیب و زینت بخشتا ہے۔ پردے کے تمام تقاضے پورے کرنے والے ڈھیلے

ڈھالے صاف ستھرے لباس اور صحیح لباس کے جسمانی اور روحانی طور پرہم پر اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ لباس کی وضع قطع بہت حد تک انسان کی اندرونی حالتوں اور اُسکی شخصیت کا پتہ دیتی ہے۔ صاف ستھرے اور پورے لباس سے نفاست کا اظہار ہوتا ہے جبکہ تنگ اور چھوٹے لباس سے عدم حیا کا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

اے بنی آدم ہم نے تم پرلباس اتارا جو تمہاری کمزوریوں کو ڈھانپتا ہے اور زینت کے طور پر ہے اور تقویٰ کا لباس تو وہ ہے جو سب سے بہتر ہے ۔ یہ اللہ کی آیات میں سے کچھ ہے تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔

(سورۃ اعراف آیت 27)

کمزوریاں ڈھانپنے اور زینت بخشنے کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے لباس کو اپنانشان قرار دیا ہے۔ جس طرح دنیا کی ہر نعمت اور عطا اللہ تعالیٰ کا نشان ہے ویسے ہی لباس کی نعمت اور نشان ہے جو بے شمار وسیلوں سے ہم تک پہنچتا ہے ۔ لباس تو اللہ تعالیٰ نے ہماری روحانی اور جسمانی حفاظت کے لئے نازل فرمایا مگر موجودہ زمانے میں مغرب کی اندھی تقلید انسان کو لباس سے آزاد اور حیا سے عاری کرتی جارہی ہے عورت کا لباس برائے نام رہ گیا ہے ۔میڈیا فرنگی تہذیب کی اشاعت میں پیش پیش ہے۔ ہر چینل ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش میں مصروف ہے۔ مغربی تہذیب کا یہ زہرِ قاتل مشرقی تہذیب کی رگوں میں اترتا چلا جا رہا ہے ۔ لباس جس مقصد کے لئے زیب تن کیا جاتا ہے وہ مقصد فوت ہوگیا ہے ۔ کیا اسلامی ممالک ،کیا غیر مسلم، کیا مشرقی اور کیا مغربی ممالک سب پر ہی فرنگی تہذیب کا جادو چل گیا ہے اور اس پر فخر بھی ہے۔

قرآن کریم میں میاں بیوی کو بھی ایک دوسرے کا لباس قرار دیا گیا ہے جس طرح لباس انسان کی کمزوریاں ڈھانکتا اور زینت عطاکرتا ہے ویسے ہی میاں بیوی بھی ایک دوسرے کی کمزوریوں کے پردہ پوش اور حسن اور خوبیوں کو اجاگر کرنے والے ہوں۔ ایک دوسرے کا خیال رکھنے والے ہوں تاکہ جنت نظیر معاشرہ تشکیل پائے ۔ اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کو بھی لباس قراردیا ہے جس طرح لباس بدنی کمزوریوں کی ستّاری کرتا ہے ویسے ہی تقویٰ روحانی کمزوریوں کو دور کرتا ہے اور روحانی زینت اور حسن

عطا کرتا ہے ۔ تقویٰ ہی ناپسندیدہ اعمال اور ان کے اثرات کو زائل کرتا ہے نیک اعمال بجا لانے کی ترغیب دیتا ہے ۔لباس التقویٰ اوڑھنے والے کی صورت اور سیرت میں حسن پیدا ہوجاتا ہے اور وہ خدا تعالیٰ اور بنی نوع انسان کاپسندیدہ وجود بن جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں تقویٰ کی راہوں پر گامزن کرے اور اپنا پسندیدہ وجود بنائے۔ آمین

دورِحاضر کی ایجادات کے منفی پہلو اور ہماری ذمہ داریاں

ہر وہ کام جو مقصدیت سے ہٹ کر ہو یا ہمیں زندگی کے اعلیٰ مقاصد سے غافل کردے انجام کار ضرررساں ثابت ہوتا ہے اور لغویات کے زمرے میں آتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی عبادات مخلوقِ خدا کی خدمت اور فرائض منصبی کی ادائیگی میں روک بنتا ہے اور روحانیت پر بُرا اثر ڈالتا ہے اور خالق و مالک کی ناراضگی کا باعث بنتا ہے۔لغویات کی جانت راغب کرنے میں دورِ حاضر کی ایجادات یعنی سوشل میڈیا کا بہت بڑا عمل دخل ہے ۔ موبائل فون، انٹرنیٹ اور ٹیلی ویژن اس کی عام مثالیں ہیں(وہ ایجادات جو اللہ تعالیٰ نے انسان کے فائدہ کے لئے اور دینِ حق کی نشرو اشاعت کے لئے تمام بنی نوع انسان کو امتِ واحدہ بنانے کے لئے رسل و رسائل کی سہولیات اور انسانی زندگی کو آسان بنانے کےلئے) سیاسی، اقتصادی ، معاشی اور معاشرتی خوشحالی اور ترقی کی رفتار تیز تر کرنے کےلئے اور کائنات کے اسرار و رموز دنیا پر آشکار کرنے نشاناتِ خداوندی کے اظہا رکے لئے پیدا فرمائی

ہیں اتنی اعلیٰ مقاصد کی حامل ایجادات میں شیطان نے اپنے عمل دخل سے مخلوقِ خدا کو گمراہ کرنے اور اُسے اپنے نفس کے فائدہ سے غافل کرنے کا بیڑہ اُٹھا رکھا ہے ۔

موبائل فون کا غلط استعمال وقت کے ضیاع کے ساتھ بے پردگی، ذلت و رسوائی ،تباہی و بربادی کے گڑھے میں دھکیل رہا ہے اور ایسے تکلیف دہ واقعات وقوع میں آتے ہیں اور ایسا نقصان پہنچ سکتا ہے کہ جس کا تدراک ممکن نہیں اس طرح ٹیلی ویژن ہے جسکا ہر چینل بے حیائی اور بے راہ روی کی نشرواشاعت میں ایک دوسرے پر سبقت لےجانے کی کوشش میں مصروف ہے۔ مایوس کن خبریں قوم میں مایوسی ، ڈپریشن اور ہیجان کی کیفیت پیدا کرتی ہے ۔ قومی غیرت، وطن کی محبت ، اتحاد و یگانگت اور وحدت اسلاف کے کارہائے نمایاں جن کی تقلید سے نیکی ، جرأت ،بہادری ، وفا ،اخوت ، حب وطن جیسے اوصاف قوم میں پیدا ہوں بجائے اس کے سطحی معاملات بازاری عشق بازی لغو کھیل تماشے دکھائے جاتے ہیں ۔دینی پروگرام ایسے لوگوں سے کروائے جاتے ہیں جو فحاشی اور بے حیائی میں اوّل نمبر پر ہوں یوں معاشرہ ظاہر وباطن کے تضاد اور منہ سے چند دین کی باتیں دہرا کر جن کا عمل سے کوئی تعلق نہ ہو دکھا کر لوگوں میں دینِ حق کی اہمیت کم کی جاتی ہے ۔

چند دھائیاں پہلے ٹیلی ویژن کے پروگرامز جن میں کچھ قباحتیں بھی تھیں مگر نقصان کے بجائے نفع کا پہلو غالب تھا اردو ادب اور زبان دانی کو فروغ حاصل تھا ۔ اصلاحی اور تفریحی پروگرامز میں بھی ادب اور صاف ستھرے مذاق اور تفریح کا خیال رکھا جاتا تھا۔فنی لحاظ سے بھی اچھی چیزیں بنتی تھیں مگر اس دور میں فنی اور تخلیقی صلاحتیں اس قوم کی دم توڑ چکی ہیں توفیق چھین لی گئی ہے کہ کوئی اچھا کام لوگوں کو دکھائیں پھر انٹرنیٹ ہے بے شمار فوائد کی حامل ایجاد ہے۔ علوم کا خزانہ ہے مگر اس کے بھی منفی پہلو ہیں ۔ چیٹنگ ،غلط رابطے اور دیگر بے شمار قباحتیں ہیں جن کے نقصانات ذلت و رسوائی ،تباہی و بربادی کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ پس ہمارا فرض ہے کہ ہم ان اشیاء کے ضرررساں پہلوؤں سے خود بھی بچیں اور اپنی نسلوں کو بھی ان سے دور رکھیں اور نفع رساں پہلوؤں سے بھرپور فائدہ اٹھائیں ۔ ایم ٹی اے اوردوسرے معلوماتی چینلز سے استفادہ کریں اپنی روحانیت اور علوم میں اضافہ کریں ۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔آمین

زندہ نماز وجہ خشیتِ محبت سوز و گداز

نماز کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان تعلق استوار کرنے کا عظیم الشان ذریعہ ہے ۔ نماز میں حضوری خشیت اور سوز و گدا کا ایمان کے ساتھ بہت گہرا تعلق ہے جس قدر انسان کا ایماں قوی ہوگا اور اپنے رب پر یقین غیر متزلزل ہوگا اس کی سستی، کسل اور بے توجہی غائب ہوتی چلی جائے گی ۔اللہ تعالیٰ ہم سے کس طرح کے یقین اور ایمان کا تقاضا کرتا ہے۔ فرماتا ہے :

تم اپنے رب کو اس طرح یاد کرو جیسا کہ تم اپنے آباؤ اجداد کو
یاد کرتے ہو بلکہ اُس سے بھی بہت بڑھ کر یاد کیا کرو۔

اب ظاہر ہے کہ ہمیں اپنے آباؤ اجداد پر کامل یقین ہوتا ہے انہوں نے ہماری پرورش اور تعلیم و تربیت پر بہت تکالیف اُٹھائی ہوتی ہیں۔ جب ہمیں وہ یاد آتی ہے اور ایک ایک کر کے آنکھوں کے سامنے آتی ہے تو ہم فرطِ محبت سے اُنکا ذکر کرتے ہیں اور اُن کی یاد سے لطف اُٹھاتے ہیں اُ نکے لئے دعائیں کرتے ہیں ۔ مگر وہ جو والدین سے بڑھ کر احسان کرنے والا بلکہ والدین اور اقرباً کا بھی خالق ہے جس نے قدم قدم پر اپنی نعمتیں پانی کی طرح ہم پر بہادی ہیں بات تو تب ہے کہ ہم اُس کے احسانات کو یاد کرتےہوئے اُسے بھی اُسی محبت اور جوش کے ساتھ یاد کریں اُس پرہمار اایمان جیسا کہ آباؤ اجداد پر یقین ہے اُس سے بڑھ کرہو۔ یہی وہ چیز ہے جس سے نماز میں رنگ بھرتے ہیں اور نماز کاقائم ہونا اسی کو کہتے ہیں پھر قرآن کریم انسان کو یقین کی دولت سے مالا مال کرتا ہے اور اُس میں ایسے جذبات پیدا کرتا ہے جو نماز میں زندگی کی روح پیدا کرتا ہے ۔ قرآن کریم

تعلق باللہ کی طرف انسان کو بہت شدت سے راغب کرتا ہے ۔ با ر بار انسان سے اس طرح مخاطب ہوتا ہے جیسے دو دوست آمنے سامنے بیٹھے ہوں اور محوِ گفتگو ہوں ۔ کبھی فرماتا ہے کہ

”تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد رکھوں گا میرا شکر کرو میری ناشکری نہ کرو“

(البقرۃ :153)

تو کبھی فرماتا ہے

”اے لوگواپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا اور اُن لوگوں کو بھی جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔“

(البقرۃ :22)

پھر فرماتا ہے کہ

”میرا شکر کرو میری ناشکری نہ کرو پھر جب میرے بندے تجھ سے میرے بارے میں سوال کریں تو اُن سے کہہ دے کہ میں اُنکے قریب ہوں جب پکارنے والا مجھے پکارے تو میں اُس کی پکار کا جواب دیتا ہوں پس چاہیئے کہ وہ میری بات پرلبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ ہدایت پائیں ۔“

(البقرۃ:187)

ایسی آیات سے قرآن کریم بھرا پڑا ہے جن میں اللہ تعالیٰ انسان سے بہت محبت سے مخاطب ہوتا بلکہ اسی طرح جیسے ایک ماں بچے کی راہنمائی کرتی ہے اُسے نقصان دہ امور سے ڈراتی اور دور رکھنے کی کوشش کرتی ہے اُسکی بہتری،بھلائی اور دینی اور دنیاوی امور میں جو سود مند ہوں ان کی ترغیب اُسے دلاتی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی شفیق ناصح کی طرح انسان کو ہلاکت کی راہوں سے بچا کر ابدی راحتوں کی طرف لے جانا چاہتا ہے اور ابدی انعامات کا وارث بنانا چاہتا ہے ۔ جب ہم اس حقیقت پر غور کرتے ہیں تو ہمارے جسم اور روح کا ذرہ ذرہ اپنے خالق و مالک کی طرف جھکتا ہے اور اُسکے زیر بارِ احسان ہوتا چلا جاتا ہے پھر جب ہم اُ سکی عظمت جبروت پکڑ اور سزا دینے پر اُسکی قدرت اور طاقت پر غور کرتے ہیں تو ہماری گناہ کی قوت سلب ہونے لگتی ہے اور یہ چیز انسان میں خشیت پیدا کرتی ہے ۔ا س طرح ہماری نمازِ خشیت رقت سرور ومحبت سوز و گدا کے ملے جلے جذبات کامرقع بن جاتی ہے۔یہی وہ نماز ہے جس کی توقع ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہم سےکرتے ہیں آپ ایک حدیث میں فرماتے ہیں:

”تو نماز اس طرح ادا کر گویا تو خدا کو دیکھ رہا ہے اگر یہ نہ ہوسکے تو یقین رکھ کہ خدا تجھے ضرور دیکھ رہا ہے۔“

نماز کے دوران انسان خداتعالیٰ کے حضور فقیرانہ حالت میں حاضر ہوتا ہے ۔عبودیت اور عجزو انکسار کا پیکر ہوتا ہے اُ سکی عزت و عظمت جبروت او رحمدو ثناء کا اظہار کرتا ہے اُس کے پیاروں پر درود وسلام بھیجتا ہے اُس کے بندوں کے لئے دعائیں کرتا ہے تو اُسکی نماز زندہ ہوتی چلی جاتی ہے اور قربِ الہٰی میں بڑھانے کا موجب بنتی چلی جاتی ہے ۔
آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی عبادتوں کی توفیق عطا فرمائے جو اُسکے حضور قبولیت کا شرف پانے والی ہوں۔آمین

کچھ درد انگیز حقیقتیں

دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی معلوم کرنے پر دستِ سوال دراز کئے ہوئے ایک بزرگ کو پایا جو قطعاً بھکاری نہیں لگ رہے تھے ۔ اچھے خاصے وضع قطع اور رکھ رکھاؤ والے انسان نورانی چہرہ مگر نحیف و نزار فاقہ زدہ اتفاقاً کھانے کا وقت تھا اُنہیں کھانا بھجوایا گیا جو کچھ تو اُنہوں نے کھالیا اور کچھ اگلے وقت کے لئے رکھ لیا جب اُن سے پوچھا گیا کہ بابا جی آپ کے بچے وغیرہ ہیں تو کہنے لگے کہ دو بیٹے ہیں ، بہوئیں ہیں جن پر باربن گیا ہوں ۔پوچھتے تک نہیں اسی طرح ہاسپٹل میں 55-60 کے قریب ادھیڑ عمر خاتون سے ملاقات ہوئی ۔ دوران گفتگو اُس نے بتایا کہ میں شوگر کی مریض ہوں جس کے ساتھ اور بھی کئی عوارض لاحق ہیں ۔ میاں فوت ہوچکے ہیں دو بیٹے ہیں بہوئیں اور پوتے پوتیاں بھی ہیں جن کو مجھ سے کوئی سروکار نہیں۔ الگ رہتی ہوں بیماری کے باوجود ضعیف العمر سسر کوبھی سنبھالتی ہوں اور بہو بیٹوں کوخیال تک نہیں آتا جہاں تک کہ پوتے پوتیاں بھی قریب نہیں آتے ۔
یہ اور ایسے بے شمار واقعات ہمارے معاشرے میں آئے دن سننے میں آتے رہتے ہیں ایک درد مندل رکھنے والا انسان ان دل دہلا دینے والے واقعات کو محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا جو کہ معاشرے کی بے حسی اور مادہ پرستی پر دلالت کرتے ہیں وہ والدین جن کی رضا میں خدا کی رضا ہے جن کے پاؤں تلے جنت ہے کس طرح اولاد کی بے توجہی اور بے حسی کا شکار ہو کر زندگی سے ہی نالاں ہیں وہ والدین جو انسان کو عدم سے وجود میں لانے کا باعث بنتے ہیں جنہوں نے اپنی زندگی کا لمحہ لمحہ ہم پر قربان کیا ہوتا ہے۔ جو ہماری کامرانیوں کے متمنی ہماری خوشیوں پر خوش ہونے والے ہمارے دکھوں پر بے قرار اور بےچین ہونے والے جب خود نحیف و نزار اور بے دست وپا ہوتےہیں اور اُنہیں ہمارے سہارے کی ضرورت ہوتی ہے توہم دل پر بے رحمی کے قفل لگا لیتے ہیں اورآنکھوں پر بے حسی کی پٹی باندھ لیتے ہیں بیوی بچوں اور اپنے روزمرہ کے مشاغل

میں اس حد تک کھو جاتے ہیں کہ ہمیں ان کا وجودنظر ہی نہیں اتا اور انہیں بار سمجھنے لگتے ہیں یا گھر کی فضول چیزیں جیسے پرانا فرنیچر اور بے کار اشیاء کی طرح اُن کو کسی کونے میں لگا دیتے ہیں یا بعض تو کونے میں بھی برداشت نہیں کرسکتے اور رفاعی اداروں کے سپرد کر کے اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہوجاتےہیں اور انہیں بے جان جسم کی طرح متصوّر کرتے ہیں جن کے نہ جذبات نہ احساسات نہ اُنہیں انجوائے کرنے کا حق نہ ہمارے معاملات میں دخل اندازی کا اختیار ۔نتیجۃً وہ آہستہ آہستہ دل برداشتہ ہو کر صحت سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں اور ہم یہ بھول جاتےہ یں کہ ان کا آج ہمارا آنے والا کل ہے ۔ ہم بھی گردش زمانہ کے ہاتھوں ایک دن کمزور لاچار اور ناتواں ہونے والے ہیں۔ کل ہم بھی اس طرح اپنی اولاد سے سہارے کے طلبگار ہونگے اگر یہی سلوک ہم سے ہوا تو ہمارے دل پرکیا گزرے گی ہمارے احساسات و جذبات کیا ہونگے کیا ہم اُن کے ناروا سلوک کو برداشت کرپائیں گے۔

یہ عاقبت اندیشی اگر ہمارے اندر پیدا ہوجائے توہم مکافات عمل کی اذیت سے بچ سکتےہیں اور وہ لوگ جو تقویٰ اور خوفِ خدا رکھتے ہوئے والدین سے اچھا سلوک کرتے ہیں خدا تعالیٰ اُن کا خود متکفل ہوجاتا ہے بڑھاپے میں اُن کو تنگی رزق کی مار نہیں پڑتی ۔ نہ اولاد کے دستِ نگر ہوتے ہیں ۔خداتعالیٰ اُن کا خود محافظ اور معین و مددگار ہوتا ہے اور کسی حالت میں آخر دم تک اُن کا ساتھ نہیں چھوڑتا مگر شرط یہ ہے کہ خداتعالیٰ کے احکامات بجا لانے اور اُس کے بندوں سے خواہ وہ رحمی رشتہ دار ہوں یا نہ ہوں رحم اور رأفت کا سلوک کرنے والے ہوں۔

خداتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ایسا دردمند دل عطا کرے جو دوسروں کی تکلیف کا احساس کرنےو الا ہوتاکہ اُس کی رضا کا حصول ہمارے لئے آسان ہوجائے ۔آمین

ضبطِ نفس

ضبطِ نفس کےمعانی ہیں کسی ناخوشگوار واقعہ یا طبیعت کے خلاف کوئی امر وقوع میں آنے کی صورت میں صبرو برداشت کا مظاہر کرنا اور جذبات کو قابو میں رکھنا گالی کا جواب گالی سے نہ دینا زیادتی پرصبرکرنا زیادتی کا بدلہ نہ لینا بلکہ عفو ودرگزر سے کام لینا ۔آج کل پاکستانی قوم کا عجب حال ہے وہ اس خلق سے بالکل عاری ہوچکی ہے ۔ ایک افراتفری کا عالم ہے تمام ملک فتنہ وفساد کی آماجگاہ بن کر رہ گیا ہے ایک طبقہ دوسرے سے برسرِ پیکار ہے ۔ ایک گروہ دوسرے سے نبردِ آزما ہے تعلیم یافتہ عالم جاہل ڈاکٹر وکیل سیاست دان ادنیٰ ادنیٰ باتوں کو بنیاد بنا کر ملک کو خانہ جنگی میں دھکیل رہے ہیں یہ وہ حالات ہیں جن کی تصویر حضرت مصلح موعود نے ان اشعار میں کھینچی ہے :

دنیا میں یہ کیا فتنہ اٹھا ہے میرے پیارے
ہر آنکھ کے اندر سے نکلتے ہیں شرارے
یہ منہ ہیں کہ آہنگروں کی دھونکنیاں ہیں
دل سینوں میں ہیں یا ہیں سپیروں کے پٹارے
راتیں تو ہوا کرتی ہیں راتیں ہی ہمیشہ
ہم کو تو نظر آتے ہیں اب دن کو بھی تارے

توصورتِ حال یہ ہے کہ قوم اخلاقی اور ذہنی پستیوں میں آخری حدوں کوچھونے لگی ہے ہر طرف درندگی اور جنگل کا قانون کارفرما ہے بلکہ جنگل کے درندے بھی اپنے ہم جنسوں کی جان پر حملہ آور نہیں ہوتے بلکہ وہ بغیر ضرورت کے شکار بھی نہیں کرتے مگر حضرت انسان درندگی اور بہیمیت میں درندوں سے بہت آگے نکل گیا ہے چند دن سے میڈیا پر یہ خبریں گردش کررہی ہیں کہ قانون کے رکھوالے اور محافظ وکلاء نےہسپتال پر حملہ کرکے زندگی اور موت کی جنگ لڑتے ہوئے مریضوں کے منہ سے آکسیجن ماسک اتار دئیے ۔آپریشن تھیٹر میں گھس کر ڈاکٹروں کو مارا ۔ آپریشن تھیٹروں کا سارا سامان توڑ پھوڑ دیا بہت سے مریض اس بربریت کی تاب نہ لاتے ہوئے زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ ہر گلی کوچے میں خوف وہراس اور غم وغصے کی فضا طاری ہے ۔ ہر شخص اپنی جان و مال ،اولاد کے تحفظ کے لئے فکر مند ہے ہر روز ہی میڈیا ایسی دلسوز خبریں نشر کرتا ہے جس سے کلیجہ منہ کو آتا ہے یہ فقط وکلا ءکا ہی واقعہ نہیں بلکہ ہر روز

ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں جوا س قوم کی اخلاقی پستیوں کا ثبوت دیتے ہیں ۔ڈاکٹر حضرات مریضوں کو سسکتا تڑپتا چھوڑ کر ہڑتال پر اور استاد قوم کے نونہالوں کو چھوڑ کر درسگاہوں سے غیر حاضررہتے ہیں ۔ سیاست دان اپنی سیاست چمکانے او رملک و قوم کی دولت لوٹنے کی خاطر ہڑتالیں کرتے ہیں اور نظامِ زندگی کو مفلوج بنا رہے ہوتےہیں ۔ یہ ساری حالتیں مسیح آخر الزماں کے انکار کا نتیجہ ہیں ایک ایسی قوم جو اول طور پر نبی کے مخاطب ہو جب اللہ کے فرستادہ کاانکار کرتی ہے تو اس انکار کے نتیجے میں وہ اپنی جانوں کے فائدے سے غافل ہوجاتی ہے ۔ جب کوئی قوم اللہ کی طرف سے آنے والی وحی اور اس کےنتیجے میں ملنے والے شرف کی منکر ہوجاتی ہے اور اپنی ناقص عقل پر بھروسہ کرنے لگتی ہے تو ایسی قوم کی عقلیں سلب کرلی جاتی ہیں اور نورِ فراست چھین لیا جاتا ہے ۔ بڑے بڑے تعلیم یافہ اہلِ علم عقل سے اندھے ہوجاتے ہیں ۔ ضبطِ نفس اور قوتِ برداشت اُن کی چھین لی جاتی ہے ظلم اور بربریت طبیعت ثانیہ بن جاتی ہے ۔ دھونس ، دھاندلی ، بے ایمانی ، بددیانتی اور بے رحمی اس قوم کا وطیرہ بن جاتی ہے اور یوں وہ ذلت اور نکبت کے گڑھے میں گر جاتی ہے اور آخر ہلاکت اُسکا مقدّر بن جاتی ہے ۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ اس قوم کو عقل و دانش اور فہم عطا کرے کہ وہ زمانے کے امام کو مان کر ہلاکت سے بچ جائے ۔آمین

دیں غار میں چھپا ہے

آج ہم جن دردناک حالات اور پُر آشوب دور سے گزر رہے ہیں او رجوکالے قوانین ہم پر لاگو کئے گئے ہیں اُ س کی مثال تاریخِ عالم میں نہیں ملتی۔ آج ابلیس اور اُس کے کارندے اپنی تمام تر طاقتوں تمام تر وسائل اور مکرو فریب کے ساتھ ہماری روحانیت ہمارے ایمان و ایقان ہمارے علم و

عرفان پر حملہ اور ہوئے ہیں وہ علمی خزائن جو حضرت مسیح موعود پر نازل ہوئے اور خدا کے فضل واحسان سے ہمیں عطا کئے گئے ہم سے چھین لینا چاہتےہیں ۔ آخر آسمانی ہدایات کے منبع یعنی قرآنِ مجید فرقانِ حمید سے ہمارے گھروں کو خالی کر کے ظلمات میں دھکیلنا چاہتےہیں ۔ ہماری کامرانیوں اور تائیداتِ الٰہیہ سے حسد کی آگ میں جل رہے ہیں مگر وہ خدائے غیور بھی اُن کی گھات میں ہے اُس کی پکڑ ناگزیر ہے جو ان کا نام ونشان تک مٹا دے گی مگر مسیح موعود کا پاک کلام اور الہام رہتی دنیا تک قائم رہے گا اور قیامت تک آنے والی نسلوں کی ہدایت کا موجب بنتا رہے گا اور وہ اس الٰہی چراغ کو منہ کی پھونکوں سے ہرگز نہیں بجھا سکتے اور اُ س کی لو تمام اکنافِ عالم میں پھیلتی چلی جائے گی۔ تمام اقوام اور زمانے اس سے فیض حاصل کرتے چلے جائیں گے ۔ یہ اُس قادر خدا کا وعدہ ہے جس نے قرآن مجید میں یہ اعلان کر چھوڑا ہے کہ

”اللہ نے یہ لکھ رکھا ہےکہ میں اور میرے رسول غالب آئیں گے “
(المجادلہ:22)

یہ ہوگا اور ضرور ہوگا اس میں کوئی شک نہیں مگر ہمارا بھی فرض ہے کہ فتح کا دن جلد دیکھنے کے لئے اپنی دعاؤں سے ملاء اعلیٰ میں شور برپا کردیں اور اُس کے دروازے پر دھونی رما کر بیٹھ جائیں اُ س کے رحم کو جوش میں لانے کے لئے اُس کے قدموں پر گر کر دہائی دیں ۔تڑپ تڑپ کر اُ س سے عرض کریں کہ اے ہمارے رحیم و کریم آقا ہم پر اصحاب کہف والا زمانہ آگیا ہے اپنے ایمان اور علم وعرفان کی حفاظت کے لیے ہمیں غار کے ماحول میں پناہ لینے پر مجبو رکردیا گیا ہے آزادی کی تمام راہیں ہم پر سلب کردی گئی ہیں۔ ہماری روحانی اور جسمانی زندگیاں خطرے میں ڈال دی گئی ہیں۔ اے خدا! اگر آج تیرے یہ مؤحد عاشق پرستار دنیا سے مٹادئیے گئے تو شرک، فسق و فجور اور کفرالحاد سے بھری دنیا میں تیرا نام لیوا کون ہوگا۔

نہیں اب کوئی بھی چارا رہا جز دعائے
یونس
کہ غم و الم کی مچھلی مجھے اب نگل
رہی ہے

ان حالات میں دشمنو ں کی سرکوبی کے لئے حضرت مسیح موعود کی ایک پُرہیبت دعادرج کی جاتی ہے جس نے آپ کے دشمنوں کو کیفر کردار تک پہنچایا وہ دعا یہ ہے :

اے ازلی اور ابدی خدا بیڑیوں کو پکڑ کے ا(تدکرہ :382) وہ بیڑیاں جو یہ معصوم احمدیوں کو پہناتےہیں۔ خدا تعالیٰ کی تقدیر اُنہیں بیڑیوں میں ان ظالموں کو جکڑے ان کی جمیعت کو منتشر کردے ان کو پارا پارا کردے ان کی خاک اُڑا دے ۔

ان حالات میں ہر دل اور ہر روح تڑپ رہی ہے ہرشخص گویا ایک دوسرے سے کہہ رہا ہے کہ

دیں غار میں چھپا ہے اک شور کفر کا ہے
اب تم دعائیں کر لو غارِ حرا یہی ہے

علومِ ارضی وسماوی ثبوتِ ہستی باری تعالیٰ

علم خدا تعالیٰ کا نور ہے جو جہالت کے اندھیروں سے نجات دے کر دلوں کو منور کرتا ہے تمام علوم خواہ وہ مادی ہوں یا روحانی ،ظاہری ہوں یا باطنی اللہ تعالیٰ کی طرف خاص صلاحیتوں کے حامل انسانوں کو ودیعت کئے گئے ہیں اور اُن کو القاء کئے گئے ہیں جنہوں نے اپنی فکری استعدادوں کو بروئے کار لا کر دنیا میں مادی اور روحانی انقلاب برپاکردیا ۔ دنیا میں ہزاروں ہزار علم کی شاخیں ہیں جو ایسے مفکرین کی بدولت ظہور پذیر ہوئیں علم کے بغیر دل اندھا اور روح تشنہ رہتی ہے ۔ قرآن کریم جو علوم کا منبع اور ہر انسان کو علم و آگہی حاصل کرنے اور کائنات پر کھلے غوروفکر کی دعوت دیتا ہے علم انسان کی ان راستوں کی طرف راہنمائی کرتا ہے جوزندگی کی راہیں ہیں ترقی عروج اور سربلندی کے راستے ہیں ۔

اج جو مادی اور روحانی علوم کی بارش ہورہی ہے فکری صلاحیتیں کمال کو پہنچی ہوئی ہیں ۔ہیئت فلسفہ کیمیا ، کمپیوٹر اور فلکیاتی علوم پھر وہ قوتیں جنہوں نے کائنات کو مربوط کیا ہوا ہے اور بطور ستونوں کے ہیں اور پھر زمین پر اُن قوتوں کی فسوں کاریاں اور اُس کے ذریعے تمام دنیا کے فاصلے سمٹ گئے ہیں ایک لمحےسے پہلے زمین کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے کا رابطہ ممکن ہے ۔ پھر انٹر نیٹ کی جادوسامانیاں روبوٹ کی ایجاد ،خلائی ہوائی اور ارضی سامان سفر زمین کے اندر کے علوم کا ظاہر ہونا سمندروں کے اندر کی گہرائی کے احوال معلوم ہوناپہاڑوں کی چوٹیوں کی تسخیر چاند ستاروں پر کمندیں ڈالنا اور اس کے علاوہ بھی بہت کچھ طوالت کے خوف سے جن کا بیان ممکن نہیں تو کیا یہ سب علوم خود بخود پیدا ہوگئے ۔ نہیں بلکہ یہ علیم و خبیر ہستی کی طرف سے اعلیٰ اذہان کو القاکئے گئےہیں ۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ہستی کا بہت بڑا ثبوت ہے ۔ یہ بے شمار دنیاوی علوم ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کی بہت سی مخلوق بہرہ مند ہورہی ہے ۔ دوسری طرف روحانی علوم بارش کی طرح نازل ہورہے ہیں۔ خداتعالیٰ کی رحمت کی معطر ہوائیں چل رہی ہیں ۔

حضرت مسیح پاک اور آپ کے خلفاء کی تفاسیر قرآن اور دوسرا لٹریچر جو دنیا میں انقلاب برپا کررہا ہے ۔ انسانیت کے نجات دہندہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ جو روحانی مائدہ آسمان سے لائے اُس سے ایک عالم فیض یاب ہورہا ہے ۔ یہ وہ خزانہ جسے ہیرے جواہرات اور موتیوں کی صورت میں جری اللہ اور آپ کے خلفاء کرام دنیا کے سامنے پیش کررہے ہیں۔ اور قرآن کریم کی وہ پیشگوئی پوری ہورہی ہے کہ

”جب کتابیں پھیلا دی جائیں گی، جب صحیفے نشر کئے جائیں گے۔“

ہمارے لئے خدا تعالیٰ نے مادی اور روحانی علوم کی جنتیں اتاری ہیں۔ پس ہمارا فرض ہے کہ ہم یہ تمام علوم حاصل کرنے کی سعی کریں تاکہ ہم اپنی پیدائش کا مقصد معلوم کرسکیں اور خداتعالیٰ کی ہستی کا عرفان ہمیں نصیب ہو اور یہ دعا ہر دم وردِ زبان رہے کہ

رَبِّ زِدنی علما

كَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِی

جس طرح باران رحمت کے برستے ہی زمین روئیدگی دکھانے لگتی ہے ۔ خوبصورت نباتات سے سرسبز ہوجاتی ہے ہر طرف بہار کا سا سماں ہوتا ہے بلکل اسی طرح انسانی طبائع جو فسق وفجور اور طرح طرح کی برائیوں سے آلودہ ہوچکی ہوتی ہے انبیاء کی پاک تعلیمات اُن کے سب گند دھو ڈالتی ہیں۔ دنیا میں امن و عافیت اور صلح و آشتی کا دور دورہ ہوتا ہے مگر طاغوتی طاقتوں پر یہ امر بہت گراں گزرتا ہے اور وہ ا نبیاء کے پاک سلسلہ کو نابود کرنے کےلئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں کس شان سے فرماتا ہے کہ

”اللہ نے یہ لکھ چھوڑا ہے کہ ضرور میں اور میرے رسول غالب آکر رہیں گے“

(المجادلہ:22)

حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت مسیح موعودؑ تک یہ تاریخ دہرائی جاتی رہی ہے ہر نبی کے دشمن اپنی نفری جمیعت ،سازو سامان ،مال و دولت اور اسلحہ کے ساتھ انبیاء اور اُن کے متبعین پر حملہ آور ہوتے آرہے ہیں مگر انجام کار ہزیمت اور رسوائی ہی اُنکا مقدر تھی ۔ حضرت ابراہیمؑ کےمقابل پر تمام قوم جمع ہوئی بتوں کی حمایت میں آپ کو آگ میں ڈالنے کا ارادہ کیا مگر اللہ نے فرمایا

یَا نَا رُ کُونِیْ بَرْدً ا وَسَلَامًا عَلَی اِبْرَا ہِیْمَ ۝

کہ اے آگ ابراہیم پر ٹھنڈی ہوجا اور سلامتی کا باعث بن جا

(الانبیاء :70)

پھر جب حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی پاک تعلیمات اپنی قوم کو پہنچائیں اُنہیں شرک اور فسق وفجور سے روکا تواُنہوں نے بھی انکار کردیا ہر طرح سے مخالفت ،ہنسی ٹھٹھا کرنے لگے اور اذیت پہنچانے میں

کوئی کسر نہ چھوڑی۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کو طوفان میں غرق کردیا۔ حضرت نوحؑ اور آپ کے پیروکار ہی غالب آئے۔ پھر حضرت شعیبؑ اور حضرت لوطؑ کے مقابل پر اللہ تعالیٰ نے ان کے دشمنوں کا کیا حال کیا۔ زلزلوں کے باعث گھٹنوں کے بل گرے رہ گئے پھر فرعون ہامان کو اپنی طاقت و قوت پر کتنا گھمنڈ تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپکے پیروکاروں کے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں میں کاٹ دینے کا ارادہ کیا۔فرعون بنی اسرائیل کے بیٹوں کوقتل کردیتا اور بیٹیوں کو زندہ رکھتا تو ان کو بھی خدائے دو جہاں نے لشکروں سمیت غرق کردیا۔ پھر آنحضرت کے مقابل بڑے بڑے روساء ابوجہل، ابو لعب ، عتبہ شیبہ ولید اور بہت سے دشمنانِ صداقت اُٹھے جو مسلمانوں کی کمزور بے سروسامان جماعت کے ہاتھوں تہِ تیغ ہوئے ۔ یہاں تک کہ قیصر و کسریٰ کے ایوانوں میں بھی لرزہ طاری ہوگیا بڑی بڑی حکومتیں نبی امّی اور آپ کے متبعین کے ہاتھوں تہہ و بالا کردی گئیں پھر سو سال پہلے مسیح پاک کے ذریعے دینِ حق کے احیاء نوکا جوسلسلہ اللہ تعالیٰ نے قائم فرمایا اُس کو مٹانے اور ناکام کرنے کے لئے کیا کیا تدبیریں اور مکرو فریب مخالفین کی طرف سے ہوئے اور ہورہے ہیں مگر سوسال سے اللہ تعالیٰ اس پاک سلسلہ کی پشت پر ہے ہردن جو اس پر طلوع ہوتا ہے فتوحات اور کامرانیوں کی نوید لے کر آتا ہے ۔ اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ جو یہ فرماتا ہے کہ

”اللہ نے یہ لکھ چھوڑا ہے کہ ضرور میں اور میرے رسول ہی غالب آئیں گے“

(الانبیاء:70)

کس شان سے پورا ہورہا ہے۔

احمدی عورت کی شان

احمدی عورت کی شان اس لحاظ سے نمایاں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود پر ایمان لانے کی توفیق اُسے بخشی ہے ۔ وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کا سختی سے خیال رکھنے والی راست گو، متوکل، عبادت گزار ، فرمانبردار، مذہبی اور اخلاقی روایات کی امین، ایک مکمل رول ماڈل ہے۔ بلواسطہ یا بلاواسطہ اصلاح خلق کی ذمہ داری اُس کے کندھوں پر ڈالی گئی ہے ۔خلافت کے سائے تلے اُسے تمام دنیا کا قائد بنا دیا گیا ہے ۔احمدی عورت دنیا کی اصلاح سے پہلے اپنے نفس کی اصلاح کی طرف توجہ دیتی ہے دہ دنیا کی چکا چوند سے مرعوب ہونے والی نہیں۔ نہ معاشرے کے طورو اطوار، رسم و رواج یا اچھے برے رائج الوقت فیشن کا اثر لیتی ہے بلکہ اُس کی اپنی شخصیت اثر انگیز ہے اور وہ اپنی پُر وقار شخصیت کا اثر زمانے پر ڈال رہی ہوتی ہے۔ اُس کے نیک خصائل انسانیت کے ساتھ حسنِ سلوک اپنوں اور غیروں کے ساتھ اُس کی ہمدردیاں اور نوازشیں خاموش مبلغ کا کام دیتی ہیں۔

ہم نے بہت سی احمدی خواتین کو دیکھا ہے جن کا تعلق باللہ میں خاص مقام تھا۔ پورے علاقے میں اپنی عبادت خلقِ خدا سے حسن سلوک گھریلو زندگی مثلاً بحیثیت ماں، بہن، بیوی، بیٹی حقوقِ ہمسائیگی کی ادائیگی کے لحاظ سے جماعتی عہدیدار کی حیثیت سے بے مثال پایا اور ایسی عظیم الشان احمدی مائیں بھی گزری ہیں جن کی کوکھ سے ڈاکٹر عبدالسلام اور چوہدری سر ظفرا للہ خاں صاحب جیسی قدآور شخصیات پیدا ہوئیں۔ وہ دینِ حق کے لئے بے مثال ، مالی وجانی وقت اور اولاد کی قربانیاں کرنے والی تھیں۔ جن سے تاریخ کے صفحات درخشاں ہیں۔

احمدی عورت کی ایک نمایاں خوبی یہ ہے کہ وہ توحیدِ باری تعالیٰ پر غیر متزلزل ایمان رکھتی ہے۔غیر اللہ اور بدرسومات ، جھوٹ سے نفرت اور کراہت رکھتی ہے ۔ دعا کی قبولیت پر لازوال یقین رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی دعاؤں کو سنتا اور قبول فرماتا ہے۔ اس لحاظ سے مستجاب الدعوات ہے۔ احمدی عورت ایک چراغ کی مانند ہے جس سے ہزاروں چراغ جلتے ہیں۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اپنے ایک خطاب میں فرماتے ہیں کہ

> ”ایک مرتبہ رؤیا میں دیکھا کہ دشمن کے ساتھ سخت مقابلہ ہے۔ سامانِ حرب ختم ہوگیا ہے تو میں کہتا ہوں کوئی بات نہیں لجنہ کے تیر ابھی باقی ہیں۔“

اس رؤیا میں غلبۂ اسلام کی راہ میں لجنہ کا کردار واضع فرمادیا کیا ہے کہ آئندہ فتوحات میں لجنہ کا کردار بہت بڑا ہوگا اور دنیا توحید کے نور سے جگمگا اُٹھے گی۔ ہر طرف امن کا دور دورہ ہوگا۔

خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ وقت جلد لائے ۔ آمین

نباتات شاہکارِ قدرت

نباتات یعنی پودے درخت پھل پھول خداتعالیٰ کی قدرت کے شاہکار ہیں۔ اس کے حسن وجمال کےآئینہ دار ہیں اپنے گھروں کو ان سے آراستہ کیجئے اگر آپ کے پاس جگہ زیادہ ہے تو زیادہ پودے لگائیے اگرکم ہے تو بھی کچھ نہ کچھ پودے ضرور لگائیں۔ لہلہاتے خوشنما پودے اور خوشبودار رنگ برنگے پھول طبیعت میں انبساط پیدا کرتے ہیں خصوصاً اس دور میں جبکہ ہر طرف مسائل کا ہجوم ہے ناخوشگوار واقعات اور چیزیں پریشان کرتی ہیں۔ یہ بہت حد تک آپ کی ٹینشن اور تھکن کو کم کرنے میں آپ کی مدد کرتے ہیں۔ گھر کی فضا کو معطر اور تروتازہ بناتےہیں۔ ہم دنیا کی تیز زندگی سے کچھ وقت کے لئے چھٹکارا حاصل کرتے ہیں۔ فطرت کی آغوش میں خود کو پُرسکون محسوس کرتے ہیں اس کے علاوہ پودے جب پھوٹتے ہیں ، پھلتےپھولتے ہیں تو دل اللہ تعالیٰ کی حمد سے لبریز ہوجاتا ہے اور توجہ ذکرِ الٰہی کی مبذول ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے نباتات کو اپنی قدرت کانشان قرار دیا ہے ۔ سورۂ الرحمان کی آیت نمبر 7-12-13میں آیت تعالیٰ فرماتا ہے

”جڑی بوٹیاں درخت اُس کے آگے سرنگوں ہیں۔ اس میں طرح طرح کے پھل خوشہ دار کھجوریں بھی ہیں اور بھوسہ دار اناج اور خوشبودار پودے بھی۔ پس تم اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کا انکار کرو گے۔“

پھر سورۃ الانعام کی آیت 100میں ارشاد ربانی ہے

”وہی ہے جس نے آسمان سے پانی اتارا پھر ہم نے اس میں ہر قسم کی روئیدگی پیدا کی۔ پھر ہم نے اس سے ایک طرح کا سبزہ نکالا جس سے ہم تہہ بہ تہہ بیج نکالتے ہیں کھجور کے درختوں میں سے بھی ، ان کے خوشوں سے بھرپور جھکے ہوئے تہہ بہ تہہ پھل اسی طرح انگوروں کے باغ زیتون اور اناج ایک دوسرے سے ملتے اور نہ ملتے بھی ہوئے۔ ان پھلوں کی طرف غور سے دیکھو جب وہ پھل دیں ان کےپکنے کی طرف ان سب میں ایمان لانے والی قوم کے لئے نشانات ہیں۔“

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں :

خوبرویوں میں ملاحت ہے تیرے اس
حسن کی
ہر گل و گلشن میں ہے رنگ اس تیری
گلزار کا

حضرت مصلح موعود نے بھی اللہ تعالیٰ کے اس نشان کا ذکر بہت خوبصورت انداز میں فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ

تھے طرب میں درخت بھی رقصاں
گویا قسمت پہ اپنی تھے نازاں
پتے پتے کے پاس جا کر میں
سونگھتا تھا بوئے مہ کنعاں
لوگ سب شادمان و خوش آئے
ایک میں تھا کہ سوگوار آیا
خوں رلاتا تھا لالہ زار کا رنگ
مجلسِ یار کی بہار کا رنگ
یاد آتا تھا گلعزار کا رنگ
لوگ سب شادمان و خوش آئے
ایک میں تھا کہ سوگوار آیا

الغرض خداتعالیٰ کے برگزیدہ بندے ، اس نشانِ قدرت کو ذکرالٰہی کے اظہار کا موجب سمجھتے ہیں۔ پودے آپ کے بہترین دوست ہیں انہیں اپنے گھروں میں جگہ دیجئے ۔ اگر پھل سبزیاں کاشت کی جائیں تو آپ کی اقتصادی حالت کو بہتر بنانے میں آپ کے مددگار ثابت ہوسکتےہیں۔ بعض درخت پودے روز مرہ کی عام تکالیف میں کام آسکتے ہیں مثلاً نیم کا درخت ، ایلوویرا کا پودا اور دوسری جڑی بوٹیاں۔

ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے گھروں کو خوبصورت پودوں سے مزیّن کریں اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت سے بھرپور فائدہ اُٹھائیں۔

اللہ تعالیٰ کی صفتِ مجیب

قرآن کریم کی سورۃ البقرہ آیت نمبر 187 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ
وَ اِذَا سَاَلَکَ عِبَادِی عَنِّی فَاِنِّی قَرِیبٌ اُجِیبُ
دَعْوَۃِ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِی
وَلْیُؤْ مِنُوا بِیْ لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُونْ ۔
اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں تو یقیناً
میں قریب ہوں میں دعا کرنے والے کی دعا کا جواب دیتا ہوں جب

وہ مجھے پکارتا ہے پس چاہیے کہ وہ بھی میری بات پرلبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ ہدایت پائیں

اللہ تعالیٰ کی صفتِ مجیب اُسکی بہت ہی پیاری اور عظیم الشان صفات میں سے ایک ہے بلکہ سب سے بڑھ کر اُ سکی ہستی کی گواہ اور اُس کے ہونے کا ثبوت ہے ۔ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ صرف ہماری دعاؤں کو سنتا اور اُنہیں قبول فرماتا ہے بلکہ قبل از قبولیت ہماری دعاؤں کا جواب دیتا ہے ۔ جب ہم کسی مشکل میں یا مصیبت میں ہوتے ہیں ، بے قراری اور بے تابی کی حالت میں ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مدد کی جستجو میں نگاہیں بار بار آسمان کی طرف اُٹھتی ہیں اور سخت مضطربانہ حالت میں خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ تو وہ محبوب حقیقی ایک شفیق دوست کی طرح ہماری مدد کو دوڑا چلا آتا ہے اور اُس امر کی تکمیل سے پہلے رؤیے صالحہ کے ذریعے یا کشوف کی صورت میں اور انبیاء علیہ السلام کو وحی الہام کے ذریعے ان مشکل امور کے حل کی خبر دیتا ہے اور مصائب سے نجات کی نوید سناتا ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی صفت مجیب کی جلوہ گری ہے ۔ ازل سے ہی جب سے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا اُس کی یہ تقدیر بندوں میں جاری و ساری ہے اور ابد تک جاری رہے گی۔

خدائے کریم کی صفت مجیب اور کوئی بھی دوسری صفت کبھی معطل نہیں ہوسکتی مثلاً یہ کہ وہ پہلے زمانوں میں بندوں سے ہم کلام ہوتا ہے اور بے قراری اور مضطربانہ حالتوں میں دُعاؤں کا جواب دیتا تھا اورمصائب میں انسان کی داد رسی فرماتاتھا، خبر گیری کرتا تھا مگر اب نہیں کرتا، سراسر غلط ہے مگر اس مقام کے حصول کے لئے اور مجیب الدعوات بننے کے لئے تعلق باللہ کو بہت اہمیت حاصل ہے ۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ آپ کاتعلق جتنا مضبوط ہوگا اُسی قدر آپ مجیب الدعوات بنتے چلے جائیں گے مگر اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے چند شرائط رکھی ہیں جیسا کہ وہ فرماتا ہے کہ

جب میرے بندے تجھ سے میرے بارے میں سوال کریں تو کہہ کہ میں قریب ہی ہوں ، پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں ، جب وہ مجھے پکارے مگر اُسے بھی تو چاہیے کہ میری بات پرلبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ ہدایت پائیں ۔

(البقرۃ :187)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دعاؤں کی قبولیت کے لئے یہ شرائط رکھی ہیں کہ وہ میری طرف سے آنے والے تمام اوامرونور ہی پر عمل کریں جو احکامات شریعت اُس نے انبیاء کے ذریعے نازل فرمائے ہیں۔ اُن پر دل و جان سے عمل کریں اور ایمان اور اُنکا یقین اللہ تعالیٰ کی ہستی پر بہت پختہ ہو

اکر وہ اللہ تعالیٰ کی بات نہیں مانتے اور اس پر ایمان نہیں لاتے تو ایسے لوگوں کی دعاؤں میں اثر نہیں ہوتا نہ خداتعالیٰ تک وہ پہنچتی ہیں ۔
جیسا کہ سیدہ صاحبزادی امتہ القدوس بیگم صاحبہ کے ایک شعر سے اس حالت کی کیا خوب عکاسی ہوتی ہے آپ فرماتی ہیں ۔

کسی کی داستان سن کر بھی ہنکارا نہیں
بھرتا
کسی سےگفتگو دلدار کی دن رات ہوتی
ہے

یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آواز پر لبیک نہیں کہتے اُن کی دعاؤں کو وہ سُنی اَن سُنی کردیتا ہے مگر جو اُس پر دل و جان سے ایمان لاتےہیں اُس کی ہربات مانتے ہیں اُن کی وہ دن رات سنتا ہے اور اُن کی دعاؤں کو فوراً شرف قبولیت بخشتا ہے ۔
آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے تمام احکامات پر عمل کرنے کی توفیق عطافرمائے اور اُسکے اور بندوں کے حقو ق ادا کرنے کی طاقت عطافرمائے تاکہ وہ ہمارا معین و مددگار بن جائے اور دنیا و آخرت کی تمام مشکلات ہمارے لئے آسان فرمادے تاکہ ہم اپنی زندگی میں قبولیت دعا کے نظارے دیکھنے والے ہوں اور سعادت دار ین ہمارا مقدر بن جائے ۔آمین